CERTIFICATE

Certified that Miss Shaukat Chughtai D/o Mr. Asghar Baig Chughtai has carried out research on the topic. اُردو نعت کے جدید رجحانات ۔ under my supervision and that her work is original and distinct and her dissertation is worthy of presentation to the University of Sindh for the award of the Degree of Doctor of Philosophy in Urdu.

SUPERVISOR

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو نعت کے جدید رجحانات

مقالہ برائے: —— پی ایچ ڈی

مقالہ نگار: —— آنسہ شوکت چغتائی

نگران: —— ڈاکٹر نجم الاسلام
(صدر شعبہ اردو)

جامعہ سندھ جامشورو
1990ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" تمہید "

نعت کا تصوّر دل و جان کے لئے خوشبوئے عقیدت اور ذوقِ تخلیق کے لئے معرفت کا گداز مہیا کرتا ہے
نعت کسی زمانے اور کسی رجحان کے بموجب لکھی جائے اس کا مقصد تحریر نعتیہ شاعری کیلئے مخصوص زاویوں پر سخن آزمائی کے زمرے میں آتا ہے ۔ چنانچہ کسی مقام پر جمالِ مصطفےٰ کی جلوہ کا ریاں یا اسوۂ لازوال سید الانبیاء کی ضو پاشیاں ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر انگیزی اور کردار مصطفےٰ کی معجز نمائی بھی اس میں نظر آتی ہے غرضیکہ انوارِ نبوی کی تجلیات سے لے کر اسوۂ کامل کی عمل افروزیوں کا احاطہ بھی نعت نگاری کے حق میں شامل ہے ۔ یہ صرف مخزن اوصاف انساں اور مجموعۂ محاسن کی ہی ہمہ گیری ہے جس نے نعت کے موضوع کو فکرو تدبّر کی گہرائی کے رموز سے آشنا کیا ۔
یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ نعت صدیوں کا سفر کرتی ہوئی آج انتہائی عروج پر ہے ۔ آج کا دور اپنی مادیت پسندی کے باوجود دامنِ رحمت میں پناہ ڈھونڈ رہا ہے یہ عہد حاضر کی مجبوری نہیں بلکہ افتخار ہے کہ اس نے اپنے تشخص کا احساس نعت کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ کامیاب کوشش ۔
عہد حاضر کی نعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تحدیث نعت کا عنوان نظر آتی ہے ۔ زمین کی پستی سے عرش کی بلندی تک ایک ہی روشنی ہے جس کا ذکر الفاظ میں ممکن نہیں

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک سلسلہ پوری شان و تقدس کے ساتھ جاری ہے چنانچہ سورۂ احزاب کی یہ آیت نعت کی رفعتِ لازوال کی امین اس کی تاثر انگیزی کی اہم دلیل ہے -

ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی
یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

نعت نیاز و عجز عقیدت و اشتیاق دعا و طلب - شفاعت ہی پر منحصر نہیں ہے تعریف اوصاف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے -

نعت کا مقصد حصول خوشنودئ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اورخدا کی رضا کی طلب ہے - نعت آپ کے دلکش و نظر نواز سراپا کو آیات قرآنی اور احادیث کے متن سے صفحۂ قرطاس پر لانے کا نام ہے یہی وہ سراپائے نور ہے کہ جسے داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا :- کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کی صورت میں اس کے اسوۂ کامل کو ابد تک کے لئے معیارِ تقلید قرار دے دیا گیا ہے -

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض نبوت ابد کی انتہا تک محیط ہے ہر زمانہ آپ کا زمانہ اور ہر صدی آپ کے تذکار سے آباد ہے - ہر دور آپ کی رفعتوں کا شاہد ہے -

مطمحِ تحریر خواہ نعت کے جدید رحجانات کی عکاسی ہو یا قدیم انداز کی پیش رفت ، خطیبوں کی تقریریں ، حدی خوانوں کی لے ، شاعروں کے نغمے ، واعظین اُمت کے ارشادات یہ سب ثنائے مصطفی کیلئے وقف ہیں اور محبت و عقیدت کا سیلِ بیکراں بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے - الحمد للہ

نعت روزِ ازل سے آپ کی تقدیس و نورانیت کا بیان ہے - روزِ محشر سے لے کر آپ کی شفیع المذنبین تک آپ کی شخصیت مقدسہ کے ایک ایک لمحے کو تاریخ کے اوراق کے سپرد کیا گیا ہے -

اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کا دامن بھی وسیع ہوتا چلا گیا اور آہستہ آہستہ اس میں ایک اور موضوع کا اضافہ ہوا۔ اب آشوب ذات یا آشوب دہر کے حوالے سے ملت اسلامیہ پر وارد ہونے والے مصائب و آلام پر نوحہ خوانی کا انداز بھی نعت میں نظر آنے لگا۔ یہ انداز نعت کے قدیم دور سے لیکر آج تک نعت کے مختلف مقامات پر دیکھا جا رہا ہے اور اس نے ایک شہر آشوب کی شکل اختیار کر لی ہے اس شہر آشوب کی ایک مثال جدید نعت میں عبدالعزیز خالد کی ایک نظم کے چند شعروں میں ملتی ہے۔

عزیز خاطر آشفتہ حالاں کون دنیا میں
ترے دیوانے پکڑیں کس کا دامن یا رسول اللہ
بھرے کا زخم ذلت کب تری درماندہ امت کا
ڈھلے گی کب سحر میں شام حرماں یا رسول اللہ

یہ صورتحال ذاتی واردات غم کے حوالے سے ہو یا پوری امت مسلمہ کے رنگ میں ۔ کسی ایک مسلمان کا نقصان ہو یا سب کا ۔ سب کی نگاہوں کا مرکز اور محور ایک ہے۔ جو امت کے لئے پیغام لطف و کرم ۔ سائبان عالم ہے ۔ امید کی کرن کا طلوع ۔ فکری لحاظ سے پس ماندہ دماغوں کے لئے ذوق یقین ۔ آنکھوں کے لئے شمع آگہی ۔ جس کا لطف بے بہا اور جس کی رحمت حدود عقل سے ماورئی اور جو امت کی خستہ حالی پر مسلسل نگراں ہے۔ اگر جدید نعت کے فکری پہلو انہی رحجانات کا تقاضا ہیں۔

اس کے علاوہ نعت کے کچھ دوسرے محرکات بھی سامنے آتے ہیں اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو نعت کا اولین محرک مسلمانوں کا یہ عقیدہ نظر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر و اذکار ان کی سیرت و شخصیت سے روشناس کرانے کے مترادف ہے ان کی پیروی ۔ ان کی تقلید کی ترغیب دینا ان کے نام پر درود و سلام بھیجنا کار ثواب اور ذریعہ نجات کی خاطر ہر تحریر و تقریر میں اس کی بساط بھر کوشش موجود ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری بھی اس جذبے کو نعت کا اولین محرک قرار دیتے ہیں۔

حصول ثواب کے علاوہ بھی نعت کی تخلیق کے ارتقاد کے کئی دوسرے عناصر بھی مثلاً یہ کہ آپ کی ذات انسانیت کیلئے رہنمائی کے عظیم ہے - چنانچہ اظہار تشکر کے طور پر بھی نعت لکھی گئی ہے - ایک اور جذبہ بھی نعت کی تخلیق کا سبب ہے کہ آپ سے محبت خدائے لم یزل سے محبت ہے اور آپ کی اطاعت منشائے قدرت ہے اس رجحان سے بھی نعت کے فروغ میں مدد ملی -

صوفیائے کرام کے روحانی مشاہدات کے ذریعے بھی نعت کو ایک خاص سلیقہ حاصل ہوا - کرہ ارض پر صدیوں کے سلسلے میں خوشگن محافل میلاد اور مجالس تذکار سے بھی نعت میں تنوّع نظر آیا -

نعت کی ترویج کے سلسلے میں کتنے ہی محرکات رہے ہوں لیکن اس کا حقیقی محرک وہ غیر معمولی جذبہ عشق رسول ہے جو ہر مسلمان کا مقدر ہے زندگی کی اولین ساعتوں سے موت کی آخری سرحد تک یہ جذبہ نگاہوں کا نور اور کبھی فہم و ادراک کے لئے مہرِ عقیدت اور کبھی وارفتگی شوق کا باعث نظر آتا ہے یہی جذبہ صبح ازل سے شام ابد تک تہذیب وانسانیت انسانیت کے لئے افتخار اور روحِ ارضی کے لئے وقار کا سبب ہے - آپ کی عظمت و شوکت کے تصور سے ہی جبینِ عالم سجدہ ریز ہو جاتی ہے -

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

یہی جذبہ عشق مختلف جذبات اور احساسات کو جنم دیتا ہے - یہی عشق رسول کبھی دل میں سوز و گداز کی علامت - کبھی شمع باطن کی صورت کبھی پلکوں پر چمکتے ہوئے موتیوں کی مانند نمودار ہوتا رہا ہے اور یہی دلوں کو اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا کرنے کا باعث ہے اس کی تاثیر سے بوجھل احساسات کو تازگی اور بے جان الفاظ کو تابندگی ملتی ہے -

عہد حاضر کی نعت تعلیمات قرآنی اور فرمودات نبوی کو اظہار کا ذریعہ بنا رہی ہے اور انسانیت کے لئے اسوہ مبارک کو مشعل راہ کا مقام دیتی ہے یہ بڑا اہم رجحان ہے اور نعت کی ترویج کا سبب بھی یہی ہے -

چونکہ جناب محمد مصطفٰی رسالت مآب قرآنِ ناطق ہیں اور قرآن حکیم جناب رسالت مآب کی شان میں صحیفہ مدحت ہے

آیت آیت کی نگارش سے عیاں ہے یہ حضور
سارے قرآن کا مضمون ہے قصیدہ تیرا

چنا چہ نعت ایک حیرت انگیز تواتر سے محو سفر ہے موجودہ دور میں اور ہر آنے والے دور میں اس کی رفتار پہلے سے تیز اور اس کی آواز پہلے سے بلند اور اس کا آہنگ پہلے سے زیادہ پر خروش اور اس کا پیغام پہلے سے کہیں زیادہ پُر تاثیر ہوتا جا رہا ہے ۔ عصر حاضر کی نعت کا اپنا انداز اور اسلوب ہے اس میں کسی مقام پر صورت مصطفٰی کی عکاسی اور کسی مقام پر سیرت کے اظہار پر زور اور کہیں ذاتی غم کے حوالے سے بات کہنے کا انداز نمایاں ہے ۔ لیکن جدید رجحانات کے حوالے سے نعتیہ شاعری میں اکثر و بیشتر ملت اسلامیہ کا استغاثہ حضور کے دربار اقدس میں پیش کرنے کا انداز بھی ملتا ہے ۔ آشوب ملت کے حوالے سے اپنی لاچاریوں کی عکاسی بھی اس دور کی نعت کا مقصود و مطلوب ہے ۔

آپ کا اسم گرامی " محمد " مشتق ہی حمد سے ہے جس کے معنی تعریف کیے ہیں محمد وہ انسانِ کامل اور انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں جن کی تعریف ہمیشہ ہوتی رہے گی ۔

نعت نگاری کا تصور مختلف رنگ و نسل زبا ن و بیان اور زما ن و مکان سے بھی عبارت ہے اور زمانوں کے پس منظر کے جائزے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نعت نگار شعراء کی ایک بڑی تعداد اس موضوع کی طرف رجوع رہی ہے خواہ اس نعت نگاری کو تاریخ کے حوالے سے دیکھا جائے یا روایت کے نظریہ سے شعر و سخن کا افتخار یہی موضوع ہے اور اس کی عظمت لازوال اور مستند ہے ۔

عصر حاضر کی جدید رجحانات کی نعتیہ تخلیقات کے مطالعے سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں کی کوتاہ نگری کم مائیگی اور عجز سامانی

کا آج بھی وہی عالم ہے جو مدتوں پیشتر تھا۔ چونکہ اس ذات والا صفات صاحب لولاک حضرت محمد ﷺ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت و ثناء سے کما حقہٗ عہدہ برآ ہونا آسان نہیں جو ممدوح کائنات ہی نہیں محبوبِ خدا بھی ہے جس کی مدحت و توصیف انسانیت کیلئے ہی نہیں اللہ کو بھی مرغوب ہے حق تو یہ ہے کہ

تھکی ہے فکر رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کے لئے

" دیباچہ "

اردو میں نعت گوئی اب ایک ایسا مضمون بن گیا ہے جس کی جانب ارباب علم و ادب کی توجہ اور فکر مستقل مرکوز ہے - بلکہ اس کی شان وعظمت میں اضافہ خاص طور سے اسی دور کا امتیاز ہے - گوکہ اردو کی نعتیہ شاعری بھی اسی قدر قدیم ہے جس قدر کہ عام اردو شاعری چنانچہ نعتیہ شاعری کا قدیم دور کا اچھا خاصا سرمایہ موجود ہے یہ اور بات ہے کہ دور قدیم میں اس کرہ ارض پر اس کی اہمیت اور افادیت کا عکس ذہن انسانیت پر منعکس ہونے کے بجائے دھندلاتا رہا اور اس شعری صنف کو ایسی اچھوتی اور انھونی شے تصور کیا گیا جو صرف مسجدوں منبروں تک محدود ہو - یا کبھی کبھار میلاد کی محفلوں کے سجانے کا ذریعہ یا اہلِ دین کی تقاریر میں اس کی کوئی جھلک نظر آجاتی تھی - امت مسلمہ میں شعر و سخن سے تعلق ظاہر کرنے والوں کے قلم کو یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ اس موضوع کی عظمت و رفعت کو اردوادب کی صف اول کی چیز سمجھ کر پیش کریں -

اس کے برعکس 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد زندگی نے ایک نئی کروٹ بدلی اور آزادی کی جدوجہد میں ناکامی ایک انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی دراصل یہ انقلاب ایک نئے خیال کی شکل میں نمودار ہوا اور اس احساس کی ہمہ گیری نے علمی اور ادبی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اسی دور سے سادگی اور حقیقت پسندی ادب و شاعری میں داخل ہو گئی - اسی جدید رحجان کے تحت تکلف و تصنّع سے اظہار خیال میں پرہیز کیا جانے لگا اور وہ مضامین و موضوعات مرغوبِ خاطر نظر آئے جن کا تعلق زندگی سے تھا چنانچہ اسی دور سے " اردو ادب " ایسی نظموں سے مالا مال ہوتا گیا جن میں مختلف تجربات اور فکری پہلوؤں کی ترجمانی سرفہرست نظر آنے لگی - جس کے تحت تاریخی سیاسی اور اخلاقی مضامین بھی " ادب " میں پائے جانے لگے -

اسی دور سے نعتیہ شاعری نے بھی ماضی سے الگ ایک نئی طرز سخن کو جنم دیا اسی صورتحال نے نعتیہ شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی ۔

قیام پاکستان کے پیدا کردہ فیوض و برکات کا عصر حاضر بھی ممنون اور معترف ہے ۔ جس نے اردو کی نعتیہ شاعری کو نگاہ بلند سخن دلنواز سے آشنا اور ممتاز کیا اور اس دور میں حقیقت پسندی اس کا اہم ترین ثبوت ہے ۔ لہذا اب نعتیہ شاعری صرف جذباتی رجحان کی حامل نہیں رہی ۔ آج کے نعت گو شعراء میں اکثر و بیشتر کا مطمح نظر یہ ہے کہ وہ جمال محمدی پر والہانہ فریفتگی کی رسمی کیفیت کو پیش نظر رکھنے کے بجائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و سیرت پاک کو زندگی سے ہم آہنگ سمجھکر نعتیہ شاعری میں پیش کریں ۔

چنا چہ ہر دور کے کچھ انقلابی تقاضے ہوتے ہیں اور انہی کے ذریعے دنیا کے تمام علوم و فنون ترقی پذیر ہوتے ہیں ۔

میں نے اپنے اس تحقیقی کام کے سلسلے میں پاکستانی دور کے تمام نعتیہ ادب کی چھان بین کی ہے اور اس معاملے میں دقت نظر سے کام لینے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ نعتیہ شاعری کے فروغ اور جدید رجحانات کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ رہ جائے ۔ بلکہ اس کام کے دوران میں نعتیہ شاعری میں جو اور جیسے جیسے تغیرات پیدا ہوتے رہے ان پر بھی کڑی نظر رکھنے کی حتی المکان سعی میری اس تحقیق کا حاصل ہے ۔

یہ مقالہ عصر حاضر کی نعتیہ شاعری کا اس نوعیت کا حامل جائزہ ہے جس میں نعتیہ شاعری کے نت نئے معیارات ، عصری تقاضے ، تازہ روشنی ، نئے تجربات و مشاہدات اور نئے احساسات کے مختلف رنگ اور آہنگ کو پیش کرنا ہے ۔ لیکن اردو نعت کے جدید رجحانات کی عکاسی اور اسی موضوع کا تنقیدی پہلو سے جائزہ اس کا خاص نقطہ نگاہ ہے ۔

اسی رجحان کے اعتبار سے نعتیہ شاعری کے مخصوص انداز مختلف نئے پہلوؤں پر اختصار سے بحث اس میں شامل ہے ۔

اس کے علاوہ ایسی طویل نعتیہ نظموں کی تشریح و توضیح بھی اس میں موجود ہے جن کے اشعار میں قرآن و حدیث کے مضامین کے مستند حوالوں سے سیرت مبارکہ کا بیان ہے -

اس مقالے میں جدید نعتیہ رجحان کے ہی تحت ایسی نظموں کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے جن کے مضامین آشوب دہر اور آشوب ذات کی عکاسی کے زمرے میں آتے ہیں - اس کے علاوہ ان میں امت مسلمہ پر اچانک وارد ہونے والے رنج و غم کی داستان پر مبنی ان نظموں کی تشکیل کا تجزیہ بھی ہے -

ایسی نعتیہ شاعری کا بغور مطالعہ کیا گیا ہے - اقبال، مولانا جوہر یا ظفر علی خان کے انداز نعت کی پیروی یا تتبع میں کی گئی یا جس نے ان سے اثرات قبول کئے -

اس مقالے میں اردو کے عصرِ حاضر کے صرف ممتاز شعراء کو شامل کیا گیا ہے جن کی نعت گوئی کے میدان میں ایک مستقل حیثیت ہے اور جنہوں نے اس کی طرف خاص توجہ کی ورنہ یوں تو نعتیہ اشعار تقریباً ہر چھوٹے بڑے شاعر کے کلام میں لازماً پائے جاتے ہیں - اس مقالے میں اردو ادب کے مشہور شعراء کے علاوہ بعض ایسے شعراء کے نعتیہ کلام کا بھی ذکر ہے کہ جن کا نعتیہ کلام ادبی حیثیت رکھتا ہے لیکن عصر حاضر کے ادبی تذکروں اور تاریخ میں جن کا ذکر نہیں ملتا - جن شعراء کو اس کے لئے منتخب کیا گیا ہے ان کے مقام کا تعین ادبی حیثیت سے کیا گیا ہے - اس کا جواب ان کے کلام پر تبصرہ میں ملے گا -

شعراء کے حالات پیش کرنے میں بالکل سعی نہیں کی گئی ہے اور نہ ان کی شخصیت سے کوئی بحث کی گئی ہے بلکہ شاعر کے نعتیہ رجحانات کو پورے طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے اور انہی رجحانات کی دریافت اور چھان بین اور جانچ پرکھ کے ساتھ ان کے نعتیہ کلام کی طرف رجوع کیا گیا ہے - جن شعراء کی نعتیہ شاعری پر بحث کی گئی ہے ان کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کیا گیا ہے - کلام پر تبصرے کے ساتھ نعت کی رجحان کی نشان دہی کیلئے نمونۂ کلام اس قدر ضرور پیش کیا گیا ہے کہ کلام کی قدر و قیمت کا اندازہ

ان اشعار سے بخوبی ہو جائے گا -

بعض مقامات پر اس تبصرے میں دیگر ناقدین کی رائے کو شامل کرکے سیر حاصل بحث کی گئی ہے - جن جن شعراء کا کلام پاکستان کے منفرد اور وقیع حیثیت کے حامل نعت نمبر اور خیرالبشر نمبر یا سیرت نمبرادبی جرائد ورسائل میں شائع ہوا ہے ان کا بھی بغور مطالعہ کیا گیا ہے اسی موضوع " اردو نعت کے جدید رحجانات " کی تعمیر و تشکیل میں جو بھی عصر حاضر کی جدید شاعری کے ضمن میں نظر سے گزرا اور دیگر کتابیں جو اس مقالے کی تیاری میں پیشِ نظر رہی ہیں - ان کے نام اور تفصیل فہرست میں شامل ہیں

اس سلسلے میں چند ضروری امور " تمہید " میں بیان کئے جا چکے ہیں ان کا اعادہ طول کلام کا باعث بنے کا لہذا اس سے گریز کیا جا رہا ہے

اس موضوع پر اپنی تحقیق و جستجو کا ماحصل اہل نظر کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اس میں جن جن معاونین کا تعاون حاصل ہوا ہے ان کا ذکر کرنے کے بجائے دل میں ایک جذبہ تشکر ہے جو یقینا ان تک پہنچ جائے گا اس لئے اس کا اظہار لفظوں میں نہ کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں -

باب اول

"جدید نعت گوئی میں موضوعات کا تنوع"

جدید نعت گوئی میں موضوعات کی توسیع سب سے پہلے حالی کی نعتیہ شاعری میں نظرآتی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے توبیجا نہ ہوگا کہ اردو نعت کے جدید رحجانات کا آغاز ہی حالی کی اس طویل نعتیہ نظم مسدّس کے ذریعے ہوا۔ مسدّس کا نعتیہ بیان خلوص ، محبت ، درد ، تڑپ اور جناب و شوق میں تو ڈوبا ہوا ہے ہی ۔ لیکن اس میں مختلف موضوعات بھی نظر آتے ہیں مثلاً مسلمانوں کی اخلاقی ، معاشی ، معاشرتی اور سیاسی زبوں حالی کے موضوعات کو اس میں اٹھایا گیا ہے اور ان کا علاج تعلیمات محمدی کو عملی طور پر اختیار کرنے میں تلاش کیا گیا ہے۔ مسدّس نہ تو خود مختصر نوعیت کی حامل ہے اور نہ مزکورہ موضوعات کا مختصر بیان ہے چنانچہ اس نظم کے چند اشعار اس مقصد کے تحت پیش کئے جارہے ہیں جن سے جدید نعت گوئی کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ اشعار مقدمہ مسدس حالی کے صفحہ نمبر44 سے ماخوذ ہیں ۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے در گزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

حالی کے بعد بیسویں صدی کے بیشتر شعراء نے نعتیں کہی ہیں جن میں قابل ذکر شعراء یہ ہیں امیر مینائی ، محسن کاکوروی ، شبلی اور علامہ اقبال ، مولانا ظفر علی خان ، حفیظ جالندھری ، ماہرالقادری وغیرہ نے بھی نعتیہ شاعری کے جدید طرز کی نشاندہی کی ہے جس میں موضوعات کی رنگا رنگی نمایاں ہے ۔

سرسید احمد خان کی علمی تحریک اور برِصغیر میں مسلمانوں کی بعض دوسری تحریکوں نے بھی اردو شعراء کو متاثر کیا اس کے تحت جہاں دوسرے مذہبی موضوعات پر طبع آزمائی ہوئی خصوصاً نعت گوئی کی جانب بھی بڑے شعراء متوجہ ہوئے یعنی وہ رحجان تھا جس کی بناء پر روائیتی انداز کی نعت گوئی سے بالکل ہٹ کر نعتیں کہی جانے لگیں ۔

دور جدید کے شعراء میں سب سے اہم اور ممتاز نام اقبال کا ہے اقبال بھی مولانا حالی کی طرح رسمی معنوں میں نعت گو شاعر نہ تھے ۔ اسلامی تہذیب اور تاریخ نعت گوئی کے حوالے سے نعت کے موضوع کو جس انداز اور جس تواتر سے انہوں نے اپنی شاعری میں اختیار کیا کم شعراء نے یہ رنگ اپنایا ہے ۔ اسلامی فکرو فلسفہ کا مکمل خلاصہ ان کی نعتیہ شاعری میں پورے طور پر نمایاں ہے ۔ اقبال کی شاعری کا خاص کمال یہ ہے کہ اس میں نعت کے موضوع میں حضور اقدس کی زندگی اور پیغام کو فلسفے کی اساس کے طور پر استعمال کیا ہے ۔ اس کے ساتھ اقبال کی شاعری میں جو مضمون ملتا ہے یہاں تک کہ نگاہ عشق و مستی میں صرف یہی ایک حقیقت جلوہ فرما ہے ۔ یہ فکرو نظر کی گہرائی کی حد ہے ۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

چنانچہ اقبال کی نعتیہ شاعری میں قدم قدم پر ایسے موضوعات نظر آتے ہیں جن میں حضور اقدس کے ذکر کے ساتھ عشق رسول کا مضمون ضرور ملتا ہے۔ ان کے یہاں ایمان کی اصل یہی ہے۔ اقبال کی تعلیمات کا مرکز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ ان کی شاعری کا اصل موضوع یہی ہے کہ وہ آپ کی سیرت پاک میں حیات انسانی کیلئے مکمل نمونہ دیکھتے ہیں۔ ان کی شاعری زندگی کی جو تفسیر پیش کرتی ہے اس کا تعلق صرف اسوہ حسنہ سے ہے۔ انہوں نے اس ایک مضمون کو فلسفیانہ رنگ دے کر مختلف طریقوں سے پیش کیا ہے۔ ان کا "مرد مومن" "مرد قلندر" اور "مرد خودی" اسی بارگاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ اس ضمن میں اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اقبال کی شاعری اخلاقی اور روحانی مقاصد پر مبنی ہے۔

اقبال کے ہمعصروں میں مولانا ظفر علی خان کا ایک ممتاز مقام ہے نعت کے موضوع پر انہوں نے جو کچھ کہا ہے ان کے مذہبی جوش طبع کا اظہار ایک طرف خوبصورتی اور دلکشی لئے ہوئے ہے اور اسی جوش وجذبے کے تحت نعتیہ کلام کا حسن و اثر دوبالا ہو گیا ہے۔ دوسری طرف مولانا کی نعتیہ شاعری میں موضوعات کی رنگا رنگی نظر آتی ہے۔ اس میں نعتیہ قطعات اور نعتیہ نظمیں کسی خاص صنف و ہیئت میں نہیں بلکہ مختلف صنفوں اور ہیئتوں میں ہیں ان کی نعتیہ شاعری کا موضوعاتی کینوس بھی اقبال کے طرز پر بہت وسیع ہے اور اس کی وضاحت ان کی نعتوں کے چند اشعار کے تحت ہی ہو سکتی ہے ؎

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

....

وہ اٹھا خاک بطحا سے سعادت کا امیں ہو کر
علم بردار حق بن کر بہ سالار دیں ہو کر
خدا نے اس کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے
چھپا ہے اس کا ہر تو نورِ صبح اولیں ہو کر

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنّا تم ہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو

ظفر علی خان کے بعد دور حاضر میں ماہرالقادری کی نعتیہ شاعری بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے انہوں نے اپنی نعتیہ نظموں کے لئے جسو مضامین منتخب کئے ہیں ان سے مقصدی رنگ واضح ہوتا ہے مثلاً "یا ایہا الذین آمنو صلو علیہ و سلموا تسلیما" کے تحت جو سلام لکھا ہے اس میں مولانا حالی کے مسدّس کے مشہور بندوں کا انداز جھلکتا ہے۔ ؎

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں

اس سلام میں حضور اقدس کے اسوہ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے گویا سیرت کے موضوع کے تحت ایسا مرقّع نظر آتا ہے جس میں انسانیت کیلئے بصیرت بھی ہے اور ہدایت کا سامان بھی۔

جدید نعت گوئی میں ماہرالقادری کے نعتیہ کلام کے رنگا رنگ نمونے ملتے ہیں جن کی خصوصیات یہ ہیں کہ بیان شگفتہ اور روح افزا ہے۔

ایک اور مثال اس ضمن میں یہ نظر آتی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا مضمون اکثر نعت گو شعراء نے نظم کیا ہے اس میں نہایت شگفتہ مضامین بڑے سلیقے اور تسلسل کے ساتھ پیش کئے ہیں۔

اس خصوص میں مولانا حالی ، محسن کاکوری ، حفیظ جالندھری محشر رسول نگری قابل ذکر ہیں۔

(1 - مولانا ظفر علی خان - بہار داستان - صفحہ نمبر 33)
(2 - ماہر القادری - ذکر جمیل - صفحہ نمبر 45)

کاکوروی

مولانا حالی کے اختصار کا اعجاز محسنؔ کاکوروی کی صبح تجلی کی لطافت اور فروغ تجلی حفیظ کی روح افزا تمہید اور محشر رسول نگری نے جو کچھ کہا ہے رسول کی محبت میں ڈوب کر کہا ہے ۔ مثلا

نظروں سے چومتا ہوں مدینے کے بام و در
کرتا ہوں پھر ثنائے شہنشاہ بحرو بر
میں چل رہا ہوں تیغ برہنہ کی دھار پر
سرمست ہوں اگرچہ فروغ نشاط سے
رکھتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے

یہ تو چند اشعار ہیں ۔ اسی نوعیت کے اشعار پر مبنی پوری پوری نظمیں کتابی شکل میں محشر رسول نگری کی موجود ہیں ۔ جن میں حضور سرور کائنات کی مکمل سیرت کا بھی احاطہ کیا گیا ہے اور اس کی تفسیر بھی ان کتابوں کے نام فخر کونین حصہ اول اور فخر کونین حصہ دوئم ہیں۔ یہ کتابیں آنحضور کی ولادت کے بیان کی بھی نشاندہی کرتی ہیں ۔ اس مقالے کے دوسرے ابواب میں بھی محشر رسول نگری کی نعتیہ شاعری کا ذکر آچکا ہے ۔ ان کی دونوں کتابیں فخر کونین اول اور دوم میں حضورؐ کی سیرت کے موضوع کو خاص طور سے اختیار کیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ حفیظ جالندھری کے نعتیہ کلام کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نعت گوئی کا سرچشمہ بھی حضور اقدس کا اسوہ حسنہ ہی ہے ۔ اس رحجان کی عکاسی ان کے اکثر و بیشتر اشعار سے ہوتی ہے ۔

تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہ نامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست نامے کی

مجھے ہے طاقت کی فکر میں اللہ سے ڈرتا ہوں
ادب لازم ہے محبوب خدا کا ذکر کرتا ہوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہہ دیکھا اجالے کا
بیاں میں اختصار و سادگی ملحوظ رکھی ہے
بڑی مشکل سے جان واقعہ محفوظ رکھی ہے
وہ سادی کملی والا جو شہنشاہوں کا آقا تھا
جسے مرغوب سادہ زندگی تھی فقر و فاقہ تھا
اسی کی زندگی نے زندگی کو زندگی بخشی
گلوں کو رنگ ماہ و مہر کو تابندگی بخشی

(دیباچہ شاہ نامہ اسلام۔ صفحہ 15)

تاہم جدید نعت گوئی کے تحت موضوعات کی رنگا رنگی کا انحصار صرف انہی شعراء پر نہیں ہے جن کا تذکرہ اس بات کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی نعت گوئی کے جدید رحجانات کے حوالے سے موضوعات کا تنوع نظر آتا ہے اس میں بعض شعراء نے بالکل نئے تجربے کئے ہیں۔ ان میں کسی نے اردو نعت کو قوم و ملک کی سیاسی و تمدنی زندگی سے ہم آہنگ کر کے ایک نیا روپ دینے کی کوشش کی ہے۔ ان میں عبدالعزیز خالد جن کے متعدد نعتیہ مجموعے اس موضوع کی نشاندہی میں پیش پیش ہیں۔ بالخصوص ان کی طویل نعتیہ نظم " فار قلیط " بالکل منفرد اور اچھوتے انداز کی حامل ہے۔ اس کا رنگ و آہنگ ہی منفرد نہیں ہے بلکہ اس میں حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے ہر ہر پہلو کو موضوع بنانے کی ترجمانی اور سعی بڑے مدلل اور جامع طور پر کی گئی ہے۔ بنی نوع انسان کے فخر کی ضمانت آپ ہی کی ذات بہ برکات ہے۔ اس کی مثال فار قلیط[1] کے اشعار میں نظر آتی ہے۔

تیری ذات فخر بنی نوع انساں
تو ملی طلے خیر خلق خدا ہے

(1۔ عبدالعزیز خالد ۔ فار قلیط ۔ صفحہ نمبر 12)

تجلی سے چہرہ ترا ارغوانی
تو خورشید روز و مہ چاروہ ہے
تری ذلف ہے بدر کے گرد ہالا
چکور آتش رشک میں جل رہا ہے
وقار سکوت اور حسن تکلم
تجھے دینے والے نے کیا کیا دیا ہے[1]

موضوعات کے لحاظ سے ان کی نعتیہ نظموں شاعری بھی فکری اور فکری بحث اور اسلامی تاریخ و تمدن اور فلسفے سے عبارت ہے -

جدید نعت میں رنگا رنگ نمونے اور پرکشش موضوعات ، الفاظ اور ندرت خیال کے مختلف زاویئے عبدالعزیز خالد کی ایک اور تصنیف "حمطایا"[2] کی نعتیہ شاعری میں بھی نظر آتے ہیں - پاکستانی نعت نگار شعراء کے ہاں اس قسم کی ترقی یافتہ شاعری زبان کے اعتبار سے - الفاظ کے استعمال اور جدت کے لحاظ سے اور اظہار کے اس طرح کے پیرائے بہت کم دیکھنے کو ملیں گے عبدالعزیز خالد نعت نگاری میں سب سے جدا اور سب سے مختلف روش پر گامزن ہیں - اس روش کی مثالیں حمطایا سے ہی ماخوذ اشعار میں نظر آتی ہیں -

اے شمال والے جنوب والے زہور والے صبا!
شش جہت پھیلی ہے خوشبوئے نگار دلربا
کیفی اس خم کا ہوں جس پر ہو ختام مُشکِ ناب
کیسے راس آئے سوقند کو مئے آمیختہ
مل کے کرتے ہیں ثنا جس کی ستارے صبح کے
آخر شب مجھ کو بھی یارب جھلک اس کی دکھا
انفس و آفاق جس کے نور سے ہیں متنیر
کہکشاں اک نقش پا جس صاحبِ معراج کا[2]

---

1 - عبدالعزیز خالد - فار قلیط - صفحہ نمبر 22
2 - عبدالعزیز خالد - حمطایا - مطبوعہ شاہ اینڈ سنز پرنٹرز لاہور - صفحہ 11 تا 12

نوع بشر کا محسن اعظم
آنکھ ہمیشہ جس کی پرنم
جس کے فیض کا چشمہ زمزم
صلی اللہ علیہ و سلم

حق و حبیب و رسول سلیم
قاسم و قسیم و خاتم و خاتم
صلی اللہ علیہ وسلم

سرآمد اولاد آدم
جس کا پیام ارحم ترحموا
جس کا کلام اسلم تسلم

صلی اللہ علیہ وسلم ۲

اسی انداز کی حامل احسان دانش کی طویل نعتیہ نظم کو مسدس کے انداز میں ہے لیکن اس میں حضور سرور کائنات کی سیرت مبارکہ غالباً تمام تر پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس نظم کا شعری رحجان جدید ہے اس کے اشعار کی روشنی میں کہیں آپ محسن اعظم ، کہیں مدبرؔ و مفکر ، کہیں عظیم رہنما اور کسی مقام پر قانون دان اور کہیں منصف اعلی اور کہیں مسیحائے قوم ، کہیں نور اور شفیق انسان کامل ، ہمدرد، غمگسار ہادیٔ و رہبر غرض کہ جا بجا یہی خیالات اس نظم کے اشعار پیش کرتے ہیں اس کی مثالیں اس طویل نعتیہ نظم " دارین" کے اشعار میں ملتی ہیں

---

۱ محولہ بالا
1 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ حمطایا ۔ ~~مطبع شاہ اینڈ سنز پرنٹرز اشاعت طبع دوم 1983~~
صفحہ نمبر 91
ایضاً ، ص ۹۲ ۔
2 ۔ ~~عبدالعزیز خالد ۔ حمطایا ۔ مطبع شاہ اینڈ سنز پرنٹرز اشاعت طبع دوم 1983 صفحہ 92~~

تیرا بیاں لطیف ، تیرا قول معتبر
پست و بلند ہر دو جہاں پر تری نظر
تیرا شعور و فکر ہے میزان خیر و شر
تو آخری رسولؐ ہے یا سید البشر [1]

انسانیت کو تو نے وہ آئین دے دیا
گویا پیام نازش و تمکین دے دیا
عالم کو ذوق جلوہ و تزئین دے دیا
تو نے دلوں کو مژدہ تسکین دے دیا [2]

تاہم عصر حاضر میں نعتیہ شاعری کا رحجان بالکل بدلنا شروع ہو گیا ہے اس دور کی نعتیہ شاعری کسی نہ کسی مقصد کے پیش نظر اپنا مقام حاصل کر رہی ہے -

اس بدلے ہوئے انداز یعنی جدت کی بہترین مثال مظفر وارثی کی نعتوں میں بھی نظر آتی ہے ان کی نعتیہ تخلیقات ہیئت کے لحاظ سے رنگ و آہنگ ~~آہنگ~~ کے منفرد رویہ کی بناء پر - بالکل نئے انداز پر منحصر ہیں اس کے علاوہ ان کے ہاں نعتیہ شاعری کے ایسے نمونے نظر آتے ہیں جن میں نئے تجربے کئے گئے ہیں خواہ الفاظ کا استعمال اشارات و تشبیہات کا ذکر - سب میں منفرد انداز ہے -

---

1 - احسان دانش- دارین - مطبوعہ جسارت پرنٹرز سرکلر روڈ لاہور اشاعت 1974 صفحہ نمبر 16

2 - ~~احسان دانش- دارین - مطبوعہ جسارت پرنٹرز سرکلر روڈ لاہور اشاعت 1974 صفحہ نمبر17~~ ایضاً، ص ۱۷ -

ایک نظم کے چند اشعار اس رحجان کی نشاندہی کرتے ہیں ۔

کُل عالم جس کی کُٹیا جس کی پرچھائیں سویرا
وہ ہے رسول میرا
دیکھ نہ پائے اتنے پس منظر میں نگاہ صفری
آدم کی تخلیق ہے جس کے نام کا پہلا قطرہ
وہ ہے رسولؐ میرا
جس کی کملی کے سائے میں آنکھ سحر نے کھولی
جس کے لہجے میں ہم تک پہنچی قدرت کی بولی
جس کے چاروں سمت خدا نے اپنا نور بکھیرا
وہ ہے رسولؐ میرا ؎۱

....

صلی صلیٰ صلی صلیٰ
تخلیق دیوان سحر
کردار معراج نظر
پیغام حیّ علیٰ الصلوٰۃ
صلی صلیٰ صلی صلیٰ

عصر حاضر کی نعتیہ شاعری جس طرح کہ جدت اور انفرادی انداز کو اپنا شعار بنا رہی ہے جیسے کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل علامہ اقبال اور مولانا حالی کا شمار رسمی نعت لکھنے والوں میں نہیں ہوتا اس کا ذکر اس جائزے کے شروع میں کیا جا چکا ہے کہ تہذیب اسلامی اور تاریخ نعت گوئی کے حوالے سے نعت جیسے موضوع کو جس انداز اور جس تواتر سے انہوں نے اپنایا کم لوگوں کو یہ مقام حاصل ہوا ہے اسلامی فلسفہ و فکر ان کی شاعری کا خلاصہ ہے ۔

---

۱ ۔ مظفر وارثی ۔ باب حرم ۔ مطبوعہ م ۔ ع سلام آئینہ ادب ۔ اشاعت 1976ء انار کلی لاہور ۔ صفحہ نمبر 47

قیام پاکستان کے بعد جن شعراء نے رسمی اور روائیتی قسم کی نعتیہ شاعری کو اپنی فکر کا محور اور مرکز نہیں بنایا ان میں متعدد شعراء کا ذکر اس باب میں شاعری کے حوالوں کے ساتھ موجود ہے یہ وہی شعراء ہیں جنہوں نے اسلامی تمدن و تاریخ اور فلسفے کی بنیاد پر اپنی نعتیہ فکر کو مرتب کیا ہے اور سیرت پاک کے حوالوں سے نعت کہی ہے اور اس کی اہمیت کو جا بجا محسوس کیا ہے -

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عصر حاضر میں بہت سے شعراء ایسے بھی ہیں جنہوں نے مسدّس اور مثنوی کو نظر انداز کرکے جدید ہئیتوں کو موضوع کا متحمل بنایا ہے اور مختصر نعت کے بجائے آنحضرت کی پوری زندگی اور سیرت کے تمام پہلوؤں کو طویل نظم کی صورت میں پیش کیا ہے - اور کسی مقام پر درود ، مناجات اور سلام کو بھی نعت کا موضوع بنایا گیا ہے -

اس قسم کی نعت گوئی کے ضمن میں اس باب میں وہ شعراء موجود ہیں جن سے نعت کی مزکورہ بالا اقسام عبارت ہیں -

اس تمام بحث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ بہرحال اس طرح موثر اور اعلیٰ و پاکیزہ نوعیت کی نعتیہ شاعری روز بروز نئے رنگ و انداز میں سامنے آرہی ہے -

اس عروج میں اضافہ نعت گوئی کے لئے بڑا نیک فعال ہے اور نتیجہ خیز بھی -

باب دوم (۲)

باب دوم

قوم و ملک کی سیاسی و تمدنی زندگی سے ہم آہنگ نعتیں

عصر حاضر کی نعتیہ شاعری کے فکرو آہنگ میں قوم و ملک کی سیاسی و تمدنی زندگی کے مسائل نظر آنے لگے ہیں برصغیر میں اس کے لئے سب سے پہلے مولانا حالی نے قلم اٹھایا تھا انہوں نے نعت میں سادگی اور پرکاری کا رحجان پیدا کرکے بناوٹ اور تضع سے نعتیہ شاعری کو نجات دلائی ایک اوراہم اور قابل توجہ احساس جو انکی نعت میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی مقبول ترین طویل نظم مسدس (مدوجزراسلام) میں مسلمان قوم کے سیاسی اور سماجی اور معاشرتی حالات کا تجزیہ کیا - ان کی شاعری کی اس روش کا بعد کے شعراء نے گہرا اثر قبول کیا -

چونکہ یہ لازمی امر ہے کہ عام شاعری ہو نعتیہ شاعری وہ اسی فضا اور ماحول کا نتیجہ ہوتی ہے جس میں وہ پیدا ہوتی ہے اور اسی میں وہ عروج بھی پاتی ہے - خواہ سیاسی حالات ہوں یا اس دور کی تاریخ یا جغرافیائی ماحول یا کوئی انقلاب ہو یا کوئی تحریک یہ سب اس دور کی شاعری پر اثر انداز ہوتے ہیں -

چنانچہ بیسویں صدی میں ادب و شاعری میں جو انقلاب رونما ہوا اس نے نعتیہ شاعری پر بھی اثر ڈالا اسی رحجان کے تحت اب نعتیہ شاعری روائتی انداز کو ترک کرکے حقیقت کی طرف راغب ہوئی اور اس کی تشکیل میں خیال و فکر کی جدت پیدا ہوئی - اس رحجان نے نعت گو شعراء کو حیات و کائنات کے تمام موضوعات اور مسائل پر سوچنے غور کرنے اور سخن طرازی کا موقع فراہم کیا - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ادبی اور شعری انقلاب کی باز گشت ایک تواتر کے ساتھ عصر حاضر کی نعتیہ شاعری میں موجود ہے -

تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد کے شعراء کی نعتیہ شاعری ملک و قوم کی سیاسی اور تمدّنی زندگی کی عکاسی کرتی ہے اس کا پتہ احسان دانش مرحوم کی " دارین" سے ملتا ہے جس میں آشوب عصر اور پامالئ دین کا شدید احساس موجود ہے۔ یوں تو احسان دانش کی نعتوں میں حضوؐر سے بے پایاں محبت الم نشرح ہے اور سیاسی و تمدنی اثرات بھی نظرآتے ہیں ۔

تہتر بندوں پر مشتمل نعتیہ مسدس " دارین" تازہ کاری اور ندرت اسلوب کے باعث نعتیہ ادب میں ایک مستقل مقام رکھتا ہے یہ مسدس 1974 میں لکھا گیا یہ دور پاکستان کی تاریخ میں شدید سیاسی افراتفری اور قہر و قیامت کا دور تھا ۔ شدید ظلم و ستم ۔ اخلاقی بے راہ روی ۔ سیاسی سیاہ کاری اور گندم نما جو فروشی نے جو صورتحال پیدا کی اسکے نتیجے میں اس مسدّس نے جنم لیا۔

اس مسدّس کے آغاز کے چار بند حمدیہ ہیں اس کے بعد اس میں اسی فرماں روائے قلب و نظر کے محاسن اور فضائل بیان کئے گئے ہیں جس نے عرب کے مردہ تمدن میں جان ڈالی پامالیوں کو منصب گردوں حشم بخشا ۔ اٹھائیس انیس بندوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض اورسیرت کے متنوع رخ منفرد اسلوب میں نظر آتے ہیں ۔

اس کے بعد اس میں امت مسلمہ کے آشوب اور اوبارہ اُمت سے خطاب کرکے درد مندانہ اور طنزیہ پیرائے میں اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں استفسار بھی ہے کہ پہلی سی جرأت ایمانی اور حرارت دینی کہاں گئی ایسا کیوں ہے ؟ ؟

قوم کے تمام طبقات شدید بے حسی ۔ رسم پرستی اور پخ بستگی کا شکار ہیں یوں دانش صاحب نے مسلمان قوم اور اس کے افراد پر طویل فردِ جرم عائد کی ہے اور آخر میں اس صورتحال سے نکلنے کے لئے اتباع رسول کی طرف مائل کیا ہے ۔

حفیظ تائب نے "داریں" کو اردو کی نعتیہ شاعری کا ایک اہم سنگِ میل قرار دیا ہے۔ یہ مسدّس عہدِ جدید میں ملت مسلمہ کو لاحق روحانی اور اخلاقی امراض کی نشاندہی کرتا ہے۔ بلیغ انداز کا حامل ہے مثلاً ؎

پھیلی ہے تیری شمع رسالت سے روشنی
تجھ سے چلا ہے دہر میں آئین مصطفی
جب تو نہ تھا ذلیل تھا دنیا میں آدمی
بخشی ہے موت کو تیری حکمت نے زندگی

(از احسان دانش۔ داریں۔ صفحہ 29)

تو واضعِ اصول ثقافت ہے سر بسر
تیری جبیں سے صبح تمدّن ہے جلوہ گر
اکسیرجاں نواز تری خاک رہگزر
تو مہر بیمثال ہے، یا شاہ بحرّو بر
اے امت غنودہ مائل بہ انتشار
جب کیوں ہے بول پوچھ رہا ہوں میں بار بار
کہتے تھے خود کو تم یہ قدرت کا شاہکار
اور اب جہاں جہاں ہو غلط گو زبوں شعار
پہلے جو تھی وہ غیرت و جرأت کہاں گئی
وہ خون کیا ہوا وہ شجاعت کہاں گئی [1]

اسی دور کے دوسرے شعراء کی نعتیں بھی تمدّنی او سیاسی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ اس کا اندازہ انکی نعتیہ شاعری سے ہوتا ہے کہ ماحول کی کشا کش اور حالات کی گوں نا گوں رنگ کس طرح ان کی نعتیہ شاعری میں نظر آتے ہیں۔

1۔ احسان دانش۔ داریں۔ مطبوعہ جسارت پرنٹرز 24 سرکلرروڈ لاہور اشاعت 1974۔ صفحہ 17

ہجوم یاس و غم میں صبر کا دامن نہ چھٹ جائے
رُخِ چشم عنایت اب ادھر ہو یا رسول اللہ
مٹے پھر عالم اسلام سے تفریق کا فتنہ
یہ ملت پر بہم شیر و شکر ہو یا رسول اللہ
خدا را کیجئے پھر آبیاری کشت ویراں کی
نہالِ آرزو پھر باروَر ہو یا رسول اللہ [1]

قمر صدیقی کی شاعری بھی اسی ماحول کی عکاسی کرتی ہے جس میں غم و آلام سے گھبرا کر انسان آپ کی طرف رجوع ہوتا ہے اس کے علاوہ اسے درد و غم کا علاج کہیں بھی میسر نہیں آتا۔

غموں کے سائے گہرے ہو چلے ہیں
توجہ انتہائی چاہتا ہوں
سنور جائے گی میری زندگی بھی
میں دنیا کی بھلائی چاہتا ہوں [2]

صلاح الدین ناسک کے نعتیہ اشعار اس زبوں حالی کی عکاسی کرتے ہیں جس کا سامنا سرور کائنات کی آمد سے قبل امت مسلمہ کو تھا اور آج بھی انسانیت انہی گمراہ کن اور تباہ کن حالات سے گزر رہی ہے۔ جس سے نکلنے اور نجات پانے کے لئے یہ امت آپ سے فریاد کناں ہے۔

1۔ حزیں کاشمیری۔ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر 1981ء۔ مقام اشاعت 14۔ اردو بازار اشاعت 1981ء۔ صفحہ 336

2۔ قمر صدیقی۔ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر محولہ بالا ~~1981ء۔ مقام اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور اشاعت 1981ء~~۔ صفحہ 228

ہم کدھر جاتے اگر آپؐ نہ آئے ہوتے
کون کہلاتے اگر آپؐ نہ آئے ہوتے
کفر و الحاد کے روشن تھے الاؤ ہر سُو
ہم جھلس جاتے اگر آپؐ نہ آئے ہوتے
ایک امیؐ سے ملا خلق کو دستورِ حیات
سب بکھر جاتے اگر آپؐ نہ آئے ہوتے
ظلمت و جہل کی تاریخ سے آگے ناسکؔ
کچھ نہ لکھ پاتے اگر آپؐ نہ آئے ہوتے[1]

آپؐ سرورِ کائنات کے ظہور کی برکت سے تمام انسانیت اور مسلم معاشرہ ایک ایسے انقلاب سے آشنا ہوا جس کے تحت زندگی میں سلیقہ و حسن اور انسانیت کو کمال حاصل ہوا اور دنیا سے ظلم و کفر کے بادل چھٹ گئے اور تمام عالم آپ کے نور سے ضیاء بار ہو گیا گویا آپ کے فیض و کرم سے دنیا کی تمام برائیوں کا قلع قمع ہوا ۔ زاہدہ صدیقی کے یہ اشعار اسی احساس کو ظاہر کرتے ہیں ۔

تو حسنِ عالمِ امکاں تو زندگی کا جمال
ترے وجود نے بخشا ہے آدمی کو کمال

تری ہی ذات سے عالم میں روشنی پھیلی
اندھیرے چھٹ گئے آیا ہے ظلمتوں کو زوال

ترے ہی دم سے فروزاں ہیں مشرق و مغرب
ترے ہی نور کے محتاج ہیں جنوب و شمال[2]

---

1 ۔ صلاح الدین ناسک ۔ منقولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر ۔ مقام اشاعت اردو بازار لاہور ۔ اشاعت 1981 جنوری ۔ صفحہ 336

2 ۔ ~~صلاح الدین ناسک~~ "زاہدہ صدیقی" منقولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر ۔ ~~مقام اشاعت اردو بازار لاہور اشاعت 1981~~ محولہ بالا جنوری ۔ صفحہ ۳۳۶

اسی طرح اس دور کے اکثر و بیشتر شعراء نے تہذیب و سیاست جیسے موضوعات کو پُراثر انداز اور تواتر سے اپنی نعتیہ شاعری میں جگہ دی ہے حفیظ تائب اور عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری اسی فکرو فلسفے سے عبارت ہے -

تخلیق پاکستان کے بعد اردو کی ممتاز ترین نعت حفیظ تائب کے ہاں نظر آتی ہے یہ نعت اپنے انداز گداز سپردگی - والہیت تو رکھتی ہی ہے عناصرِ سیرت بھی اس میں موجود ہے - اس کے علاوہ فنی محاسن کے اعتبار سے بھی اس کا مقام بہت اعلیٰ ہے -

حفیظ تائب کی نعتوں سے جاہلیت جدیدہ کے تمام افسوسناک پہلو سامنے آتے ہیں ان میں اعلیٰ اقتدار کی پامالی ۔ اخلاص کا قحط ۔ اخلاق کا فقدان مادیت پرستی ۔ مغرب زدگی ۔ دروغ گوئی ۔ جہالت ۔ مکرو فن ۔ حق پرستی کا مضحکہ ۔ زیر دستوں پر مظالم وغیرہ ان سب باتوں پر ایک درد مندانہ انداز میں اظہار نظر آتا ہے اور پھر حضور سے استعانت بھی اس اظہار میں شامل ہے - حاصل مطالعہ ان کی چند نعتوں کے اشعار جو اس انداز پر مبنی ہیں

اے مظہر لا یزال آقا
سر تا بہ قدم جمال آقا

رسمیں ہیں تمام جاہلانہ
قدریں بھی ہیں پائمال آقا

دیکھا تھا نہ چشم آدمی نے
اخلاص کا ایسا کال آقا [1]

ان کی اس نعت میں سوز و گداز بھی ہے اس کے علاوہ لفظوں کے موزوں انتخاب قوافی اور رعایت لفظی نے ان کی تاثیر کو دوچند کردیا ہے ملک و قوم کی موجودہ حالت کی عکاسی اس نعت میں بخوبی کی گئی ہے

---

۱ - حفیظ تائب - نعت - مشمولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 - جلد 13 شمارہ 1+2 مقام اشاعت 14- اردو بازار لاہور - اشاعت 1987ء صفحہ نمبر 103

حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا جائے تو حالی کی سی شرافت درد مندی اور اقبال کا سا سوز و گداز نظر آتا ہے ۔ ان کا نعتیہ مجموعہ صلو علیہ و آلہ قبول عام حاصل کر چکا ہے ۔

اسی رحجان کی عکاسی عبدالعزیز خالد کی نعتوں میں بھی مکمل طور پر نظر آتی ہے ۔ آشوب ذات ۔ آشوب دہر اور آشوب قوم ان کی نعتیہ شاعری میں تواتر سے جلوہ گر ہیں ۔ اسی روایت نے انکی تین نعتیہ مجموعوں منحمنا ۔ حمطایا اور ماذ ماذ کو جنم دیا ۔ فارقلیط اور منحمنا ایسے نعتیہ قصیدے ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ان کے سراپا اور ان کی تعلیمات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے ۔ یہ ضرور ہے کہ خالد صاحب نے جو اسلوب اپنی شاعری کیلئے اختیار کیا ہے اردو کے لسانی مزاج سے فطری مناسبت نہیں رکھتا " منحمنا " کے باب سوم میں آشوب ذات کے ذکر کے بعد دنیا میں ہر چہار طرف بپا فتور و فساد کو موضوع بنایا گیا ہے ۔ یہ صورتحال ان کی نعتوں میں اکثر مقامات پر نظر آتی ہے کہ اس دور میں خون انسانی بہت ارزاں ہے شاید شراب ۔ ناب بھی ایسی ارزاں نہ ہو ۔ اہل حرم بھی حرم کی عظمتوں سے ناواقف ۔ گیسو و زباں پر بکھرے معیشت کا نظام درہم برہم بدن پرستی ۔ ہوس ۔ زراندوزی ۔ حاکمانہ مکاری ۔ ایذا رسانی اور ظلم وستم کی ہر طرف حکمرانی ہے گویا " حمطایا " اور " منحمنا " کی نعتیہ نظموں میں انہی احساسات کی عکاسی نظر آتی ہے جن کا ذکر کیا گیا ۔ ان کی نعتوں کے چند اشعار اس مثال کو واضح کرتے ہیں ۔ ؎

نظر بیمار کی جیسے پڑے تیمارداروں پر
بہت تکلیف میں ہے نوع انساں یا رسول اللہ
کفِ سیلاب ہے تیرہ شبی ہے تیشِ افعی ہے
زمیں دشمن عدو گردوں گرداں یا رسول اللہ
بھرے گا زخم ذلت کب تری درماندہ امت کا
ڈھلے گی کب سحر میں شام حرماں یا رسول اللہ [1]

---

1 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ حمطایا ۔ محولہ بالا مطبوعہ شاہ اینڈ سنز پروسس پرنٹرز لاہور طبع سوم اگست 1983ء ۔ صفحہ 22 تا 23

اس کے علاوہ اپنے نعتیہ مجموعے " ماذ " ماذ " میں بھی خالد صاحب نے ملت اسلامیہ کے آشوب اور انتشار کا ذکر متعدد مقامات پر کیا ہے اور اس فساد اور مصائب و مشکلات کا بیان بھی ہے جس میں موجودہ مسلم معاشرہ مبتلا ہے ان کی دوسری نعتیں جو " نور خدا " اور " خلق خدا نور ترا " نامی ادبی انتخابات میں شائع ہوئی ہیں ان میں بھی امت مسلمہ کے لئے ایسے الفاظ اپنے شعروں میں استعمال کئے ہیں کہیں وہ اس کوہار زمیں کہتے ہیں جس سے جہنم میں پناہ مانگتا ہے - جس کے پاس نہ آزادیٔ فکر ہے نہ روئیدگی حرف ہوس زرو منصب ، مادّہ پرستی ، فریب دہی اس کا طرہ امتیاز ہے - " ماذ ماذ " ان کا ایسا نعتیہ مجموعہ ہے جس میں سابقہ مجموعوں سے زیادہ انسانیت پر نازل ہونے والے دکھوں کا ذکر ہے اور موجودہ تہذیب کی عکاسی ان کی نعت میں گھمبیر رخ اختیار کر گئی ہے اس انداز میں استفسار بھی ہے اور بعض مسائل کے حل کی طلب بھی - اسی رحجان کی عکاسی ان کی نعت کے درج ذیل اشعار کرتے ہیں -

کیسے اصلاح ہو احوال جہاں کی جب تک
حل نہ ہو مسئلہ مختاری و مجبوری کا
کیسے تعمیر کریں عالم اسلام جدید
نت نیا فتنہ ہے شش طاق کہیں میں برپا
دین و دنیا کے مفادات بہم ہیں کہ جدا
ان سوالوں میں گھری رہتی ہے امت تیری
کیسے بدلے ہوئے حالات سے ہو عہدہ برآ
مانگے خیرات نظر چشم زمانہ تجھ سے [1]

۱-۲
1 - عبدالعزیز خالد - مضمولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 جلد 113 شمارہ 24
مقام اشاعت 14- اردو بازار - اشاعت 1987 - صفحہ 108

محشر رسول نگری کی نعتیہ شاعری بھی اسی رجحان کی حامل ہے
محشر رسول نگری کی نعت حضور اقدس کے اسوہ حسنہ کے روشن حوالوں کے ذریعے مسلم معاشرے کی زبوں حالی کا حل پیش کرتی ہے اور سرورِ کائنات نے انسانیت کے لئے جو راہ متعین فرمائی اس کی واضح ترجمانی کرتی ہے ۔

اس نے دنیا کو دیا انسانیت کا وہ پیام
جس کا اک اک حرف حق کا ترجماں بنتا گیا
توڑ ڈالا اس نے رنگ و نسل کا ایک ایک بت
عالم انسانیت اک خاندان بنتا گیا
ہے دکھی انسانیت کو اس کی حاجت آج بھی
انقلاب انگیز ہے اس کی رسالت آج بھی[1]

یہ حقیقت ہے کہ ہر عہد کا اپنا ایک ادبی شعور ہوتا ہے اور اس کی ایک سطح ہوتی ہے یہ سطح تہذیبی ارتقاء کے ساتھ ساتھ علوم و فنون کی وسعت اور سوچ کی نئی جہت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے ۔ لہذا نعت میں بھی یہی نئی جہت بخوبی نظر آتی ہے ۔ نئی جہت کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ اس میں سامان فہم بھی موجود ہے اور قومی و ملکی شعور بھی

اردو نعت کے جدید رجحانات کے جائزے کے تحت کچھ اور ایسے شعراء بھی قابل ذکر ہیں جن کی نعتیں موجودہ وقت اور ماحول کی ترجمانی ہیں اور ان کی عظمت اور اہمیت قابل ذکر ہے ۔

راجا رشید محمود کی نعت کے چند شعر جوابی فکر پر مبنی ہیں ۔

کڑی دھوپ اپنے سر پر ہے زمانے کے مظالم کی
نبیؐ کے دین کا ہے پر تو فگن پرچم تو کیا پروا
جسد ملت کا زخمی ہے خود اپنے ظلم کے ہاتھوں
رسول پاک کی رحمت رکھے مرہم تو کیا پروا[2]

---

1 ۔ محشر رسول نگری ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر ۔ مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار اشاعت 1981 ۔ صفحہ 95 تا 96

2 ۔ راجا رشید محمود ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 1981 ۔ مقام اشاعت اردو بازار لاہور ۔ اشاعت 1981 ۔ صفحہ 117

دے تبسم کی خیرات ماحول کو ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک ایک نوریں ڈلک ، تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ

اے نوید مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ

راز داں اس جہاں میں بتاؤں کسے روح کے زخم جاکر دکھاؤں کسے
غیر کے سامنے کیوں تماشا بنوں کیوں کروں دوستوں کو دکھی یا نبیؐ

یا نبیؐ اب تو آشوب حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دئے
دیکھ لے ترے تائب کی نغمہ گری بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبیؐ !

تائب صاحب کی نعتوں میں جدید رجحان کے تحت ہی آقا ، یا نبیؐ یا مصطفیٰ اور سیدّ عالم جیسی ردیفیں و عصرِ حاضر کے دیگر تمام نعت گو شعراء سے کہیں زیادہ سلیقے سے استعمال ہوئی ہیں تاہم جن نعتوں میں اس قسم کی ردیفوں کا استعمال ہے ان کا رجحان بھی مسلمانوں کی موجودہ حالت اور تمدّن کی عکاسی پر ہی منحصر ہے ۔

مزاج زندگی ہے سخت برہم سیدّ عالم
دگرگوں ہیں بہت احوال عالم سید عالم
اسیر حادثات نو بنو ہے امتّ آخر
کہ اس پر یورش اعدا ہے بہم سید عالم

بھر کرے گا کون روحوں کے خلا یا مصطفیٰ
تری چشم لطف و رحمت کے سوا یا مصطفیٰ
مال و منصب مکر و فن بڑے ہیں معیار شرف
مٹ رہا ہے جذبۂ مہر و وفا یا مصطفیٰ ۲

---

۲ - حفیظ تائب - نعت - ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 - جلد 113 شمارہ 2-1 مقام اشاعت 14 - اردو بازار لاہور - اشاعت 1987 - صفحہ نمبر 104

اسی رحجان کی عکاسی فیروز شاہ کی ایک نعت کے چند اشعار سے بھی ہوتی ہے ۔

وہی کمک دے رہا ہے اب بھی میرے ارادوں کی خلقتوں کو
مری دعاؤں کے سب پرندوں کا سبز گنبد شہرِ آشیاں ہے
اگرچہ گرداب میں گھرا ہوں مگر بہت بے خطر کھڑا ہوں
کہ نام تیرا ہی بحرِ ہستی میں میری کشتی کا بادباں ہے[1]

اس رحجان کی حامل نعتوں کے اہم پہلو یہ ہیں کہ ان میں عصری آگہی علم و ادب کی ترویج و ترقی کا شعور زمانے کی روز بروز بدلتی ہوئی اقتدار کا فکری فلسفہ لیکن دوسری طرف اسی ماحول اور معاشرے کی کشمکش مسائل ۔ سیاسی چپقلس اور الجھن کا واضح عکس ان کی نگارشات میں نظر آتا ہے ۔

اسکے علاوہ انسانیت کے وہ رویے جن سے ہرفرد اور قوم نبرد آزما ہے مثلاً جمود بے حسی ۔ خود غرضی ۔ عدل و انصاف کی نا مساوی تقسیم افلاس ۔ اخلاقی پستی ۔ بے بسی اور نا رسائی کے حالات سب کے سب ان نعتوں میں ملیں گے ۔

کافی حد تک یہ نعتیں موجودہ معاشرے کے انتشار و افترا ق کی آئینہ دار بھی ہیں ۔

سوکھتی جاتی ہے فصل گل روح آدم
منتظر پھر سے ہوا ہے ترا صحرا تیرا[2]

---

1 ۔ فیروز شاہ ۔ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 1981 ۔ مقام اشاعت اردو بازار لاہور اشاعت 1981 ۔ صفحہ 347

2 ۔ اشرف جاوید ۔ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر محولہ بالا ~~1981 ۔ مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ اشاعت 1981~~ ۔ صفحہ 347

اسی رنگ و رحجان کی طرف راز کاشمیری کی فکر بھی مائل نظر آتی ہے - ایک اور نکتہ جو اس کی شاعری کی فنّی حیثیت کو واضح کرتا ہے اس کی جہت کا نیا انداز ہے عصرِ جدید کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو راز کی نعتیں جدید رحجان اور نئے شعری تجربے کی اعلیٰ مثالیں پیش کرتی ہیں - ان کی نعتوں کے چند اشعار جو اس رحجان کے آئینہ دار ہیں - ہے

زندگی تھی رنگ و نسل و زر کی دیواروں میں قید
آپ ہی نے آ کے توڑے سب حصار زندگی [1]

باطل روپ بدل کر آیا فکرو نظر کے فتنے لایا
حرص و ہوس کی راہ پہ لا کر استغنا کی دولت چھینی
یارب تیرے پیارے نبیؐ کی امت رستہ بھول رہی ہے
دے پھر اس کو نور بصیرت - دے پھر اس کو جذبۂ دینی [2]

خالد بزمی کی نعتیہ شاعری بھی انہی میلانات اور افکار کی حامل ہے جس کا آہنگ تمدنّی اور سیاسی فضا کا حامل ہے-
انکی نعتوں کے وہ اشعار پیش نظر ہیں جو اس رحجان کی عکاسی کرتے ہیں -

دنیا میں ظلمتوں کا جگر شق ہے آپ سے
اہل ستم کا رنگ یہاں فق ہے آپ سے
باطل جہاں میں آپ کے باعث ہے سرنگوں
ممتاز سربلند یہاں حق ہے آپ سے [3]

----

1 - راز کاشمیری - ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر5 - جلد 17 - شمارہ 1 - 2 مقام اشاعت 14 - اردو بازار لاہور - اشاعت 1987ء - صفحہ 255

2 - راز کاشمیری - ماہنامہ شام سحر نعت نمبر - مقام اشاعت 14 - اردو بازار لاہور اشاعت 1981ء - صفحہ 108

3 - خالد بزمی - ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر - مقام اشاعت 14 - اردو بازار لاہور اشاعت 1981 جنوری - صفحہ 108

علیم ناصری کی بیشتر نعتیں اور بالخصوص ان کا یہ ایک طویل نعتیہ قصیدہ اس تمدنی اور تہذیبی مزاج کی عکاسی کرتا ہے جس کا تعلق امت مسلمہ کے روز و شب سے ہے اس قصیدے کے چند اشعار بطور نمونہ مدنظر ہیں ۔

تجھ کو زیبا ہے رفعنا لک ذکرک کا خطاب
جزُ ترے کون ہے مخلوق خدا میں افضل
فخر کرتے ہیں تری حلقہ بگوشی پہ تمام
اہل دل ، اہل نظر ، اہلِ حکم اہل دوَل
قول فیصل ہے یہی خلقؑ ہے تیرا قرآں
تیری سُنت ہے شب تارِ جہاں میں مشعل [1]

محشر بدایونی کی نعتیہ شاعری بھی موجودہ معاشرے اور تہذیبی سرگرمیوں کا مرقعّ ہے جو عصر حاضر کی صورتحال کے عین مطابق ہے مثلاً کرب و انتشار اور دوسرے مسائل اب ہماری شاعری کا حصہ ہیں ۔
محشر صاحب کی نعت میں جدّت اور ندرت خیال کی جھلک نظر آتی ہے ۔ الفاظ کا استعمال ۔ تشبیہات کے ذریعے شعری مفہوم میں جدت اور مہارت سخن گسترانہ دلکشی کو ظاہر کرتی ہے

بڑھ چکے حد سے زمانے کے ستم
اب کرم ہو میرے سرکار کرم
باغ ہستی کا یہ دستور حضور
گل کے لئے شاخ پہ اور شاخ قلم
تیرگی ، تیرگی ہر سُو ہر سمت
روشنی ، روشنی اے شمع حرم [2]

---

1 ۔ علیم ناصری ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر ۔ محولہ بالا ~~نظام اشاعت 14 اردو بازار لاہور ۔ اشاعت 1981ء~~ ۔ صفحہ نمبر 100

2 ۔ محشر بدایونی ۔ حرف ثناء ۔ مطبوعہ مرشد پرنٹنگ پریس لاہور ۔ اشاعت 1985ء ۔ صفحہ نمبر 29

تنظیم و عمل تہذیب و ادب اخلاق و وفا ایثار و کرم
سرکار کے حسن سیرت سے کیا کچھ نہیں سیکھا دنیا نے

محشر صاحب کی ایک نعتیہ نظم اور ہے جو مسدّس کے انداز میں ہے -

انسانیت کو زبوں حالی کے شکنجے سے آزاد کرانے کی خواہش اس میں جا بجا نظر آتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اُمّتِ مسلمہ کے لئے اس پیغام کی ترجمانی کی گئی ہے کہ اگر مسلمانوں کو اپنی تہذیب و معاشرت کو سنوارنا ہے تو حضور اقدس کے بتائے ہوئے آداب زندگی کو اپنا شعور بنالیں اور اسی راہِ ہدایت پر سفر کریں جو حضور نے متعین فرمائی اس نظم کے چند اشعار بند پیشِ نظر ہیں -

وہ گلہ بان عرب کہ جس نے - سکھائے آداب زندگی کے
قرار حاصل کرو اسی سے - اسی سے جینے کے لو سلیقے
پھر اپنی تقدیر حال دیکھو
عروج دیکھو کمال دیکھو
اسی کی تعلیم عین عرفاں - اسی کا اخلاق شرحِ قرآں
اسی کا کردار استحکامِ ایماں - اسی کی طاعت سے ہم مسلماں
یہ غم جو ہم سے لپٹ گئے ہیں
ہم اپنے مرکز سے ہٹ گئے ہیں

---

1 - محشر بدایونی - حرف ثناء - محولہ بالا ~~مطبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت 1985~~ - صفحہ 27

2 - محشر بدایونی - حرف ثناء - محولہ بالا ~~مطبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت 1985~~ - صفحہ 75

2 - محشر بدایونی - حرف ثناء - محولہ بالا ~~مطبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت 1985~~ - صفحہ 77

اسی سے ہم کو اماں ملے گی - اسی سے تسکین جاں ملے گی
ترا مدحت ہے کسراں ملے گی - مسرت جاوداں ملے گی
خلوص و خلق و ادب ملے گا
جو کھو چکے ہیں وہ سب ملے گا ۳

راسخ عرفانی کی نعتیہ شاعری یوں تو جچی تلی روایت کے انداز پر مبنی ہے ان کی نعت میں عشق رسول کی سرشاری اور سرمستی کی بھرپور کیفیت نظر آتی ہے کہیں اس میں ہجر ہے اور کسی مقام پر وصال تڑپ کی صورت میں موجود ہے روزہ اقدس سے قلبی وابستگی بھی ان کے شعری انداز کی مرتکب ہے۔

ان کی نعتوں میں بعض ایسے اشعار بھی ہیں جن سے انسانوں کی تہذیبی صورتحال کی ترجمانی ہوتی ہے۔

ادبار کے مارے ہوئے انسان کا عالم
ہونٹوں پہ تھی فریاد وفغاں آپ سے پہلے
نیکی تھی گراں اور بدی سہل تھی راسخ
محروم تھا احساس زیاں آپ سے پہلے ا

راسخ عرفانی کے متعدد مجموعے حمد و نعت کے شائع ہو چکے ہیں "حدیث جاں" ان کا چوتھا مجموعہ نعت ہے۔

اس موضوع کے پیش نظر جس کا جائزہ اس باب میں جاری ہے موصوف کے بھی کئی نعتیہ قصائد ملتے ہیں جن میں قومی اور ملکی دینی یا سیاسی مسائل بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک نعتیہ قصیدہ جس کی اشاعت ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر 1981ء میں ہوئی ہے بلکہ اس قصیدے کے اشعار حوالے (تذکرہ مندلیبان ریاض رسول) میں نظر آتے ہیں جس کے مصنف اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی ہیں۔

---

3 - محشر بدایونی - ~~حرف شاد - مکتبہ مرشد پرنٹنگ پریس لاہور - اشاعت 1985~~ صفحہ 78

1 2 - راسخ عرفانی - حدیث جاں - مکتبہ نور ادب چوک، گوجرانوالہ، اشاعت 1981 - صفحہ 31

اس قصیدے میں محسن کاکوروی کے مشہور اور ممتاز اردو قصیدے " لامیہ " کی تقلید اختیار کی گئی ہے - محسن نے قصیدے کی تشبیب میں ہندوستان کی برسات کا سماں دکھایا ہے اس میں ہندوؤں کے مذہبی شعار اور ہندوستان کے شہروں کے ہندوانہ رسوم رواج کی عکاسی کی گئی ہے - لیکن یہ انداز پاکستان میں بے معنی محسوس ہوتا ہے تاہم بادل نے محسن کی زمین میں یہ نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کی تشبیب میں پاکستانی برسات کا سماں موجود ہے اور پاکستانی شہروں کے رسم و رواج اور مسلمانوں کے دینی شعار تمدنی احساس اور سیاسی طرزِ فکر کو بیان کیا گیا ہے -

اس قصیدے کے وہی اشعار پیش نظر ہیں جن سے مزکورہ خیالات کی ترجمانی ہوتی ہے -

تیری تعلیم کا سورج نکل آیا تو گئے
جہل و کفر و ستم جرم و خطا کے بادل

علم و حکمت کا سبق تیری زباں سے پا کر
بن گئے سعد و خرد مند جہاں کے اجہل

خیر و بخشش کی خبر عفو و شفاعت کی نوید
کرم و لطف خدائے احد و عزوجل

تو شہنشاہ ردا پوش سر خاک نشت
رخت اطلس تجھے درکار نہ فرش مخمل [1]

غافل کرنالی کی زیر نظر نعت مختلف خیالات اور جذبوں کی ترجمان ہے اس میں بھی سرفہرست وہی رحجان ملتا ہے جو اس باب کا موضوع ہے -

---

~~۱ - غافل کرنالی نعت ماہنامہ محفل خیرالبشر نمبر - جلد 27 شمارہ 3 لاہور - تاریخ اشاعت مارچ 1981 - صفحہ 80~~

۱ - ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر ۱۹۸۱ء محولہ بالا -

اس نعت کے چند اشعار ان میں سقوطِ ڈھاکہ اور موجودہ جہادِ افغانستان کے المیہ بھی ملتے ہیں - ؎

جو مہرباں ہو تری چشمِ حق نگر ورنہ
ہمارا حال بہت ہی دگر ہے سرورِ دیں

ہوا سقوطِ اخوّت کا سانحہ جب سے
فگار دل ہے ، مری چشم تر ہے سرورِ دیں

غموں کی دھوپ میں جلتے ہوئے جہاں کیلئے
ترا نظام دعا کا شجر ہے سرورِ دیں

حضور جانبِ افغانیاں ہو چشمِ کرم
فنا کے دشت میں ان کا سفر ہے سرورِ دیں [1]

عذرا وحید کی ایک نعت میں بھی مسلم معاشرے کی اس تباہی اور بربادی پر دکھ اور اضطراب نظر آتا ہے - مسلم معاشرے کی اس گرتی ہوئی حالت کو مصنّفہ نے خود اُمّت مسلمہ کی غفلت اور گمراہی کا نتیجہ ٹھہرایا ہے اس نعت کے چند اشعار جن سے مصنفہ کے اس خیال کی تشریح و توضیح ہوتی ہے - ؎

ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں تیرگی کے دشت میں
آئینے امداد کو خورشید تاباں آپ ہیں

آبلہ پائی سرابوں کے بھنور کم مائیگی
گمرہی اپنا سفر بے منزل قرآں آپ ہیں

سامنے کوہِ مصائب ہاتھ میں تیشہ نہیں
کچھ عطا ہم کو بھی سائل پہ احساں آپ ہیں [2]

---

۱ نعمانہ کرنالی - مشمولہ ماہنامہ محفل خیرالبشر نمبر - جلد ۲۷ - شمارہ ۳ - اشاعت ۱۹۸۱ء ص: ۸

۲ - عذرا وحید - مشمولہ ماہنامہ محفل خیرالبشر نمبر محولہ بالا - ~~جلد 27 - شمارہ 3 - اشاعت مارچ 1981~~
صفحہ نمبر 148

مذاق العیشی

اسی رحجان کی آئینہ دار مذاق العیشی کی یہ نعت بھی ہے اس نعت کے چند اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں۔

ہے ترا خُلق عظیم عزم و عمل کا زینہ
جادۂ منزلِ تہذیب ہے رستا تیرا
تیری تعلیم اخوت ہے مساوات کرم
عدل عمرانی کا قانون ہے نسخہ تیرا

یزدانی جالندھری کی نعت کی معروف حیثیت خود اپنا آپ تعارف ہے ان کی نعتیں اعلیٰ ادبی معیار رکھتی ہیں۔ ان کی نعتوں میں آشوب ملت اور موجودہ معاشرے کے ادبار کا ذکر نظر آتا ہے۔

ان کی مثنوی "صبح سعادت" اردو کی قابل ذکر مثنویوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار دل سوزی کا مرقع اور دلی کیفیت کے آئینہ دار ہیں چنانچہ یہ کیفیت ان کے یہاں اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا کے کسی حصے پر ظلم ہو یا ملت اسلامیہ پر۔ ردعمل کے طور پر فریاد وفغاں ان کی نعت کا حصہ بن گئی ہے۔

ان کی نعت بحضور ختمی مرتبت کے عنوان سے ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر 4 لاہور میں شامل ہے۔

ہوگئی خوار زبوں آپ کی امت آقا
اس کے حالات ہیں آئینہ عبرت آقا
وہ کہ تھی راہبر جادۂ علم و دانش
وہ کہ تھی مشعل تہذیب و ثقافت آقا

اس نعت میں یہ دکھ اور احساسِ ندامت کی جھلک بھی موجود ہے کہ ملت اسلامیہ میں نہ حرارت ایمانی ہے اور نہ شان عزیمت بلکہ یہ اب پابستۂ زوال ہو گئی ہے۔

ہندوستان ہو کہ ارض فلسطین یا افغانستان ہر جگہ ایک قیامت برپا ہے۔

اس نعتیہ نظم کے آخری شعروں میں ایک یہ شعر بھی ملتا ہے جو فریاد و فغاں کا جواز مہیا کرتا ہے -

لاکھ عصیاں کار ہیں لیکن تری اُمّت تو ہیں
اپنی اُمّت کی طرف آقا عنایت کی نظر

اسی رجحان اور فکر و فلسفے کی ترجمانی میں اردو کے چند اور معروف شعراء کی نعتیں بھی شمار ہوتی ہیں جن کا رنگ خالصتاً قوم و ملک کے سیاسی اور تمدنی حالات کی نشاندہی کی علامت ہے - ان میں مرحوم قمر میرٹھی کی نعت ہے انہوں نے مخمّس کی شکل میں سرور کائنات کے حضور ملّت اسلامیہ کے مصائب اور ادبار کی تفصیل پیش کرکے مدد کی درخواست کی ہے۔ اسی رجحان کی عکاسی ان کی نظم کے بند سے ہوتی ہے (یہ رحمت تمام علیہ الصلواۃ والسلام) نامی مخمس ہے - یہ اردو شاعری میں نعتیہ شہر آشوب کی روایت اس کا تذکرہ ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مضمون میں کیا ہے -

حال بیاں ہو کیا حضُور اُمّتِ خستہ حال کا
اب نہ خوشی کی ہے خوشی اب نہ الم ملال کا
دل سے نکل گیا خیال اوج کا اور زوال کا
مسخ توہمات نے کر دئیے سب تصوّرات
میرے حضُور التفات • میرے حضُور التفات

1971ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے حادثہ کو قمر میرٹھی نے ایک مخمس کی شکل میں پیش کیا اور حضور کے دارالشفا ء سے مدد طلب کی ہے -

اور اسی دراقدس کی جانب ممتاز اور معروف شاعر مظفر وارثی کی نعت کا سفر بھی جاری ہے - ان کی نعت کامیاب نعت گوئی کی ضمانت ہے

ذات حضور سے والہانہ عشق ان کی نعت میں ہر مقام پر نظر آتا ہے ان کی نعت ہئیت کے تنوّع اور طہارت فکر سے عبارت ہے۔

مظفر وارثی کے دو نعتیہ مجموعے " باب حرم " اور " نورازل " شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے پہلے مجموعے میں " دہائی "-- " رحمت للعالمین " اور " خیر کی بھیک " تین[۳] ایسی نظمیں ہیں جن میں قوم و ملک کی سیاسی اور تمدنی حالت کا نقشہ ملتا ہے " دہائی " نظم سقوط مشرقی پاکستان کے سانحہ پر لکھی گئی ہے اس حادثے پر نوحہ خوانی کا انداز اس نظم میں بڑا واضح ہے کہ حضور کے لائے ہوئے انقلاب مواخات و مساوات کے برعکس برادر کشی اور نسل پرستی کا بھیانک کھیل اس واقعہ میں نظر آتا ہے۔ اس نظم کے آخر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض گزار ہونے کی کیفیت بھی خاص طور پر نمایاں ہے مسلمان قبیلوں میں بٹا جاتا ہے۔

پھر مسلمان قبیلوں میں بٹا جاتا ہے
تھام اے سرور دیں تھام گرا جاتا ہے[۱]

لیکن ان کی نظم " رحمت للعالمین " جہاں ہئیت کے تازہ انداز پر مبنی ہے وہیں اس کے اشعار میں سوز و گداز اور آشوب قوم کا پرتو بھی موجود ہے۔ حاصل مطالعہ چند اشعار جن میں یہ انداز نمایاں ہے۔

پھر گدڑیوں کو لعل دے جاں پتھروں میں ڈال دے
حاوی ہوں مستقبل پہ ہم ماضی سا ہم کو حال دے
دعوی ہے تیری چاہ کا
اس امت گمراہ کا
تیرے سوا کوئی نہیں
یا رحمت للعالمین[۲]

۱۔ مظفر وارثی۔ باب حرم۔ ع مقام آئینہ ادب۔ بار اول 1976ء چوک مینار انار کلی لاہور۔ صفحہ 53

~~2۔ مظفر وارثی۔ باب حرم۔ ع سلام آئینہ ادب۔ اشاعت 1976۔ چوک مینار انار کلی لاہور۔ صفحہ 58~~ ۲۔ ایضاً، ص ۵۸۔

اس کے علاوہ ان کی ایک نمائندہ نظم " خیر کی بھیک " کے اشعار میں اس بات پر تاسف نظر آتا ہے کہ جب مسلمانوں کا دین ایک ہے اورخدا ایک ہے تو ان کے رستے مختلف کیوں ہیں - نیتوں میں ریا صورتوں میں مکر کی پرچھائیں کیوں نظر آتی ہے - چنا چہ حضور اقدس سے خیر کی بھیک طلب کرنے کا انداز اس نظم کا مرکزی خیال ہے - اس کے چند شعر پیش نظر ہیں -

خیر کی بھیک خیر البشر چاہئے
ظرف قطرہ ہے دریا مگر چاہئے
خشک ہے جسم و جاں
چاہئی ہے زباں
زخم تشنہ لبی
یا نبیؐ یا نبیؐ ۳

اردو کے ایک اور ممتاز نعت گو عبدالکریم ثمر کی کتاب" شاخ سدرہ " میں تقدیم نام کی نظم قومی ملکی تہذیب و حالت کی ترجمانی کرتی ہے - افغانستان کا بحران مظلوم افغانوں اور مجاہدوں کے حالات اور واقعات کا نقشہ موثر انداز میں آزاد ترجمہ ہند کی شکل میں نظر آتا ہے - عبدالکریم ثمر کے یہ نعتیہ اشعار اردو شاعری میں نعتیہ شہر آشوب کی روایت سے نقل کئے گئے یہ ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر (6) میں ہے -

لہو بہار کے پتوں سے رس رہا ہے ابھی
جدال و جنگ میں افغان پس رہا ہے ابھی
جدید بھیس میں آئے ہیں قیصرو فغفور
حضور میرے حضور ۲

۳- مظفر وارثی - باب حرم - محولہ بالا، ص ۵۸-
~~ع سلام آئینہ و ادب - چوک مینار انار کلی لاہور - اشاعت بار اول 1974 - صفحہ 58~~

(باب دوم) 21

چمن کا رنگ شراروں میں ہو گیا تبدیل
تفنگ و ترکش و آہن بدوش ہے قابیل
مجاہدین دفاع وطن پہ ہیں مامور
حضور میرے حضور

اسی ترجیع بند میں استعمار کے رنگ کو موثر اور لطیف انداز میں پیش کرنے کی واضح کوشش نظر آتی ہے -

دعا کا وقت ہے اے صاحب جلال و جمال
اگر فضا میں سلگتی رہی یہ باد شمال
کرے گا کون نیابت پھر آدمی کی حضور
حضور میرے حضور

(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور صفحہ 1 11)

اردو کے معروف نعت گو منور بدایوانی کی نعتیہ شاعری کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کی نعتیہ تخلیق روائیتی انداز کی دلکشی کو ظاہر کرتی ہے اس کی نگارش میں بھی قومی اور سماجی حالات کا احساس موجود ہے جبکہ روائیتی انداز کی نعت میں اس قسم کے رحجان کی گنجائش پیدا ہونا مشکل ہے ایک نعت جو سلام کی ہئیت میں ہے - منور بدایوانی کے نعتیہ مجموعے " منور نعتیں " میں شامل ہے اس کے چند اشعار سے اس رحجان کا پتہ چلتا ہے -

غم زدہ ناشاد ہیں ہم
مائل فریاد ہیں ہم
بنہوا برباد ہیں ہم
قابل امداد ہیں ہم
یا نبی سلام علیک ، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک ، یا صلواتہ اللہ علیک

(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور - صفحہ 112)

ایک اور ممتاز نعت گو حافظ مظہر الدین کی نعتیہ شاعری بھی اسی رجحان اور طرز عمل کی غمازی کرتی نظر آتی ہے جس کے دائرے میں ملت اسلامیہ کا شعور اور موجودہ ماحول کے بدلتے ہوئے انداز نمایاں حیثیت رکھتے ہیں ۔ خاص طور پر ان کے نعتیہ مجموعے "تجلیات" کی ابتدا میں جو نعتیہ قصیدہ نظر آتا ہے اس کے اشعار مسلمانوں کے اس نفاق اور تنگ نظری کی ترجمانی کرتے ہیں اس ترجمانی کے علاوہ آپ سرور کائنات سے نگاہ کرم کی طلب بھی اس کا خاص پہلو ہے ۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں "صلی علیٰ محمد" اور "تجلیات کرم" ۔ ان کے ایک نعتیہ نظم کے چند اشعار جن میں اشاروں اشاروں میں امّت کی پریشانیوں اور بد حالی کا ذکر نظر آتا ہے۔

اب گردش حالات نے وہ حال کیا ہے
آنسو بھی تو آنکھوں سے بہائے نہیں جاتے
عزت نہیں دنیا کی نگاہوں میں ہماری
اب شرم سے چہرے بھی دکھائے نہیں جاتے
امداد کا ہنگام ہے اب رحمت عالم
امت سے ستم اور اٹھائے نہیں جاتے

(شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور ۔ صفحہ 112)

اسی فکری وابستگی اور رجحان کی عکاسی نعیم صدیقی کی نعت سے بھی ہوتی ہے ان کے ہاں پابند اور آزاد دونوں طرح کی نعتیں ہیں ۔ انسانیت کی قدروں کی پامالی اور اس کا قلق ان کے نعتیہ کلام میں جا بجا موجود ہے اسی کرب اور ذہنی کیفیت کی عکاسی ان کی ایک آزاد نعتیہ نظم میں نظر آتی ہے اس نظم کا عنوان "تمام لیجئے حضور" ہے اس کی اشاعت سیارہ جون 1976ء میں ہوئی تھی چھ حصّوں پر مشتمل یہ طویل نعتیہ نظم اصل میں 1971ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے سانحے پر لکھی گئی ہے لیکن اس میں ایک دور رس تاثر یہ نظر آتا ہے کہ یہ صرف ایک سانحے تک محدود نہیں ہے بلکہ امت مسلمہ کی تہذیب کی مٹتی ہوئی قدروں پر قلق و ملال کا

درد انگیز اور عبرت خیز بیان بھی اسی میں نظر آتا ہے - چنانچہ یہ نعت اس رحجان کی عکاسی کی وجہ سے نعت کم اور نوحہ زیادہ معلوم ہوتی ہے -

میرے حضور میرے حضور
اصول ان کی معیشت کا صاف اکلِ حرام
طریق ان کی سیاست کا مکرو کینہ و زور
تمدن ان کا ہے کبرو نمائش و تبذیر
عمل کی لوح پہ کردار کے نقوش کریہہ
لکھے ہیں صفحہ کاغذ پہ خوش نما دستور
حضور پاک یہ جینا ہے یا عذاب کوئی
مسرتیں ہیں بہت اور نہیں کوئی مسرور
حضور میرے حضور
(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور)

اس عنوان کے تحت جن نعت نگار شعراء کا ذکر ہوا انکے نعتیہ کلام میں قوم و ملک کی سیاسی اور تمدنی زندگی کے عناصر اور آشوب بڑی شدت سے ظاہر ہوئے ہیں - لیکن اس کے علاوہ یہ عناصر اور رحجان کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی ہر نعت گو شاعر کے کلام میں ضرور نظر آتے ہیں اور اسی احساس کے ذریعے لوگوں کے ذہن و قلب پر ایک لکیر سی چھوڑ جاتے ہیں

ایسے نعت گو شعراء میں انجم رومانی ، حافظ لدھیانوی ، عاصم کیلانی صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ ، واصف علی واصف ، راجا رشید محمود اور شیر قصوری کے نام قابل ذکر ہیں -

ویسے تو یہ شعراء ممتاز نعت گو ہیں لیکن یہاں ان کا ذکر محض اجمالاً ان کے نعتیہ کلام میں موجود اسی رحجان کے عناصر و خصائص کے حوالے سے کیا جا رہا ہے چونکہ اس مقام پر کسی مزید تفصیل کی گنجائش نہیں ہے لہذا ان شعراء کے نعتیہ کلام کے صرف چند اشعار پیش نظر ہیں

انجم رومانی

برپا تھی کل یہاں تری محفل کہیں جسے
سینوں اب کہاں ہے وہ شے دل کہیں جسے
آپ بتا ہے اہل ثقافت کی رائے میں
ملت کے حق میں زہر ملا جل کہیں جسے

(ماھنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور۔ صفحہ 119)

حافظ لدھیانوی

تری امت پر عجب مشکل عجب افتاد ہے
ملت بیضا پریشان حال ہے ناشاد ہے
گوشۂ چشم کرم اس سمت بھی بہر کرم خدا
اے حبیب کبریا

(ماھنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 ۔ صفحہ 119)

سید عاصم گیلانی

دین برحق یا نبی فرقوں میں بٹ کر رہ گیا
اپنا دامن اپنے ہی ہاتھوں سے پھٹ کر رہ گیا
تربۂ جاں میں بگولوں کے سوا کچھ بھی نہیں
معصیت کی گرد میں آئینہ اٹ کر رہ گیا

(ماھنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور۔ صفحہ 119)

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ

السعد اے رحمت للعالمین
جاں کسل ہے پھر غم دنیا و دیں
کہ نظر مہر درخشاں عرب
ہے مرا ماحول ظلمت آفریں
(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 ۔ صفحہ 119)

واصف علی واصف

دشمنان دین کے نرغے میں ہوں
حادثات دہر کی یلغار ہے
ہر نظر سہمی ہوئی ہر دل اداس
زندگی اب زندگی پر بار ہے
(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6۔ لاہور۔ صفحہ 119)

راجا رشید محمود

متاع دین و دانش ہو گئی گم یا رسول اللہ
ترحم یا رسول اللہ ، ترحم یا رسول اللہ
(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 ۔ صفحہ 120)
اسی رحجان کی ایک اور مثال بھی راجا رشید کی نعت میں ملتی ہے۔

نہیں اخلاق کی اچھائیاں موجود کچھ ہم میں
ہوا ہے ملک انسانوں کا جنگل احمد مرسل
کوئی تم بن ہلاکت سے بچا سکتا نہیں ہم کو
یہ دنیا بن چکی ہے ایک مقتل احمد مرسل

حفاظت دستبرد جور و استبداد سے کیجئے
مصیبت میں ہیں پاکستان والے المدد آقا

(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور۔ صفحہ 120)

منیر قصوری

حضور پستی امت لہو رلاتی ہے
حضور پھر اسے رفعت نصیب ہوجائے
زوال امت بیضا پہ آپ دیدہ ہوں
اسے وہ پہلی سی عظمت نصیب ہوجائے

(ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 لاہور۔ صفحہ 120)

آخر میں عرض ہے کہ اس باب میں ایسی نعتیہ شاعری کو زیر بحث لایا گیا ہے جو دور حاضر کے تمام تر ماحولیاتی اثرات سے مرتب اور مزّین ہوئی ہے۔ چونکہ عصر حاضر کے مسلمانوں کی تہذیب کی روز بروز بگڑتی ہوئی حالت۔ گہرائی۔ مجبوری اور بے کسی کی ترجمانی اور تشریح جدید رحجان کی نعت نے کی ہے اس بناء پر اس نعت کو مسلمانوں کی بے کسی و مجبوری کا نوحہ کہی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ وہی پریشان کن تہذیبی حالات ہیں جن کے تحت مولانا حالی نے اس نعتیہ شاعری کے بہت ابتدائی دور میں کہا تھا۔

فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
پھر ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

ابھی تو یہ رحجان صرف عصر حاضر کے نعت گو شاعروں کے ہاں نظر آتا ہے۔ آئندہ زمانے میں ہوسکتا ہے کہ یہ رحجان اردو شاعری کا عام نظریہ بن جائے اور نعت کے حوالے سے اصلاح حال کی صورت پیدا ہو جائے۔

باب سوم

نعت میں ہیئت کے تجربے

قیام پاکستان کے بعد نعت گوئی کے رحجان میں اس قدر حیرت انگیز ترقی رونما ہوئی جس نے رنگِ سخن وضع قطع اور شکل کو بالکل تبدیل کر دیا ۔ اس دور نے نعتیہ شاعری کو قدیم روایت کی جکڑ بندیوں سے نکال کر ایک ایسی فضا میں لانے کی کوشش کی جس کا ظہور نعت کے لئے نئے افق روشن کرنے کی ضمانت ثابت ہوا اور نعتیہ شاعری میں نت نئے موضوعات نظر آنے لگے ۔ اس کی ہیئت اور روش میں با قاعدگی سے نئے تجربات کئے جانے لگے ۔

اس طرح اب نعتیہ شاعری قدیم اصناف سخن مسدّس مثنوی اور قصیدے کے دور سے نکل آئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ آج کی نعتیہ شاعری میں جدید سے جدید ہیئتیں اور رحجانات نظر آتے ہیں

۱ ۔ معرّی نظم ، آزاد نظم کے انداز میں نعتیں

ان اصناف شعر میں بغیر ردیف اور بغیر قافیہ جدید نظموں یعنی "آزاد نظم" کی صورت میں بھی اردو نعت میں فروغ نظر آرہا ہے اسی رحجان کی عکاسی کے لئے اطہر نفیس کی ایک نعتیہ نظم کے دو بند یہ ہیں نعتیہ نظم سلام کے انداز میں لکھی گئی ہے ۔

سلام اس پر
جو ظلمتوں میں منارہ روشنی ہوا ہے
جو ایسا سورج ہے جس کی کرنیں
ازل ابد کے تمام گوشوں میں نور بن کے سما چکی ہے
ہر ایک ایک زرے کو ماہ تاباں بنا چکی ہیں

سلام اس پر
جو بے نواؤں کا آسرا ہے
جو سارے عالم کی ابتدا ہے [1]

گو کہ جدید ہیئت میں نعت گوئی کی ابتدا مولانا ظفر علی خان اور مولانا جوہر کے انداز نعت گوئی میں ہی مضمر ہے ان دو شعراء نے جو رخ اختیار کیا اسے بعد کے شعراء نے کچھ اور سنوارنے کی کوشش کی

چنانچہ انہی کوششوں کی بناء پر نعت کا موضوع اپنی جملہ وسعتوں کے ساتھ اردو شاعری کی ہر صنف اور ہر ہیئت میں داخل ہو گیا جہاں پابند نظموں سے آگے معریٰ نظموں یا آزاد نظموں میں بھی اسے جگہ ملنے لگی

اس خیال کو چند نعتیہ نظموں کے اشعار واضح کرتے ہیں جو حال ہی میں ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 میں شائع ہوئی ہیں ۔ ان نظموں کے عنوانات مختلف ہیں ۔

1 ۔ رسول اکرم کا نام نامی
وہ کلک فطرت کا حرف اول
بنا جو عنوان کتاب کن کا
حضور کی ہستی گرامی

ہے ممکنات جہاں کا جوہر

----

2 ۔ بقول جابر کہا یہ پیغمبر خدا نے
کہ نور میرا ہی سب سے پہلے
خدائے قدوس نے بنایا
نہ جانے کب تک وہ نور اول رہا چمکتا

---

1 ۔ اطہر نفیس ۔ نعتیہ نظم ۔ مشمولہ ماہنامہ اظہار سیرت نمبر ۔ جلد 6 ۔ شمارہ 5 ۔ 6 مقام اشاعت سندھ سینٹر الرجبن روڈ کراچی ۔ اشاعت 1983 ۔ صفحہ 56

3 ۔ ہوا جو منظور حق تعالیٰ کو اپنا اظہار تو پھر اس نے
حضور اکرم کے نور مستنیرہ کو
منقسم کر کے چار حصّوں میں
ایک حصے سے پہلے پیدا کیا قلم کو
بنائے پھر لوح و عرش و کرسی[1]

اسی رحجان کی حامل چند اور نعتیہ نظمیں بھی ہیں جو نہ صرف جدید ہیئت اور فنی مہارت کی حامل ہیں بلکہ ان کی خوبی یہ بھی ہے کہ ان میں نفسِ مضمون کسی مقام پر بھی بے ربط اور مجروح حیثیت اختیار نہیں کرتا ۔ ان میں ادبی شان کشش اور جاذبیت بھی موجود ہے اور نعت کے لہجے کا وقار و احترام ہر مقام پر نظر آتا ہے ۔ مثلاً

بروز میثاق
ذات باری نے
عہد نبیوں سے یہ لیا تھا
کریں گے تائید وہ سب ان کی
وہ جو سب سے آخر میں آنے والے ہیں اس جہاں میں

وہ مصطفیٰ ہیں
وہ مجتبیٰ ہیں
رؤف بھی ہیں رحیم بھی ہیں
بشیر بھی ہیں، نذیر بھی ہیں
وہی ہیں یٰسین
وہی ہیں طٰہٰ
نفوس کے ہیں وہی مزکّی

---

1 ۔ حفیظ تائب ۔ نعتیہ نظم ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 ۔ جلد 12 ۔ شمارہ 1 ۔ 2
مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ اشاعت 1987ء ۔ صفحہ 479

وہ ہیں محمدؐ ، وہی ہیں احمدؐ
وہ ہی ہیں ماحی ، وہی ہیں حاشر وہی ہیں غالب
وہ ہیں سب انبیاء کے خاتمؐ
نبی کوئی ان کے بعد آئے نہیں یہ ممکن
اٹھائے جائیں گے روز محشر وہ سب سے پہلے
ملے گا اذنِ شفاعت ان کو
وہ دیں گے مایوس امتوں کو
بشارتیں بخششیں و عطا کی [۲]

جدید رحجان کی نعت کسی بھی صنف سخن میں ہو اس کی خوبی یہی ہے کہ وہ زندگی کے حقائق پر نظر رکھتی ہے۔

اس کی ترقی و ترویج کا سارا دارو مدار اسی ایک فکر سے عبارت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ نعت کے جملہ لوازم سے جڑا ہے جذبے اور خیال اس کے تحت بھی وہی طرز عمل رکھتے ہیں جو نعتیہ شاعری کی نگارش کے لئے ضروری ہے۔ اسی انداز کی حامل کچھ اور آزاد اور معریٰ نعتیہ نظمیں ہیں۔ ایک نظم کے چند اشعار جو اسی انداز کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یہ نظم سیف اللہ خالد کی نگارش ہے۔

ہوائیں دشت زماں سے میرے نقوش پا کو مٹائیں گی کیا
میں استعارہ جلال اقلیم فکر و تن کا
جمال معنی سے مستحضر میرا ایک اک نقطہ
ایسا شعلہ نوا مسمّٰی
کہ اسم جس کا نوید صبح طرب بنا تھا
اب اپنے ہاتھوں ستارہ حرفوں کی لوح روشن بجھا رہا ہوں
سراب منظر میں کھو رہا ہوں
سیاہ احساس نفی و اثبات کی کشاکش سے بے جہت ہے [۱]

۱۔ حفیظ تائب مرتبہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6۔ جلد 12۔ شمارہ 21۔ مقام اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔ اشاعت 1987۔ صفحہ 480۔

۱ سیف اللہ خالد - ماہنامہ ستارہ لاہور - جلد ۲۷ / شمارہ ۲ / ۳ - پتہ دار الاشاعت ... لاہور ۱۹۸۲ء ص ۳۶

اسی رحجان کی نمایاں صورت امجد اسلام امجد کی نعتیہ نظم میں بھی نظر آتی ہے اس نظم کی اشاعت ماہنامہ " ماہ نو" میں ہوئی ہے اس نظم کے چند اشعار جو اس طرز فکر کی آئینہ داری کرتے ہیں - ۱

ابر خورشید قمر
روشنی پھول صدا
سب تھے موجود مگر
ان کا مفہوم نہ تھا
کوئی بھی چیز کوئی چیز نہ تھی
سر مخفی تھا خدا
کوئی تخلیق نہ تھی
حرف اقرار نہ تھا
آپ نے صلِّ علیٰ
ابر خورشید قمر
روشنی پھول صدا
سب کو مفہوم دیا ۱

نعت گوئی کی جدید ہیئت کے رحجان میں ہی آزاد و معریٰ نظم کا انداز بھی پایا جاتا ہے چنانچہ جن نظموں کے اشعار کے حوالے اس جائزے کی وضاحت کے لئے پیش کئے گئے اسطرح کا طرز نگارش نعتیہ شاعری میں ابھی عام نہیں ہوا ہے -

---

۱ - امجد اسلام امجد - نعتیہ نظم - مشمولہ ماہنامہ ماہ نو لاہور - جلد 37 شمارہ 20
~~مقام اشاعت دفتر ماہ نو 32 / اے حبیب اللہ روڈ لاہور~~
تاریخ اشاعت فروری 1984ء - صفحہ 68

اس جدید طرز کی نمائندگی انہی شعراء کے ہاں نظر آتی ہے جو اس سے قبل اردو نعت میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں - بہت کچھ سے یہاں مراد یہ ہے کہ پابند نعتیہ نظمیں - غزلیں - قصائد - مثنوی - سلام - رباعیات قطعات - مسدّس - مثنوی وغیرہ - اور انہی شعراء کے مکمل نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں -

ان میں سے جو قابل ذکر شعراء ہیں چند کے نعتیہ کلام کی مثالیں اس باب میں شامل ہیں - ان قابل ذکر شعراء کی صف میں جو اہم ہیں اور جو نعتیہ شاعری میں طرح طرح کے انداز اور رحجان کی جدت اور ندرت کے حوالوں سے پہچانے جاتے ہیں وہ یہ ہیں

عبدالحفیظ تائب - عبدالعزیز خالد - مظفر وارثی
خالد احمد - عارف عبدالمتین - ثروت حسین
سلیم گیلانی - نعیم صدیقی

جدید ہیئت کے حوالے سے نعتیہ شاعری کی کچھ اور مثالیں پیش نظر ہیں - ایک نظم ہمارے آقا کے عنوان سے ہے -

یہ نظم آثم میرزا کی نگارش ہے اس کے اشعار اسی رحجان کو ظاہر کرتے ہیں جس کا تجزیہ اس باب کے اکثر و بیشتر مقامات پر کیا گیا ہے -

ہمارے آقا معظم رہبرؐ
ہم عاصیوں کو بساطِ عالم میں
بخش کر ہر وقار رتبہ
پیام امن و اماں کا حاصل بنا دیا تھا
بھٹکی انسانیت کے درماندہ قافلے کو
نوید صبح بہار دیکر مقام عزو وقار بخشا

مخالفت کے گھناونے سائے نے آزمائش کا تیر پھینکا
تو بند مٹھی میں کنکروں نے پڑھا تھا کلمہ
ہر ایک ظلمت کدہ کے دیوار و در پہ
طاری ہوا تھا لرزہ [1]

اس نظم کا طرز تحریر جدید انداز کی حامل ایسی تخلیقات میں نظر آتا ہے جن میں ایک طرف فنی معیار کی اعلیٰ قدروں کا احساس نمایاں ہے۔ دوسری طرف ان میں الفاظ کے استعمال میں سلیقہ ، مہارت اور ندرت پورے طور پر نظر آتی ہے۔ استعارات کا استعمال بھی جدید انداز اور تخلیقی شعور کو اجاگر کرتا ہے۔

ایسی جدید ہیئت کی نمائندہ اکرم باجوہ کی نظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے ہے۔ اس کے اشعار میں سادگی کی وجہ سے نثری بہاؤ کا احساس ہوتا ہے لیکن اس میں ایک تسلسل کی کیفیت ہے جو اشعار کی بحر میں موسیقیت کے رنگ و رخ کو ظاہر کرتی ہے۔ نظم کا پہلا بند جس سے یہ انداز واضح ہوتا ہے۔ مثلاً

احمد مرسل ، سرور دوراں
جب سے اس عاصی ذاکر کو
یہ فردوس وصال ملی ہے
میرے دل کی دیواروں پر
اسم اعظم نقش ہوا ہے
آپ کی کملی جائے پناہ ہے
آپ کی الفت زار راہ ہے
میرے آقا ہادی عالم
صلی اللہ علیہ و سلم

---

۱ ۔ آثم میرزا ۔ نعتیہ نظم ۔ (محولہ بالا / مشمولہ) ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر ۶ ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 2 ۔ ۱ ~~مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ اشاعت 1987ء ۔~~ صفحہ 481

کون و مکاں کے سارے رستے
حرم نبیؐ[2] سے آ ملتے ہیں
ذہن پہ مہریں لگ جاتی ہیں
ہونٹ مقفّل ہو جاتے ہیں
اور مومن کا سجدہ شوق
رحمت یزداں جھوم اٹھی ہے
محو تکلم حوریں با ہم
صلی اللہ علیہ و سلم[1]

یہ نظم چار مختصر حصّوں میں تقسیم کی گئی ہے - یہ پوری نظم سادہ ہونے کے باوجود دلکش ہے - احترام و احتیاط کے احساسات و جذبے اس کی تشکیل کا حصہ ہیں - ایک طرح سے یہ اس کا احسن اقدام ہے -

حنیف نازش قادری کی نعتیہ نظم بھی سلام کی شکل میں ہے - لیکن اسکے طرز تحریر میں رحجان کی جدت موجود ہے - گو کہ سلام کے ذیل میں زیادہ تر قدیم انداز کی نعتیہ نظمیں ہی اکثر و بیشتر دیکھنے میں آتی ہیں اور ان کے ضمن میں یہ امر بھی لائقِ تحسین ہے کہ سلام کے انداز میں ان نعتوں کو ایک الگ دوام حاصل ہے - اور اب تک پاکستانی دور میں بھی ان نظموں کی عظمت و شان میں کوئی فرق نہیں آیا ان کو اسی ممتاز و معروف حیثیت میں دیکھا جاتا ہے -

حنیف نازش قادری کی نعتیہ نظم جو سلام کی شکل میں ہے - اس نظم کو 12 مختصر حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے-

اس کے اشعار میں معنویت اور شعری فلسفہ بھی ہے اور اظہار بیان سادہ اور پر اثر ہے - اس نظم کے کچھ مخصوص حصے پیش نظر ہیں جن سے اس کی اہمیت واضح ہو سکے گی -

---

1 - اکرم باجوہ - مشمولہ نعتیہ نظم ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 محولہ بالا ~~- جلد 13 شمارہ 2 - 1 مقام اشاعت 14 - اردو بازار لاہور - اشاعت 1987~~ - صفحہ 482

1 ۔ سلام اس پر کہ جس نے ایماں کا نور بخشا
سرور بخشا
سکونِ جاں دور دور بخشا
خزانے جو بھی چھپے ہوئے تھے
انہیں بھی آکر ظہور بخشا
کوئی ندامت کے اشک لایا جو اس کے در پر
خطا نبھائی ۔ قصور بخشا

اس نعتیہ نظم کے اس حصے کے اشعار کی تشکیل میں قرآن کریم سے عبارت فکر کا پر تو اس کی اہمیت اور افضلیت کو دوبالا کرتا ہے ۔ اسی انداز کے ترجمان اشعار اسی نظم سے ماخوذ ہیں ۔

2 ۔ سلام اس پر جسے جہانوں کا پیر کہیے
بشیر کہیے
اسے سراجاً منیر کہیے
خلیل کہیے ۔ نذیر کہیے
الم کے ماروں کا ۔ بے کسوں کا
وسیلہ لکھیے ۔ ظہیر کہیے
جہاں کے شاہوں ۔ فلک نگاہوں کو ۔ کجکلاہوں کو
اس کے در کا فقیر کہیے [1]

---

1 ۔ حنیف نازش قادری ۔ نعتیہ نظم ۔ [مشمولہ] ماہنامہ شام و سحر نعت ~~نمبر6 جلد 13~~ [محولہ بالا]
~~شمارہ 1-2 ۔ مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ اشاعت~~ 1987 ۔ صفحہ 483

سلام اس پر کہ سب سے اونچا ہے نام اس کا
کلام اس کا
ہے لامکاں پر قیام اس کا
رہے گا چرچا مدام اس کا
حدیث لولاک کہہ رہی ہے
جہاں کا باعث۔ دوام اس کا
خزاں کے پتوں کی طرح جس سے جھڑی ہے ظلمت
بہار افزا ہے پیام اس کا ۲

ان شعراء کے علاوہ امجد فاضلی کی نعتیہ نظموں میں بھی ایک منفرد اسلوب ہے امجد فاضلی نے نعتیہ غزل میں بھی روایتی انداز سے ہٹ کر اپنی ایک الگ راہ نکالی ہے اسی طرح انہوں نے نعتیہ نظموں میں بھی ایک الگ راستہ اختیار کیا ہے جس سے خاص طور پر جدید رحجان کی نشاندہی ہوتی ہے۔

روایتی انداز کی نعتوں میں جو والہانہ عقیدت اور سرشاری کے ساتھ پیغمبر آخر الزماں کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔ گو کہ امجد فاضلی کے یہاں بھی یہ کیفیت پائی ضرور جاتی ہے لیکن انہوں نے نعت میں خواہ اس کا اسٹائل آزاد نظموں میں ہو یا نظم معریٰ کی ہو یا نظم ہو یا غزل آنحضرت کی صفات کے حوالے سے زندگی کے حقائق سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

اور یہ نظمیں رسول خدا کی تعریف اور توصیف کے ساتھ زندگی کی معنویت کی تشریح و توضیح بھی کرتی ہیں۔ اسی فکر کی ترجمانی ان کے نعتیہ اشعار سے ہوتی ہے۔

۱۔ حنیف نازش قادری ۔ نعتیہ نظم ۔ مشمولہ ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر محولہ بالا ~~جلد 13 شمارہ 1-2 ۔ نظام اقامہ 14 ۔ اردو بازار ۔ اقامہ 1987~~ ۔ صفحہ 485

اس سے پہلے
کن نیکوں کے موسم کا عرفان نہ تھا
عرش و زمیں میں دوری تھی
مجبوری سی مجبوری تھی
پتھر میں گویائی نہ تھی
بینائی و بینائی نہ تھی
حرف و نوا مربوط نہ تھے
رشتے کچھ مضبوط نہ تھے
ہر آئینہ بے چہرہ تھا
اس سے پہلے
خوشبو کا کوئی رنگ نہ تھا
باد صبا موجود تھی لیکن
کس نے خراماں دیکھا تھا
کب جلوہ بداماں دیکھا تھا

وہ جب آیا
حرف و نوا اور عرش و زمیں مربوط ہوئے
رشتے خود مضبوط ہوئے
نادیدہ کی دید ہوئی
روشنیوں کو روپ ملا
آئینوں نے
چہرہ پایا پایا ۲

---

۱ - امید فاضلی - میرے آقا - طباعت فضلی سنز کراچی - اشاعت فروری 1984
صفحہ نمبر 143
۲ - امید فاضلی - میرے آقا - طباعت فضلی سنز کراچی - اشاعت فروری 1984
صفحہ نمبر 144

نعتیہ شاعری کے کچھ اور رنگ و رخ جدید ہی رحجان کے تحت امید فاضلی کی نظموں کے علاوہ نعتوں میں بھی نظر آتا ہے -

شب زاد گردشوں نے کیا کیا نہ جال پھینکے
لیکن وہ ماہ تاباں آیا نہیں گہن میں

وہ روشنی کا پیکر وہ خوشبوؤں کا محور
ہیں رنگ سب اسی کے موسم کے بانکپن میں [1]

حرا سے ابھری تو کون و مکاں میں پھیل گئی
بشر کی روشنی ام الکتاب کے مانند [2]

نقوش پائے محمد کو جب سے چوما ہے
دمک اٹھی ہے زمین آفتاب کے مانند [3]

جدید ہیئت میں لکھی جانے والی تمام تر نعتوں کی خوبی یہ ہے کہ ان میں خود شناسی ، کائنات شناسی اور خدا شناسی کا جوہر شامل و داخل ہے اور ان میں اسوہ حسنہؐ کی عکاسی کے پہلو ممتاز درجہ رکھتے ہیں - گویا آپ سرور کائنات کی شخصیت کی عظمت کے بارے میں قرآن کا دعوی ہے کہ وہ اعلیٰ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہے اور جو خود اپنے منصب جلیلہ کا تعین کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اسے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے چنانچہ اس اثر و نفوذ کا ذکر محدود نوعیت نہیں رکھتا -

---

1 - امید فاضلی - میرے آقا - طباعت فضلی سنز کراچی - اشاعت 1984 - صفحہ 50
2 - ایضاً امید فاضلی - میرے آقا - طباعت فضلی سنز کراچی - اشاعت 1984 - صفحہ 28
3 - ایضاً امید فاضلی - میرے آقا - طباعت فضلی سنز کراچی - اشاعت 1984 - صفحہ 29

یہ اسی ذکر اور رجحان کا فیضان ہے کہ آج نعت جدید سے جدید ہیئت اور انداز میں نظر آ رہی ہے - اسی رجحان پر مشتمل عارف عبدالمتین کی نعتیہ شاعری بھی ہے انہوں نے نعت کی کئی اصناف میں لکھی ہے -

ان کے یہاں نعتیہ شاعری میں بھی بالکل نیا اور منفرد اسلوب ملتا ہے - ایک طرف نعتوں کی تشکیل میں لفظیات کا دلکش اور قابل ستائش استعمال ہے جو کشش اور جاذبیت ان کی نعتیہ شاعری کا طرہ امتیاز ہے وہ عصر حاضر کی نعتیہ شاعری میں کم ہی نظر آتا ہے - یہاں کم سے مراد یہ ہے کہ فکری اور معنوی گہرائی اول سے لے کر آخر تک شاعری میں ملتی ہے یعنی ایسی اسلوب کی ندرت و تازگی دیکھنے میں کم ہی آتی ہے - اسی اندازِ فکر کی نشاندہی ان کی نعتوں کے چند اشعار سے ہوتی ہے - ~~سے~~

زمانے کی رگ رگ میں
شب کی سیاہی کا زہر اب لہرا رہا تھا
جہاں تیرگی کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا
اندھیرے کے تجسس میں دہر ایک مجبور قیدی کی صورت پڑا تھا
سحر کے اجالے کا تریاق بن کر
زمانے کے تاریک سینے میں تو جونہی اترا
جہاں روشنی کے جزیرے پہ آسودگی کے گہر ہاتھ میں تھامے ~~اچانا~~ / اُترا
اندھیرے کی محبس کی دیواریں در بن گئیں
اور دہر اپنی آزادیوں کا پھریرا اڑاتا ہوا باہر آیا / ے

---

1 - عارف عبدالمتین - بیتاب - مطبوعہ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور - اشاعت 1985 صفحہ 140

ایک اور نظم کے چند شعر ہئیت اور رجحان کے نئے تجربے کو واضح کرتے ہیں ۔

مجھ کو حسرت تھی میں خال و خد اپنے پہچان لوں
عالم رنگ و بو کی حقیقت کسی طور سے جان لوں
میں زمانے کی رفتار کے سحر سیال سے آگہی چاہتا ہوں
میں مکاں، لامکاں کے طلسمات کو توڑنے کا تمنائی تھا [1]

عارف عبدالمتین کی یہ نظم جس کو انہوں نے " اجالوں کا شہر" کے نام سے تخلیق کیا ہے اس کے انداز تحریر میں بھی ہئیت کا نیا انداز ہے ۔ گو کہ خصوصاً نعت کے لئے اس قسم کے تجربات کو پیش کرنا آسان نہیں ہے ۔

اس کے علاوہ شاعر نے اپنی ذات کے آئینے میں موجودہ ماحول کے انتشار - جبر - اخلاقی پستی اور خود فریبی - عیاری - ریاکاری - نفرت کو اظہار کا ذریعہ بنایا ہے ۔

اس نظم کے چند اشعار انہی جذبات پر مشتمل ہیں ۔

میرے چاروں جانب گھنا خوف جنگل کھڑا ہے
مجھے اس کی پرہول تاریکیوں نے کچھ اس طرح گھیرا ہوا ہے
کہ جیسے وہ میری ضیاء دوستی کی سزا مجھ کو دینے کے جذبے سے بے چین ہوں
میں ہر سمت سے اژدہوں کی غضبناک پھنکار بھی سن رہا ہوں
کہ جیسے وہ مجھ کو نگلنے کی خواہش سے بیتاب ہوں
میں اس وحشی جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش میں مصروف ہوں
میں تیری آغوش امن و اماں تک پہنچنے کی جہد مسلسل میں کھویا ہوا ہوں
مجھے اپنی رحمت کے فیضان سے کامراں کر
ثقافت میں میرے فنا ہے مجھے جاوداں کر [3]

---

1 - ~~عارف عبدالمتین - بیثال - مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور - اشاعت 1985~~ ایضاً صفحہ 143
2 - ~~عارف عبدالمتین - بیثال - مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور - اشاعت 1984ء~~ ایضاً صفحہ 145

اس باب جدید ہیئتوں میں نعت گوئی کے ذیل میں ایک اور رجحان کا جائزہ بھی پیش نظر ہے -

" کئی زبانوں کے حوالے سے نعت گوئی "

ایک طرف جہاں نعتیہ شاعری کی طرز تحریر میں ہیئت کے مختلف طریقے اور رخ اختیار کئے گئے ہیں اور اس رجحان میں نتیجہ کے طور پر طرح طرح کی اصناف نعت کے ذیل میں موجود ہیں - اسی جدید رجحان کا ثبوت کئی زبانوں کے لفظوں کے استعمال کے حوالے سے نعت تحریر کرکے بھی پیش کیا گیا ہے لیکن اس انداز کی مثال نعت میں عبدالعزیز خالد کے علاوہ کسی دوسرے اردو کے نعت گو کے ہاں نظر نہیں آتی -

ان کی نعتوں کے پورے کے پورے مصرعے اور ٹکڑے دوسری زبانوں کے الفاظ پر مشتمل ہیں ان زبانوں میں جو نعتیہ اشعار میں خاص طور پر استعمال ہوئی ہیں - عربی - فارسی - ہندی - تامل - سنکرت وغیرہ تونمایاں حیثیت رکھتی ہیں لیکن ان کے علاوہ اور بعض بہت سی زبانوں کا استعمال ان کی نعت میں موجود ہے - الفاظ کے اس استعمال میں بھی فنّی مہارت ان کے نعتیہ فن پاروں میں جا بجا ایک مخصوص روش کی ترجمان ہے - خواہ نظم ہو مثنوی ہو یا قصیدہ - قطعہ ہو یا رباعی یا غزل ہی کیوں نہ ہو سب میں زبانوں کے برتنے کا یہی رجحان کارفرما ہے - اس کی نشاندہی چند اشعار سے ہوتی ہے -

اوّل و آخر ، ظاہر و باطن
غیث و غوث ، قدم و صدّیق
کال یوم ھوفی شان
صلّی اللہ علیہ و سلم

شفیع و شافع ۔ مصلح و صالح
حافظ و ناصر ۔ عادل و فاتح
حاشر ۔ عاقب ۔ فصیح و ناصح
صلی اللہ علیہ و سلم [۱]

کئی زبانوں کے حوالے ان کی نعتوں کے کچھ اور اشعار بھی ملتے ہیں ۔ [۲]

میں تیرا نیا ئیں ہوں تو میرا سائیں
ہے نا تو میں سیوک تو سوامی میرا [۲]

آنند سروپ ہے تو امرت روپ
ترلوک میں دوجا نہیں کوئی تجھ سا [۳]

تیرے ہی لئے خالق عزوجل نے
لولاک کا خلقت الا فلاک کہا [۴]

تو دیپک میں کاجل تو درپن میں سلیھ
میں کالک تو پر بھات کی لالی ہے [۵]

---

1 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ حمطایا ۔ مطبع شاہ اینڈ سنز پروسس پرنٹرز لاہور
اشاعت طبع دوئم اگست 1983ء ۔ صفحہ 100
2 ۔ ~~عبدالعزیز خالد ۔ حمطایا ۔~~ ایضاً " " " " " " " " " " " " " " صفحہ 60
3 ۔ ~~عبدالعزیز خالد ۔ حمطایا ۔~~ ایضاً " " " " " " " " " " " " " " صفحہ 61
4 ۔ ~~عبدالعزیز خالد ۔ حمطایا ۔~~ ایضاً " " " " " " " " " " " " " " صفحہ 64
5 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ فارقلیط ۔ مطبوعہ غلام علی پبلشر لاہور ۔ بار سوم 1974 صفحہ 38

تو ساجن سواس میں با ندی ہیا کل
میں مورکھ نمائی تو کن ہے کلا ہے ¹

وہ لالن مرا گل بدن حرک لوچن
کہاں اس سا جگ میں کوئی دوسرا ہے ²

عبدالعزیز خالد کے

جتنے بھی نعتیہ مجموعے شائع ہوئے ہیں ان کا ذکر اس مقالے کے دوسرے ابواب میں کیا جا چکا ہے - لیکن اس امر کی وضاحت یہیں ہے کہ ان کی تمام کتابوں میں مشکل پسندی اظہار کے تمام پیرائے پر غلبہ رکھتی ہے - انہوں نے اردو کے علاوہ بھی دوسری مختلف زبانوں کو اپنی نعتیہ شاعری میں حیثیت زیادہ استعمال کی ہے گو کہ یہ انداز اور رحجان عام فہم نہیں ہے بلکہ شعر و ادب کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا اس سے استفادہ نہیں کر سکتا - تاہم اردو نعت کا وہ عروج اس میں نظر آتا ہے جس کا مقابلہ عصر حاضر کی ہی جدید رحجان کی نعتیہ شاعری سے ممکن نہیں ہے -

تاہم اس قسم کی نعت کے لئے یہ انکشاف کرنا بھی ممکن نہیں ہے کہ اس کے اسرار و رموز صرف اس کے مصنف کے سمجھنے اور استفادہ کرنے کی چیز ہیں یا کسی عام آدمی کے بھی سمجھ میں آنے والی کیفیت ہے -

ہم دیکھتے ہیں کہ دور جدید میں بھی نئے نئے اسٹائل اور اسلوب نعتیہ شاعری میں نظر نہیں آتے بلکہ اسی قدیم طرز نگارش کی عکاسی اس قسم کی شاعری میں بھی جا بجا موجود ہے -

---

1 - ~~عبدالعزیز خالد - فارقلیط - مطبوع غلام علی پبلشرز لاھور - بار سوم 1974ء~~ ایضاً صفحہ 39

2 - ~~عبدالعزیز خالد - فارقلیط - " " " " "~~ ایضاً صفحہ 43

البتہ آزاد اور معرّیٰ نعتیہ شاعری کا بطور جائزہ لیا جائے تو شاعری کی بہت مفید صورت نظر آتی ہے۔ اس میں احساس و خیال کی عکاسی بہتر اور مکمّل طور پر ہو سکتی ہے۔

جس کا حق پابند طریقے کی نعتیہ شاعری کے ذریعے ادا کرنا مشکل ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے پچھلی تین دہائیوں پر محیط دور میں مختلف اصناف نظم میں جو نعتیہ نظمیں نظر آرہی ہیں حتیٰ کہ بعض مقامات پر کسی خاص صنف کی پابندی بھی ان میں نظر نہیں آتی۔ اس کی مثال صلاح الدین پرویز کی اس ایک نعت میں ملتی ہے۔ یہ نعت رسول اللہ کے نام ایک خط کے عنوان سے ہے۔ اس کے چند اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں

ادھر ایک شب سے
عجیب شک ہے
کہ میری آنکھوں کی جلوتوں میں بنام خلوت
کوئی ایک مکتوب لکھ رہا ہے
گرامی!
تو چیز ے دیگری
راز داں عجب ہے
کہ میں
کوئی عالی نسب نہیں ہوں
مگر تیرے شجرے میں جڑ گیا ہوں
دکھوں کی چادر بدن پہ اوڑھے
کہیں کہیں تجھ میں سو گیا ہوں
گرامی!

(رسالہ معاصر (3) لاہور صفحہ 49)

اسی رسالے میں صلاح الدین محمود کی نعت بھی بہ عنوان رسول پاک کے شائع ہوئی ہے - یہ نعت بھی نعت کا بالکل نیا ہئیتی تجزیہ نظر آتی ہے - اس کے چند اشعار اس رجحان پر محیط ہیں -

لسو ہسو کی انجان نگر
کے ہرے سمندر خو کا
ان کی مہک سپیدہ جیسی
طائر اک خوشں ہو کا
ان کا بدن شجر کی سیرت
جو خود ہی اکتا ہو
خود اکتے اس بن میں ہو لے
سور مرے و ہو کا

(رسالہ معاصر (2) لاہور - صفحہ 48)

اس مضمون کی نشاندہی کے لئے اس باب میں ان دو نعتوں کا ذکر ضروری نظر آتا ہے - کوکہ ان میں کسی خاص صنف کی پابندی نہ ہونے کے باوجود اپنی جگہ ان میں نظمِ مسلسل کی سی کیفیت ہے اور نثری نظم کا انداز بھی کارفرما ہے - ان اشعار میں الفاظ کا استعمال خوبصورتی سے کیا گیا ہے ان میں فارسی اور ہندی کے الفاظ کو بھی شامل ہیں -

****

باب چہارم

نعت اور تاریخ اسلام

طویل نعتیہ نظموں کا جائزہ لیا جائے تو سب سے پہلی نظم مولانا حالی کی مسدس مدوجزر اسلام نظر آتی ہے - بیسویں صدی کے نعتیہ ادب میں یہ نظم بڑی ممتاز حیثیت کی حامل ہونے کے ساتھ تاریخ اسلام کی عکاسی کے اعتبار سے بھی منفرد ہے - مثلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل کی تاریخ اور مسلمانوں کے سیاسی ، تمدنی اور معاشی حالات کی نشاندھی بھی اس نظم کے ذریعے ہوتی ہے - اس طویل نعتیہ نظم مسدس کے طرز نگارش سے متاثر ہوکر پاکستانی شعراء نے بھی طویل نعتیہ نظمیں لکھنا شروع کیں جو طویل ہونے کے علاوہ اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں ان میں محشررسولؐ نگری کی فخر کونین اول اور فخرکونین دوم کی کتابی شکل میں منظر عام پر آچکی ہیں ان میں آنحضورؐت کی سیرت کی تفصیل تو ملتی ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں تہذیب کی وہ جھلک بھی بےحد نمایاں ہے جب قبل از اسلام پوری انسانیت جہالت اور گمراہی کے عذاب میں مبتلا تھی - دوردور تک اخلاق اور انسانیت کا شائبہ تک نہ تھا -

" فخر کونین " حصہ اول اور دوم کے بعد احسان دانش کی طویل نعتیہ نظم " دارین " نظر آتی ہے - اس طویل نظم میں جہاں ایک طرف مسلمانوں کی اس تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے جب حضورؐ کی تعلیمات کا واضح اثر دنیا نے قبول نہیں کیا تھا - تمام انسانیت بےبسی و مجبوری و پستی میں الجھی ہوئی تھی - قتل و غارت ظلم و ستم - جوا - شراب چوری اور جھوٹ جیسی لعنتیں اس دور کے انسانوں کا طرہ امتیاز تھیں-

دوسری جانب اسی نظم کے ایسے حصے بھی نظر آتے ہیں جن میں عصر حاضر کی تہذیب و معاشرت کے وہ نمونے پیش کئے گئے ہیں جن میں موجودہ تہذیب کا ارتقاد بھی بخوبی نظر آتا ہے - اس نظم کے بعض مقامات سے مسلمانوں کی عظمت و رفعت کا پتہ بھی چلتا ہے -

نہ صرف زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی و کامیابی کا واضح بیان بلکہ عصر حاضر کی تہذیبی ترقی کی خرابی اور مسلم قوم کی زبوں حالی کا مرثیہ بھی اسی نظم کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے -

یہ ایک ایسی طویل نعتیہ نظم ہے جس کے اشعار مسلمانوں کے معاشرتی اور تمدنی حالات و آثار کو بیان کرتے ہیں جو اس نظم کا ایک اہم افادی پہلو ہے -

جہاں تک اردو میں طویل نعتیہ نظموں کا تعلق ہے تو احسان دانش کی " دارین" کے علاوہ عبدالعزیز خالد کی طویل نعتیہ نظم "فارقلیط" نظر آتی ہے پاکستانی دور کی نعتیہ شاعری میں اس نظم کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو بےجا نہ ہوگا کہ یہ نظم حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کی بھی عکاسی کرتی ہے اور اسلامی تاریخ کے ان پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتی ہے جس سے مسلمانوں کی تہذیبی و سماجی اقدار کا تعلق ہے -

درج ذیل اشعار انہی پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کی تہذیبی و سماجی اقدار سے ہے -

کیا اس نے صحرا نشینوں کو یکجا
نہال اخوت پھلوں سے لدا ہے
ہوئے مالک الملک مملوک زادے
ترقی کا دروازہ سب پر کھلا ہے
نہیں فرق مختار و مامور و آمر
ترازو فضیلت کا صرف اتقا ہے [1]

---

1 - عبدالعزیز خالد - فارقلیط - ~~مطبع علمی پبلشرز اشاعت 1965~~ - صفحہ 101

"فارقلیط"[4] کا تذکرہ عصر جدید کی طویل نعتیہ نظموں کے تحت پیش نظر ہے ورنہ نعت کے موضوع سے متعلق عبدالعزیز خالد کے متعدد نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں مثلاً ۔ ماذ ماذ ۔ طاب طاب ۔ منحمنا اور حمطایا وغیرہ

عبدالعزیز خالد کی نعتیہ تخلیق منحمنا نہ صرف عصر حاضر کی طویل نعتیہ نظموں میں شمار ہوتی ہے بلکہ یہ طویل نظم اردو نعت کی جدید رحجانات کی ترجمانی بھی کرتی ہے لیکن اس کی تشکیل اردو نظم کے نعتیہ قصائد سے مماثلت رکھتی ہے بہرحال اس نظم کے ذریعے بھی ایک طرف حضورؐ کے اسوہ حسنہ پر روشنی ڈالی گئی ہے تو دوسری طرف اسلامی تاریخ کے حوالوں سے اس نظم کے اشعار مزین کیے گئے ہیں ۔ مذکورہ رحجان ذیل کے اشعار سے بخوبی واضح ہوتا ہے ۔

اسی صاحب خلق عظیم کہتے ہیں
وہی ہے نوع بشر کا معلم اعظم[1]
مقیم وادیٔ بطحا ہوا عزیزِ جہاں
عرب کی شمع بنی مہر نیم روز عجم[2]

ان اشعار سے حضور اقدس کی سیرت کی عکاسی نظر آتی ہے اس کے علاوہ اسی طویل نعتیہ نظم کے بعض اشعار ایسے ہیں جن سے قبل اسلام کا احوال بھی سامنے آتا ہے ۔

فتور مفسدہ برپا ہے رہِ سکوں میں
کھپا ہے کارگر شیشہ گر میں ایک اودھم
شراب ناب سے ارزاں ہے ... خونِ انسانی
لہو ترنگ سے سرخوش ہے مادر گیتم

---

1 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ منحمنا ۔ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۔ اشاعت1964 ۔ صفحہ 16
2 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ "الفنا" ۔ صفحہ 7

لگے ہیں پہرے ضمیر و زباں انساں پر
کھلا خلیفہ ارضی کی برتری کا بھرم
سنے تو کون سنے نالہ ہائے سوختگاں
جسے طو وہی بیزار و بیدل و بے دم

(عبدالعزیز خالد ۔ منحمنا ۔ صفحہ 11)

عبدالعزیز خالد کی کم و بیش تمام نعتیہ تصنیفات مسلمانوں کے سماجی ثقافتی اور سیاسی و تاریخی رحجانات کی نشاندہی کرتی ہیں اسی روش کے کے تحت ان کی تمام تر نعتیہ شاعری فکری اعتبار سے جدید رحجانات کی حامل ہے ۔ لیکن اس مضمون میں صرف طویل نعتیہ نظموں کا جائزہ اسلامی تاریخ کے پس منظر میں لینا مقصود ہے چنانچہ اسی رحجان کے تحت طویل نعتیہ نظم فار قلیط" اور منحمنا کو پیش نظر رکھا گیا ۔

اب جہانتک ان طویل نعتیہ نظموں" فارقلیط" اور" منحمنا" کے فنی نقطہ نگاہ کا تعلق" ہے ۔ تو عصر حاضر کی تمام جدید رحجانات کی حامل دور کی نعتیہ شاعری میں خواہ وہ نظم ہو یا غزل منحمنا اور فارقلیط منفرد انداز کی قدامت میں جدّت پیدا کرنے کے ہنر کی ماہرانہ عکاسی کرتی ہیں ۔ ان کا اپنا ایک علیحدہ اسلوب ہے ۔ تشکیل جدید کی یہ نعتیہ نظمیں عربی و فارسی زبانوں کے حسین امتزاج کا خوبصورت نمونہ ہیں ۔ ان میں قرآنی آیات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور مفہوم کو اچھے انداز میں سمویا گیا ہے کہ اس کی مثال عہد حاضر کی جدید نعتیہ شاعری میں ملنا مشکل ہے خواہ یہ سیرت مبارکہ کا بیان ہو یا اسلامی تاریخ کے گمبھیر پہلو ۔ سیرت و تاریخ دونوں موضوعات کہ تفسیر و تشریح کیلئے قرآن پاک سے استفادہ پورے طور پر نظر آتا ہے ۔

مسلمانوں کی موجودہ تہذیب کی گرتی ہوئی اقدار ۔ اخلاقی پستی گمراہ کن ماحول اور معاشرے میں جنم لینے والی برائیوں کا واضح عکس بھی ان میں موجود ہے ۔

طویل نعتیہ نظم کے ضمن میں " مرسل آخر " کا تذکرہ ناگزیر ہے
قمر ہاشمی اس نعتیہ نظم کو اسلامی تاریخ اور سیرت پاک کے حوالوں سے
مرتب کیا گیا ہے -

ایک طرف یہ نظم اس قسم کے اساسی تصورات پیش کرتی ہے جن
سے موجودہ معاشرے کے زوال آمادہ اخلاق کی بپتا صاف سنائی دیتی ہے
اور دوسری طرف اس نظم کے بعض حصے اشاریت کے حسن کا لطیف مظہر ہیں
اور بعض حصّوں میں "رزمیے" کی کیفیت ملتی ہے - عربی قصائد کا پُر شکوہ
اندازِ بھی اس کے اندازِ تحریر میں نظر آتا ہے اور فارسی شاعری کا آہنگ
بھی محسوس ہوتا ہے -

اس کے علاوہ اس نظم کے بعض حصّوں سے پاکستان اور اس کے
مفلوک الحال انسانوں کی زبوں حالت کی بھی ترجمانی ہوتی ہے اور سوز و
گداز کی کیفیت بھی بخوبی نمایاں ہے اس کا شعری احساس درد مند دل
کی آواز معلوم ہوتا ہے -

موجودہ معاشرے کی بگڑتی ہوئی حالت انسانی عظمت اور حرمت کی
اعلیٰ اقدار کے زوال کا دکھ اس نظم میں اثر انگیزی کا مظہر ہے -

ایک طرح سے یہ نظم اس طرزِ احساس کا مرقع ہے جو عصرِ حاضر
کے تاریخی وتمدنی رحجانات کو پیش کرتا ہے - چنانچہ اس رحجان کی
عکاسی ذیل کے چند اشعار کرتے ہیں - ؎

زندگی کی ہرنفس توہین
انسان کی اہانت باربار
غیرفطری بندشوں میں پا بجولاں
آدمی ہے بے وقار
ہرحقیقت کوشں لمحوں کی صلیبوں پر
نشاں کرتا ہوا
سرد بال دوشں پر ماحول تذلیل آشکار
داورا کیا زندگی ہے

کرب کی سانسوں سے رشتے استوار
جبر و ستم سہنے کے دائمے سبھی
کب تک آلام دنیا کا شکار
حرمتِ آدم کا اب احوال یہ ہے
آدمی خود آدمی کا ہے شکار [1]

اس کے علاوہ یہ نظم "مرسل آخر" ان واقعات اور تارے... کی بھی نشاندہی کرتی ہے جو حضور اقدس کے دور میں وقوع پذیر... ستا۔

دور ملوکیت میں مسلمان بٹ گئے
اغراض میں سمٹ گئے مرکز سے کٹ گئے
تشریح جب خدا کے قوانین کی ہوئی
ہر ضابطہ تھا روحِ سلاطین آگہی [2]

انہی تاریخی واقعات کی عکاسی چند اور اشعار بھی کرتے ہیں

لئے لئے پھر رہا تھا سینے میں اک خلش میں
بہت دنوں سے دلوں کے والی
خوشا کہ وہ آپ نے بڑے لطف سے مٹا دی
میں سوچتا تھا کہ ابن یوسف لئے عمر بھر
جبر و ظلم کرکے عراق و شام و حجاز میں
قتل و بربریت کا
گرم بازار کر رکھا تھا
یہ شخص نقش قدم پہ چلتا تھا رو سیو کے [3]

---

1 - قمر ہاشمی - مرسل آخر - مطبع ماس پرنٹرس کراچی - اشاعت 1982 - صفحہ 8
2 - ایضاً ~~قمر ہاشمی - مرسل آخر - مطبع ماس پرنٹرس کراچی - اشاعت 1982~~ - صفحہ 62
3 - ایضاً ~~قمر ہاشمی - مرسل آخر - مطبع ماس پرنٹرس کراچی - اشاعت 1982~~ - صفحہ 122

کرب کی سانسوں سے رشتے استوار
جیسے ہم تسبیح کے دانے سبھی
کب تلک آلام دنیا کا شکار
حرمتِ آدم کا اب احوال یہ ہے
آدمی خود آدمی کا ہے شکار [1]

اسی کے علاوہ یہ نظم "مرسل آخر" ان واقعات اور تاریخی شواہد کی بھی نشاندہی کرتی ہے جو حضور اقدس کے دور میں وقوع پذیر ہوئے مثلاً :

دور ملوکیت میں مسلمان بٹ گئے
افراض میں سمٹ گئے مرکز سے کٹ گئے
تشریح جب خدا کے قوانین کی ہوئی
ہر ضابطہ تھا روحِ سلاطین آگہی [2]

انہی تاریخی واقعات کی عکاسی چند اور اشعار بھی کرتے ہیں :

لٹے لٹے پھر رہا تھا سینے میں اک خلش میں
بہت دنوں سے دلوں کے والی
خوشا کہ وہ آپ نے بڑے لطف سے مٹا دی
میں سوچتا تھا کہ اپنی یوسف لٹے عمر بھر
جبر و ظلم کرکے عراق و شام و حجاز میں
قتل و بربریت کا
گرم بازار کر رکھا تھا
یہ شخص نقش قدم پہ چلتا تھا رومیو کے [3]

---

1 ۔ قمرہاشمی ۔ مرسل آخر ۔ مطبع ماس پرنٹرس کراچی ۔ اشاعت 1982 ۔ صفحہ 8
2 ۔ ~~قمرہاشمی ۔ مرسل آخر ۔ مطبع ماس پرنٹرس کراچی ۔ اشاعت 1982~~ ایضاً ۔ صفحہ 62
3 ۔ ~~قمرہاشمی ۔ مرسل آخر ۔ مطبع ماس پرنٹرس کراچی ۔ اشاعت 1982~~ ایضاً ۔ صفحہ 122

ایک اور طویل نعتیہ نظم تشبیب کے نام سے حالیہ تین چار برسوں کے دوران منظر عام پر دکھائی دی ہے۔ اس کے مصنف خالد احمد ہیں۔

اس نظم کے مختلف پہلو میں حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کو بھی اس میں پورے طور پر اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اور عصر حاضر کی تہذیب کی خرابی انتشار مسلم قوم کی پستی اور زبوں صورت حال کا نوحہ بھی اسی نظم کا حصہ ہے۔

اردو کی طویل نعتیہ نظموں کا جائزہ لینے سے واضح تر نقطۂ نگاہ یہی برآمد ہوا کہ ان میں سیرت اقدس کو تو پیش نظر رکھا ہی گیا ہے لیکن تاریخ اسلام کے تمام تر پہلوؤں کو بھی اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے چنانچہ ان نظموں کا یہی قابل توجہ پہلو ہے جو انہیں اردو نعت کے جدید رجحانات کے ضمن میں پیش کرتا ہے۔ ان سب طویل نعتیہ نظموں کے علاوہ تین چار صفحات پر مشتمل نعتیہ نظمیں بھی اکثر شائع ہوتی ہیں ان کے طرز نگارش سے کوئی اہم چیز سامنے نہیں آئی یہ نہ تو سیرت کے ہی بیان کو جامع انداز میں پیش کرنے کی حیثیت رکھتی ہیں نہ اسلامی تاریخ کے واقعات کی نشاندہی کرتی ہیں۔

مسلمان ہونے کے ناطے کار ثواب سمجھ کر لکھا جانا ان کی تخلیق کا گمان اغلب ہے۔

اس رجحان کی صورتیں مظفر وارثی کی نعتیہ نظموں میں بھی دستیاب ہوتی ہیں۔ یہ نعتیہ نظمیں جدید طرز ادا کا مکمل شاہکار نظر آتی ہیں ان میں ہیئتی تنوع بدرجہ اتم محسوس ہوتا ہے خواہ الفاظ کی تراش خراش ہو یا معنی کی تہہ داری ان نعتیہ نظموں کی اپنی منفرد اور ممتاز حیثیت ہے۔

یہ نظمیں گو کہ اسقدر طویل نہیں ہیں لیکن ان میں مسلمانوں کے سماجی و تاریخی طرز احساس کی اچھی خاصی نمائندگی نظر آتی ہے۔

خواہشیں ہیں پنپنے کی پروان کی
جڑ مسلمان کاٹے مسلمان کی
ظرف بے حس نہ ہوں
ذہن مفلس نہ ہوں
ہم نہ شہروں بنیں
یا نبیؐ یا نبیؐ!
اپنی راہوں پہ چلنے کی توفیق دے
پھر اس امت کو فاروقؓ و صدیقؓ دے[1]

مظفر وارثی کی ایک اور طویل نعتیہ نظم کے چند اشعار پیش نظر ہیں یہ نظم صرف تین صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس میں حضورؐ اقدس کی سیرت مبارکہ کی تشریح خوبصورت انداز میں ہے۔

تو آفتاب غار بھی تو پرچم یلغار بھی
عجز و وفا بھی پیار بھی ۔ شہ زور بھی سالار بھی
تیری زرہ فتح و ظفر
صدق و صفا تیری سپر
تیغ و تبر ۔ صبر و رضا
یا رحمۃ للعالمین[2]

ماہنامہ سیارہ لاہور کے صفحہ 30 پر وہی نبیؐ ہے کے عنوان سے عبدالرحمٰن کی نعتیہ نظم شائع ہوئی ہے ۔ اس کے چند اشعار حضور سرور کائنات کے اس طرز عمل کی نشاندہی کرتے ہیں جو انہوں نے اسلامی معاشرے کے لئے وضع فرمایا ۔

---

1 ۔ مظفروارثی ۔ باب حرم ۔ ناشر: [illegible] آئینہ ادب ۔ اشاعت 1974
چوک مینارانارکلی لاہور ۔ صفحہ 54

ستم رسیدہ جہاں کی خاطر جو راحتوں کے پیام لایا
مٹا کے فرسودہ سب طریقے جو ایک احسن نظام لایا
جو توڑ کر تفرقوں کے ساغر مئے محبت کا جام لایا
رکوع لایا ۔ سجود لایا ۔ قعود لایا ۔ قیام لایا
نہ نکلی جس کی زباں سے کوئی بھی بات مبہم
وہی نبی ہے

ہجمن رجھوری کے نعتیہ مجموعے " نیر حرم " میں دو طویل نعتیہ نظمیں بھی ملتی ہیں ۔ ان نظموں کا شاعرانہ پس منظر بھی اسلامی تاریخ کے مختلف واقعات کی نشان دہی کرتا ہے اور حضور اقدس کے عہد مبارک میں مسلم معاشرے میں جو اصلاحات اور ہدایات آپ نے فرمائیں ان کی ترجمانی بھی نظر آتی ہے ۔

ان میں سب سے پہلی نعتیہ نظم جو تین صفحات پر مبنی ہے مزکورہ بالا رحجان کی نشاندہی اس کے ان چند اشعار پر مبنی ہے ۔

رات دن سرگرم جب حضرت تھے اصلاحات میں
کیسے کیسے سانحے پیش آئے ان اوقات میں
کوئی فرق آیا نہ ہرگز عزم و اقدامات میں
سنگ باری تک ہوئی خون میں تر ملاقات میں خون جسمانی سے طائف میں گئیں نعلین بھر
اِنَّ مِنْ ثَمَرِ وَجْہِہِ فَضَّلَ الرَّسُوْلِ وَقَدْ کَفَیٰ لَہٗ

---

1 ۔ عبدالرحمن ۔ وہی نبی ہے ۔ مشمولہ ماہنامہ سیارہ لاہور ۔ جلد نمبر47 شمارہ نمبر 302 صفحہ نمبر 3

2 ۔ ہجمن رجھوری ۔ نیر حرم ۔ 1988ء ۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2 ۔ صفحہ 58

ایک اور مثال اسی رحجان کی عکاسی کرتی ہے اس کے تحت اس طویل نعتیہ نظم کے چند اشعار پیش نظر ہیں ۔

آپ کے اوصاف میں رطب اللساں انساں ہوئے
آپ کے باب کرم ایثار بھی مہماں ہوئے
آپ کے دشمن جو اکثر جاہل و ناداں ہوئے
آپ کے خلق عظیم سے وہ با ایماں ہوئے
آپ کے اخلاق سے ہے ~~داس~~ درس ہم کو خاص کر ۲
اِنَّ من لہم لقد و نقل الرسول تدد کفرہ

"نیر حرم" سے ماخوذ طویل نعتیہ نظم کے اشعار میں بے ساختگی سے عربی الفاظ کا استعمال یا الفاظ کی وضع کاری کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے بھی چست بندش یا مشکل زمین بھی شاعری کی کیفیت کو برقرار رکھتی ہے ۔

نعتیہ مجموعے "نیر حرم" میں ایک اور طویل نعتیہ نظم ہے اس کے اشعار سے بھی حضور اقدس ﷺ سے اس انداز نظر کی عکاسی ہوتی ہے جو آپ نے اسلامی معاشرے کی تشکیل اور تعمیر کے لئے ضروری تصور فرمایا ۔ اسکے علاوہ یہ طویل نظم اسلامی تاریخ کے واقعات و میلانات پر مبنی رحجانات کو پیش کرتی ہے ۔ اور عصر حاضر کی نعتیہ شاعری اسی فکرو احساس سے عبارت ہے جسکے تحت بنی نوع انسان کی فلاح و برتری کا کام لیا جا سکے ۔

---

2 - ~~ساجن رجبوری - نیر حرم 1988ء - سنگ میل پبلی کیشنز~~ ایضاً - صفحہ 56

آپ نے عالم کو بخشا ہے وہ دستور حیات
جس کی پابندی سے غاصب کی نہیں لگتی ہے گھات
آپ کا ہر قول احسن ، آپ کی ہر بات ، بات
آپ کے خطبات زریں سے ہے تحصیل نکات
یا ہلالت راہ یکتا شان خورشید حرا[۳]

مزکورہ شاعروں کے علاوہ اردو کے دوسرے نعت گو شعراء کے ہاں بھی یہ رحجان نظر آتا ہے ان میں صہبا اختر ہیں جنکی ایک طویل نعتیہ نظم کتاب " خیرالبشر " کے حضور ملتی ہے۔

یہ ایک ایسی نظم ہے جسکے کئی پہلو ہیں انہیں ایک طرف حضور اقدس کے بارے میں ان تصورات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کی تمثیل کائنات کی حسین سے حسین تر چیزوں میں نہیں ملتی اس خیال کی جھلک اس نظم کے چند اشعار ہیں ۔

صبح دم جب بزم گل میں چہچہاتے ہیں طیور
ہو پھٹے جب جھلملاتا ہے فضائے شب میں نور
روشنی جب پردہ ظلمت سے کرتی ہے ظہور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہونگے حضور[۱]

ایک اور نمایاں پہلو اس نظم میں یہ نظر آتا ہے کہ موجودہ وقت کے ماحول کی پامال ہوتی ہوئی قدروں کے ساتھ خون آشوب مناظر انسانی جبلتوں کے منتشر اور افتراق بےعلمی اور بےیقینی کی کیفیت ایک وقیع انداز میں اس نظم کے اشعار میں نظر آتی ہے۔

~~۳۔ محسن رجھوری ۔ نور حرم ۔ مطبع سنگ میل پبلی کیشن ۔ اشاعت 1988ء~~ ایضاً صفحہ 177

۱۔ صہبا اختر ۔ نعتیہ نظم ۔ "خیرالبشر کے حضور میں" ۔ مشمولہ نقوش پریس لاہور مرتب ممتاز حسن ۔ اشاعت بار اول 1975ء ۔ صفحہ 209

بجلیاں جب گرتی ہیں خون کے اوراق پر
آندھیاں جب سنسناتی ہیں مرے آفاق پر
ان کے صدقے مطمئن رہتا ہے قلب ناصبور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہونگے حضور [2]

اس کتاب خیرالبشر کے حضور میں محشر بدایونی کی بھی ایک طویل نعتیہ نظم شامل کی گئی ہے۔

اس نظم کی تشکیل میں نسبتاً مختلف انداز اور رحجان پایا جاتا ہے ایک طرف اس میں جدید رحجان ہے دوسری جانب امت مسلمہ کے لئے ذہنی پستی سے نکلنے کی ترغیب اور اس خیال کی ترجمانی بڑے واضح انداز میں ہے کہ انسان غیر اللہ کی طرف نہ دیکھے اپنی طرف دیکھے اور اس نظام جہاں کو سنبھالے۔ اور اسے بدلنے کی سعی کرے تاکہ وہ کھوئی ہوئی اسے اور رفعت ہاتھ آسکے اور اسی انداز سے ہم اپنے آپ کو حضور اقدس کی امت میں محسوس کرسکتے ہیں۔ اس نظم کے چند شعر اس رحجان کے آئینہ دار ہیں۔

بڑھو نظام جہاں سنبھالو
یہ تاج و طبل و علم اٹھا لو
جمال اغیار تکنے والو
اب اپنی جانب نگاہ ڈالو
تم امت سرور امم ہو
تم اوج رفعت میں کس سے کم ہو [1]

---

2 - صہبا اختر- نعتیہ نظم/ خیرالبشر کے حضور میں - مطبع نقوش پریس لاہور
مرتب ممتاز حسن اشاعت 1975ء- صفحہ 210

اسی نظم کے چند اشعار کا دوسرا مخصوص پہلو حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے مخصوص نقطوں کی ترجمانی پر منحصر ہے کہ آپ سرور کائنات نے اپنے دور کے حالات کے مطابق اس زمانے کی تہذیب و معاشرت کے اعتبار سے جو تعلیم و تربیت اور تنظیم مسلمانوں کی فرمائی وہ بھی اسی طویل نظم کے چند اشعار سے نمایاں ہوتی ہے۔

وہ گلہ بان عرب کے جس نے
سکھائے آداب زندگی کے
قرار حاصل کرو اسی سے
اسی سے جینے کے لو سلیقے
پھر اپنی تقدیر حال دیکھو
عروج دیکھو کمال دیکھو ۲

اسی نعتیہ نظم میں تیسرا قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات کی نشاندہی اس میں با کمال ہے اولاً تو حضور اقدس کی تعلیم پھر آپ کے معجزات کے نمایاں اثرات گویا یہ ایک قسم کی مرقع نگاری ہے اس کے ذریعے حضور اقدس کے شمائل کی طرف بھی خیال مرکوز ہوتا ہے۔

وہ مظہر جلوۂ الٰہی — شجر حجر جس کی دیں گواہی
وہ اس کا شان جہاں پناہی — کہ سجدے کرتی ہے کج کلاہی
وہ لحن داؤد میں گل افشاں
وہ کشتی نوح کا نگہباں ۳

۱۔ محشر بدایونی۔ نعتیہ نظم "خیر البشر کے حضور میں" مشمولہ ~~مطبع نقوش پریس لاہور مرتب ممتاز حسن اشاعت 1975ء~~ محولہ بالا صفحہ 255
2-3 " " " " " " " " " صفحہ 256-257

تاریخ اسلام کے پس منظر میں لکھی گئی طویل نعتیہ نظموں کے حوالے سے محشر رسول نگری کا ذکر اس سے قبل بھی اس باب میں کیا جا چکا ہے ان کی ایک اور طویل نعتیہ نظم کا جائزہ بھی لیا جا رہا ہے یہ نظم بھی " خیرالبشر کے حضور میں " شائع ہوئی ہے اس نظم کے اشعار کی ساخت بھی مختلف قسم کے خیالات اور رحجانات نظر آتے ہیں -

اولاً تو حضور اقدس کی سیرت کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے دوم اسکے اشعار میں آپ کے خلق عظیم اور آپ کا کردار مبارک اور آپ کے حسن عمل کی بہترین تفسیر کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے -

اس کی تعلیم عین عرفاں اس کا اخلاق شرح قرآں
اسی کا کردار روح انساں اسی کی طاعت سے ہم مسلماں

یہ غم جو دل سے لپٹ گئے ہیں
ہم اپنے مرکز سے ہٹ گئے ہیں

نہ فرش ریشم نہ چتر گوہر زمین ہی تکیہ زمیں ہی بستر
جہاں نواز و زمانہ پرور وہ مہر و جود و سخا کا پیکر

تمام خلق اس کی ریزہ چیں ہے
مگر وہ خود بوریا نشیں ہے (1)

اس کے علاوہ ایک اور نعتیہ نظم کا جائزہ بھی مقصود ہے یہ نظم جعفر طاہر کی تخلیق ہے -
اس نظم کے اشعار میں ایک طرف نعت کے جدید رحجانات کارفرما ہیں اسکے ساتھ ساتھ یہ اہم مسئلہ اسکی تحریر میں نظر آتا ہے وہ ہے اُمّتِ مرحومہ کے مسائل و مشکلات کا ذکر پھر اس میں حضور اقدس کی آمد سے اس دور کے غیر مہذب معاشرے اور ماحول کے مشرف ہونے کا ذکر ہے -

---

محولہ بالا

1 - محشر رسول نگری - نعتیہ نظم - مشمولہ "خیرالبشر کے حضور میں" - ~~مطبع نقوش پریس لاہور - مرتب ممتاز حسن - اشاعت 1975~~ - صفحہ 259

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے جو ہمہ گیر انقلاب پیدا ہوا تہذیب و تمدن پر اس کے جو اثرات وقوع پذیر ہوئے اس کے گونا گوں ثمرات کی ترجمانی بھی اس کے ذریعے ہوتی ہے۔

نئی سحر کی تجلیاں ریگ زار بطحا پہ لہلہائیں
دیار وحشت کے رہنے والوں پہ رحمتیں کھل کے مسکرائیں
یتیم بچے کے عزم و ایثار نے کیا انقلاب برپا
وہ ظلمتوں کے حصار ٹوٹے کہ فصلیں ستم کی صدحا
وہ شب کو اٹھ اٹھ کے سوچتا تھا کہ آبروئے بشر بچا لے
اجل گزیدوں کو جس طرح بھی ہو دام آلام سے چھڑالے
یہ آرزوئے محال کوئی بشر کسی چیز کو نہ ترسے
نئے افق سے جو ابر مینا اٹھے تو سارے جہاں پہ برسے [1]

ایسی ہی نظموں میں رحمٰن کیانی کی نعتیہ نظم بھی شمار ہوتی ہے اس نظم کے اشعار کی تشکیل میں ایک طرف تو اس ذات والا صفات کی عظمت و جلالت کی عکاسی پر مبنی رحجان ہے اسکے علاوہ ایک اور احساس بھی اس نظم میں نظر آتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں انسان مادیت کی فصیل میں جکڑا ہوا ہے اور اسی خیال کے ماتحت فصیل جسم کے معماروں اور مادہ پرستوں نے جو قیامت برپا کر رکھی ہے انکے جسم و جاں موجودہ ماحول کے بگاڑنے میں ہمہ وقت اہم کردار ادا کرنے کی دوڑ دھوپ میں مبتلا رہتے ہیں انسانیت کی راہ میں یہ مادہ پرست اپنی فتنہ و فساد سے رکاوٹ بن رہے ہیں۔
ان کے قلب و نظر غفلت کے زنگ سے اپنی چمک کھو چکے ہیں اس نظم کے چند شعر اسی خیال پر منحصر ہیں۔

1۔ جعفر طاہر۔ نعتیہ نظم ۔ ~~خیر البشر کے حضور میں۔ مطبع نقوش پریس لاہور مرتب ممتاز حسن۔ اشاعت 1975~~۔ صفحہ 218 (بحوالہ بالا)

2۔ " " " " " " " " " " ۔ صفحہ 219

رسمِ جہاد حق کی اقامت کے واسطے
کمزور نا تواں کی حمایت کے واسطے
انصاف امن اور عدالت کے واسطے
خیر الحیات مرگِ شہادت کے واسطے
لڑتے ہیں ہم جسکے شوق میں ہم جھوم جھوم کر
پیتے ہیں جامِ مرگ کو بھی چوم چوم کر [1]

ہاں اسی دور لغو و خرافات میں
ظلم کی دوپہر جیسی کی رات میں
اٹھ کے غار حرا سے بحکم خدا
کوہ فاراں کی چوٹی پہ صلی علیٰ [2]

رئیس امروہوی کی اس نظم کے اشعار بھی اسی نوعیت کے رحجانات کی عکاسی پر مبنی ہیں جس کے ذریعے یہ نظریہ سامنے آتا ہے کہ آپ سرور کائنات نے کس طرح مسلم معاشرت کی بقا اور انسانیت کی جلاء کے لئے اپنی حیات مبارک کو وقف کردیا چنانچہ آپ کے روز و شب صرف اسی غم و فکر میں بسر ہوئے کہ کوئی ایسی سبیل نکالی جائے جسکے تحت آپس میں سب مسلمان ایک بن سکیں - رنگ و نسل کے حصار سے نکل سکیں -

آپ صرف امتِ مسلمہ میں اخوت و محبت دیکھنے کے خواہاں تھے اسی انداز کی نمائندگی رئیس صاحب کی اس نظم کے چند اشعار میں موجود ہے -

---

1 - رحمٰن کیانی - نعت - "خیر البشر کے حضور میں" - ~~مطبوعہ نقوش پریس لاہور~~ مشمولہ بحوالہ بالا
~~مرتبہ ممتاز حسین - اشاعت 1975ء~~ - صفحہ 151
2 - ~~رحمٰن کیانی~~ - ایضاً " " " " " " " " " " - صفحہ 154

جس کو صرف انسانیت سے پیار تھا
جو ہر ایک مخلوق کا غم خوار تھا
قید رنگ و نسل سے بیزار تھا
جو اخوت کا علم بردار تھا
قائد اقوام عالم ہے وہی [1]

جوش ملیح آبادی کی اس نعتیہ نظم میں بھی ایسے ہی افکار اور رحجانات پائے جاتے ہیں جن کی نشاندہی اس باب کا مطمح نظر ہے - بہ لحاظ خیالات و جذبات جوش صاحب کی یہ نظم رئیس امروہوی کی نظم سے کافی حد تک مماثلت رکھتی ہے ان کی نظم کے چند اشعار جن سے یہ کیفیت واضح ہے -

تیری پنہاں قوتوں سے آج بھی دنیا ہے دنگ
کس طرح تو نے مٹایا امتیاز نسل و رنگ
ڈال دی تو نے بنائے ارتباط جام و سنگ
بن گیا دنیا میں تخئیل اخوت ذوق جنگ
تیرگی کو روکش مہر درخشاں کر دیا
تو نے جس کانٹے کو چمکایا گلستاں کر دیا [2]

محشر رسول نگری کی یہ طویل نظم مسدس کے انداز پر مبنی ہے فخر کونین حصہ دوم میں ایسی طویل نعتیہ نظموں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے - یہ سب یا تو تاریخ اسلام کی روشنی میں حضور اقدس کے زمانے کے واقعات کی نشاندہی کرتی ہیں یا حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے بیان پر ان کا انحصار ہے -

---

1 - رئیس امروہوی - نعتیہ نظم "خیر البشر کے حضور میں" - مطبع نقوش پریس لاہور مرتب ممتاز حسین - اشاعت 1975 - صفحہ 159

2 - جوش ملیح آبادی - نعتیہ نظم - خیر البشر کے حضور میں - مطبع نقوش پریس لاہور مرتب ممتاز حسین - اشاعت 1975 - صفحہ 119

جس کے اشعار کا فنّی اور شعری نقطۂ نظر یہ ہے ۔ کہ آپ کی سیرت کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ پہلو قابل قدر ہے کہ آپ کے نور سے تمام دنیا منوّر ہوئی اور آپ کی بعثت کے بعد دنیائے عرب کس طرح ممتاز و محترم ہوگئی چلی گئی اور مسلمانوں کی مردہ قوم کو کس طرح آپ کے ظہور سے زندگی ملی اور کس طرح یہ قوم پستی سے نکلی اور اپنا وقار بحال کیا ۔ مثلاً سے

روشن نبیؐ کے نور سے شمع حرم ہوئی
بعثت سے ان کی خاکِ عرب محترم ہوئی
زندہ دم رسول سے نقشِ عجم ہوئی
بیدار ایک آن میں روح امم ہوئی
پیغام زندگی تھا نبی کے نمود میں
انسانیت پھر آئی عدم سے وجود میں ۱

آثم مرزا کی ایک نعتیہ نظم جس کی اشاعت ماہنامہ شام و سحر کے تحت نمبر 6 میں ہوئی ہے طویل نظموں کے زمرے میں آتی ہے ۔

فنی لحاظ سے اس نظم کے اشعار اپنی ہیئت میں جدید ہیں ۔ ان میں حضور اقدس کے ان اصولوں اور ضابطوں کی نمائندگی نظر آتی ہے جن کے تحت دنیائے انسانیت کو فروغ و برتری حاصل ہوئی ۔

اس نظم کے چیدہ چیدہ اشعار اس پس منظر کو اجاگر کرتے ہیں۔

~~۹۔ آثم مرزا ۔ نعتیہ نظم~~

۱ ۔ محشرِرسول نگری ۔ فخرکونین حصہ دوم ۔ اشاعت جولائی 1964 ء مطبوعہ البرٹ پریس کوئٹہ۔ صفحہ 84

ہمارے آقا ، معظم رہبر
ہم عاصیوں کو بساط عالم میں
بخشش کر پروقار رتبہ
پیام امن و اماں کا حاصل بنا دیا تھا
بھٹکتی انسانیت کے درماندہ قافلے کو
نوید صبح بہار دیکر مقام عزووقار بخشا

اسی نوعیت کی طویل نعتیہ نظموں کی نگارش کا مطلب حضور سرور کائنات کی صرف مدح سرائی ہی نہیں بلکہ آپ کی صفات با برکات کا ذکر اور آپ کی سیرت مطہرہ کی عکاسی ہے ۔ چونکہ حضور کی سیرت انسانی صفات کا بیش بہا خزانہ ہے جوکبھی ختم نہیں ہو سکتا ۔

اسی ضمن میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نعت میں کہ اگر حسن سیرت کی جھلک نہ ہو تو نعتیہ نظم روائیتی قصیدہ مدحیہ ہو کررہ جاتی ہے اور ایسی نعت تاثیر سے عیرا نظر آتی ہے ۔ اس کے برعکس ایک اور پہلو بھی ہے مثلا ۔ مسلمان ہونے کے ناطے سے اس کی وضاحت اس قدر ہے کہ نعت میں سیرت کا بیان کارثواب اور خدمت اسلام ہے گوکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت و عقیدت کا رحجان تو تمام نعتیہ مضامین میں والہانہ طور پر پایا جاتا ہے ۔ تاہم اسی محبت اور عقیدت سے ہی نعتیہ اشعار کے اظہار میں تاثیر اور دلکشی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

****

1 ۔ آثم مرزا ۔ نعتیہ نظم ۔ ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر6 ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1 ۔ 2 مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ اشاعت 1987 صفحہ 481

باب پنجم

درود و مناجات اور سلام کی صورت میں نعتیں

قدیم دور کی نعتیہ شاعری میں درود و مناجات اور سلام کی صورت میں نعتیں زیادہ تر نظر آتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہیں ہے کہ نعتیہ شاعری کی اس صنف نے اسی زمانے میں زیادہ اثر دکھایا اور برصغیر کے طول و عرض میں اسی کا چرچا رہا ۔ چنانچہ اردو کے اکثر میلاد نامے مناجات سلام اور درود کی نعتیہ شاعری سے مزین ہیں اور ان میں بعض بعض سلام تو ایسے ہیں جو مقبول خواص و عام ہیں مثلاً ان میں اکبر میرٹھی کا یہ سلام جس کے اشعار کی گونج آج بھی اسی طرح پاکستان میں گھر گھر سنائی دیتی ہے ۔

ع   یا نبیؐ سلام علیک
یا رسولؐ سلام علیک

اس کی مقبولیت کے لئے یہی امر کافی ہے اس کے بعد مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کا یہ سلام

مصطفیٰؐ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام (

کا سحر اور افسوں آج بھی اسی طرح تمام فضا پر طاری ہے جس طرح پاکستان کے قیام سے قبل تھا ۔

اس کے علاوہ حفیظ جالندھری نے سلام کی شکل میں جو تخلیق دنیا کو دی اس کی صدا برصغیر کے طول و عرض میں سنی گئی اس سلام کے کچھ خاص فنی پہلو بھی سامنے آتے ہیں مثلاً یہ کہ آپ سرور کائنات نے دنیائے انسانیت کو پامال ہونے اور بکھرنے سے بچایا اور بنی نوع انسان کو اس شعور سے بہرہ ور کیا کہ مقصد حیات کیا ہے اور کن خطوط پر زندگی کے طرز عمل کی اساس رکھی جا سکتی ہے جدید رجحان کی نعت کے تقاضے بھی یہی کچھ ظاہر کرتے ہیں جن کی واضح نمائندگی اس سلام میں نظر آتی ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی

(حفیظ جالندھری۔ ہفت روزہ ہلال راولپنڈی۔ صفحہ 82)

سلام کی صورت میں ماہر القادری کے ہاں بھی بڑے موثر انداز کی نعتیں ملتی ہیں ۔ گویا پاکستانی دور کی نعتیہ شاعری میں سلام کی صنف شعری میں ماہرالقادری کے اس سلام سے بہتر اور موثر کوئی سلام نظر نہیں آتا یہ مختصر ہوتے کے باوجود بڑی جامع حیثیت رکھتا ہے چونکہ اس کے اشعار میں اس ضابطہ حیات کی عکاسی کی گئی ہے جو آپ سرورکائنات نے امت مسلمہ کے لئے وضع فرمایا ۔ اس کے اشعار میں ندرت اور سادگی ہے۔

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کر اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اس پر کہ جو خود بدر کے میداں میں آیا
سلام اس پر کہ جسکا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تخت قیصریت اوج دارائی

(ماہرالقادری۔ ہفت روزہ ہلال راولپنڈی صفحہ 85)

مولانا حالی کی نعتیہ شاعری ایک طرف مسلمانوں کی تمدنی- سیاسی اور تاریخی زندگی کا منظر نامہ پیش کرتی ہے اس کے برعکس انکی نعتیہ شاعری میں مناجات کا رنگ بھی اپنے مرتبے کے لحاظ سے بالکل منفرد نظر آتا ہے ان کی ایک نعت کے چند اشعار اس انداز کا انکشاف کرتے ہیں -

اے خاصہ خاصان رسلؐ وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

قدیم دور کے ختم ہوتے ہوتے عصر جدید کی اردو کی نعتیہ شاعری میں جو چیز متروک ہو گئی تھی اسکا احیاء ایک بار پھر سے ہوا اور اسکے ساتھ اردو کی جدید نعتیہ شاعری میں اکثر شعراء کے ہاں یہ رحجان نظر آنے لگا - ان میں بعض بہت ہی معروف نام ذہن میں آتے ہیں گو کہ عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری کا تذکرہ اس مقالے کے اکثر ابواب میں کیا گیا ہے لیکن نعت کے حوالے سے ان کی شاعری میں اصناف شعری کے اس قدر زیادہ انداز اور رنگ ہیں کہ ان کا ذکر کئے ~~کئے~~ بغیر نعت کا کوئی جائزہ مکمل نہیں ہوتا اس مقام پر اس باب کے حوالے سے جس میں مناجات کی سلام و درود کی نعتیہ شاعری کا جائزہ مقصود ہے تو اسکے پیش نظر یہ رحجان سامنے آتا ہے کہ عبدالعزیز خالد نے حمد کے انداز میں نعت کے رنگ کو اختیار کیا ہے اور ان کی اس نوعیت کی نعتیہ نظمیں زبان و بیان کی لطافت الفاظ کا اعلیٰ معیار تلمیحات اور تشبیہات کی ندرت میں اپنی مثال آپ ہیں حمد میں نعت کے رنگ کو اختیار کرنے کی مثال انکی ایک نعت کے چند شعروں سے نمایاں ہے -

ہے تیری ذات سزا وار ہر ثنا یارب !
کیا ذلیل کو تو نے جلیل کا محترم
وہ آفتاب جہاں تاب ہے میں ظلمت شب
ہوں کیسے اس سے ملاقی ، باوچگونہ رسم ؟
چراغ قافلہ درد ہے دلِ پُر درد
صدف ہے سینے کا گنجینہ دار گوہر غم ![1]

انہی شعراء میں سے مظفر وارثی بھی ہیں انکی نعتیہ شاعری بھی مختلف انداز اور فنی رخ رکھتی ہے مثلاً ایک مقام پر انہوں نے سلام کی شکل میں انتہا حمدیہ روش کو اپنی نعت میں اپنایا ہے ان کی نعتوں کے علاوہ نعتیہ نظمیں بھی فنی خوبیوں میں کمال پر ہیں ۔ ان کے اشعار میں سادہ اور خوبصورت الفاظ کا استعمال نہایت سلیقہ سے کیا گیا ہے انکی ایک نعت کے چند اشعار اس انداز پر مبنی ہیں ۔[1]

تجھ پر بھی ہم فدا ہوں تیرے نبی کو چاہئیں
قرآں ہماری منزل سنت ہماری راہیں
ایمان دے گواہی
ہم آخرت کے راہی
دیکھیں غبار عالم
پرور دگار عالم[2]

اسی قبیل میں انور فیروز پوری کی نعت بھی نظر آتی ہے جس میں درود شریف کے انداز میں نعتیہ روش کو اپنانے کی پیش رفت کی گئی ہے اور اسکے ساتھ ہی ان کے ہاں سلام کی صورت میں بھی نعت نظر آتی ہے ان کی ایک نعت کے چند اشعار جو سلام کے انداز کو ظاہر کرتے ہیں اس کے چند اشعار پیش نظر ہیں ۔[1]

---

۱ ۔ ~~عبدالعزیز خالد ۔ منحمنا ۔ مکتبۂ [illegible] لاہور ۔ طبع اول 1966~~ محولہ بالا ، صفحہ ۸۷ ۔
~~صفحہ = 87~~
۲ ۔ مظفر وارثی : منحمنا ، محولہ بالا ، ص ۔۳۲۔

سلام سیدؐ کل شاہ ذی وقار سلام
سلام خاصۂ خاصان کردگار سلام
سلام خلق کے آقا کرم شعار سلام
تمہاری شان کریمی پہ بے شمار سلام

ایک طرح سے اس قسم کی نعتیہ شاعری کو ذریعۂ تخلیق بنانا قدیم طرز کی نعت کی نگارش کا بھی احیا کرنا ہے لیکن اس انداز میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ روائیتی طرزِ سخن نعت کے اکثر مقامات پر پیدا ہو جاتی ہے تاہم اس میں عقیدت و عشق کا والہانہ جذبہ بھی کافی حد تک موجود ہوتا ہے درود سلام اور مناجات کے انداز میں دورِ جدید میں جو نعتیں کہی گئی ہیں اس رحجان کی جھلک کلیم عثمانی کی نعتیہ نظم کے چند اشعار سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

ابرِ کرم ہے ان کی ذات وجہ سکوں ہے ان کا نام
ان پر نثار جان و دل ان پر درود اور سلام
تیرہ و تار تھا جہاں چھرے تھے سب دھواں دھواں
ان کے جمال کی کرن دے گئی صبح کا پیام

سرور کیفی کی بعض نعتیں دعائیہ انداز میں ہیں ان کے اس رحجان کی ایک جھلک انہی کی نعت کے چند اشعار سے برآمد ہوتی ہے۔

کرم سے اپنے نبی کے صدقے
مری طبیعت بحال کر دے
ایک ایسا جلوہ دکھا نبی کا
جو بے نیاز سوال کر دے

حسن المرتضیٰ خاور نے بھی سلام کے طرزِ نگارش کو نعت کی شاعری میں اپنایا ہے۔ ان کی ایک نعت جو سلام کے انداز میں ہے روایتی عقیدت سے الگ جدید رحجان کی عکاسی کرتی ہے۔ اس میں شعری اور فنی تنوّع نظر آتا ہے۔ مثلاً اس جدت کو نئے الفاظ کے استعمال سے خاص طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔

سلام اس پر کہ جس سے دوجہاں نے روشنی پائی
سلام اس پر گل و لالہ نے جس سے دلکشی پائی
سلام اس پر فقیروں کو عطا کی جس نے سلطانی
سلام اس پر کہ جس کی زندگی تفسیر قرآنی

قمر ہاشمی کی نعت میں بھی اسی رحجان کا احیاء کیا گیا ہے ان کی یہ نعت جو عرضِ حال کے عنوان سے ہے مناجات کا رنگ لئے ہوئے ہے جدید رحجان کی نعتیہ شاعری کے مطابق عصر حاضر میں اس صنف شعری کی مثالیں کم ہیں۔ چونکہ حمدیہ انداز میں قدیم طرز تحریر اکثر پیدا ہو جاتا ہے۔ قمر ہاشمی کی نعت کے چند اشعار اسی نمائندہ فکر کے حامل ہیں۔

میں دست بستہ کھڑا ہوں حضورؐ آپ کے پاس
خراب و خستہ کھڑا ہوں حضورؐ آپ کے پاس
شکایتوں کی یہ ایک عرضداشت لایا ہوں
رہِ حیات میں اپنا فتادہ سایہ ہوں[1]

مظفر وارثی کی نعتیہ شاعری میں جہاں جدید انداز کی نعت کے دوسرے مختلف پہلو ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی نعت میں دعائیہ انداز بھی موجود ہے۔

1۔ قمر ہاشمی۔ مرسل آخر۔ ماس پرنٹرس کراچی۔ اشاعت 1983ء صفحہ 48 (مرسلِ آخر)

حرفِ دعا ہوں صورتِ پذیرائی دے مجھے
دیکھوں نظر کی اوٹ وہ بینائی دے مجھے
یادِ رسول پیار کی سچائی دے مجھے
مدحِ نبی قسرینہ گویائی دے مجھے[1]

سرور کاشمیری کی یہ نعت ماہنامہ محفل لاہور کے خیرالبشر نمبر میں اشاعت پذیر ہوئی ہے اس نعت کے اشعار بھی مناجات کے انداز کی ترجمانی کرتے ہیں۔

مری طرف بھی اٹھاؤ نگاہ نور کرم
ہے روشنی کی ضرورت مجھے بقا کیلئے
میں دیدہ روضہ اقدس کی جب دعا مانگوں
زباں کو لفظ دے اظہار مدعا کے لئے

(سرور کاشمیری۔ ماہنامہ خیرالبشر نمبر لاہور۔ صفحہ 189)

اس نعت کے اشعار عشق رسول کی سرشاری کی کیفیت سے لبریز ہیں اور ان میں ایسی التجاء کا تصور نظر آتا ہے جو دلی آرزو کی ترجمانی پر موقوف ہے۔
لطیف ساحل کی اس نعت کی اشاعت بھی ماہنامہ محفل کے خیرالبشر نمبر میں ہی ہوئی ہے اس نعت کے اشعار بھی دعائیہ رنگ کو ظاہر کرتے ہیں

طویل ہو مرا سجدہ ، مری حیات سے بھی
مری جبیں کو تری بارگاہ مل جائے
بدی کے بکھرے ہوئے سلسلوں کو دیکھ سکوں
نگاہ و دل کو شعور گناہ مل جائے
حیات دشت کی صورت ہے اور میں تنہا
رسول پاک ، مجھے بھی پناہ مل جائے

(لطیف ساحل ۔ ماہنامہ محفل خیرالبشر نمبر۔ صفحہ 192)

---

1 ۔ مظفر وارثی۔ باب حرم ~~مقبول آرٹ پریس لاہور۔ طبع اول 1976۔ صفحہ~~ 18 محولہ بالا

عصر حاضر کے بعض نعت گو شعراء نے اس رحجان کے تحت بڑی کامیاب اور موثر نعتیں کہی ہیں - انہی موثر طرز نگارش کی نعتوں میں ایک نعت اردو کے معروف شاعر محسن احسان کی بھی سامنے آتی ہے - اس نعت کے اشعار میں التجا کا رنگ ہے - گویا یہ رنگ مناجات کی عکاسی کرتا ہے -

جو لبوں پر ہے التجا سن لے
مرے آقا مری صدا سن لے
اپنی رحمت کے سائے میں لے لے
میرے دل کا بھی مدعا سن لے
تیرا لطف و کرم جو شامل ہو
میری فریاد بھی خدا سن لے

(محسن احسان - ماہنامہ محفل خیرالبشر نمبر- صفحہ 77)

اس کے علاوہ اسی رحجان کی حامل رشید کامل کی یہ نعت جو درود سلام کے رنگ میں ہے اس کے اشعار چھوٹی بحر میں ہیں ان میں سادگی اور پرکاری بھی ہے اور شعری کیفیت بھی -

ان پر درود ان پر سلام
حسن و جمال خلق عظیم
وہ بے مثال در یتیم
سب کے لئے رحم و رحیم
پھر دن ڈھلے پڑھتی ہے شام
ان پر درود ان پر سلام
قرآن پاک ان کا پیام
ان پر درود ان پر سلام
ان پر درود ان پر سلام

(رشید کامل - ماہنامہ محفل خیرالبشر لاہور- صفحہ 148)

اس مضمون میں ایسی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے جو تینوں اوصاف یعنی درود ۔ مناجات اور سلام کی عکاسی کرتی ہے ۔

جدید دور کی اردو کی نعتیہ شاعری کے لئے یہ رحجان ایک اچھی علامت ہے کہ اس دور میں مختلف النوع انداز کی نعتیہ شاعری معرض وجود میں آرہی ہے ۔

****

باب 6

باب ششم

ایسی شاعری جس کا اصل محور ہی حضوراقدس کی ذات پاک ہے

علامہ اقبال کی طرح پاکستانی نعت گو شعراء میں بھی چند مخصوص شعراء ایسے نظر آتے ہیں جن کی شاعری کا اصل محور ہی حضور اقدس کی ذات پاک ہے ۔

چنانچہ اس ضمن میں اگر عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری کو پیش نظر رکھا جائے تو وہ کسی طور پر بھی رسمی نعتیہ شاعری نظر نہیں آتی یہ نعتیہ شاعری اسلامی تہذیب و تمدّن ، تاریخ و فلسفے پر تومشتمل ہے ۔ اس کے علاوہ جس طرح عبدالعزیز خالد نے نعت کے موضوع کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے کم ہی شاعروں نے دی ہوگی ۔

خالد کی نعتیہ شاعری کا اصل محور اور مقصد حضوراقدس کی ذات پاک ہے ۔ پاکستانی دور کی نعتیہ شاعری میں اقبال کے انداز و افکار کی پیروی بہت کم نعت نگاروں کے ہاں نظر آتی ہے ۔ لیکن عبدالعزیز خالد کے ہاں اسی انداز کی شاعری بھی خاصی مقدار میں نظر آتی ہے ۔ چنانچہ ان کی طویل سے طویل نعتیہ نظموں میں ایسے بھی مقامات آتے ہیں جہاں حضور اقدس کو مخاطب کرکے بات کہنے کا انداز سرفہرست ہے ۔ ان کے اس طرز تخاطب کی ایک جھلک چند اشعار کی صورت میں پیش نظر ہے ۔ [1]

شہنشاہ لولاک و مولائے سدرہ
تو میرے تخیل سے بھی ماورا ہے
تری ذات فخر بنی نوع انساں
تو صلی علیٰ خیر خلق خدا ہے

---

1 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ فارقلیط ۔ ~~طبع سوم 1974ء غلام علی پبلشرز لاہور~~ محولہ بالا
صفحہ 12

اس قسم کی نعتیہ شاعری کو کسی بھی طور پر رسمی نعت کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا ۔ عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری دور جدید کی وہ منفرد آواز ہے جس میں قدم قدم پر یہ فلسفہ اور احساس اجاگر ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سیرت اور کردار مبارک کے اس قدر متنوع پہلو ہیں جو حیات انسانی کی کامل رہنمائی کے ساتھ قوت عمل بھی عطا کرتے ہیں گویا روشنی کے یہ وہ بلند مینار ہیں جن سے انسانیت جلا و بقا حاصل کرتی ہے بشرطیکہ انسان اس کارگاہ ہستی میں اس عظیم نقطۂ نگاہ کو سمجھ سکنے کی قوت سے بھی آشنا ہو۔ انہی مخصوص شعراء میں جن کی شاعری کا اصل محور حضور اقدس کی ذات پاک ہے ۔ علامہ اقبال کے رنگ سخن کی جھلک پاکستانی شعراء میں طفیل دارا کے نعتیہ اشعار میں ملتی ہے جن کا نیا مجموعہ " بعداز خدا " کے نام سے جون 1984ء میں اشاعت پزیر ہوا ہے اس کتاب کے مصنف نے خود کتاب کے تعارف میں چند سطور لکھیں ہیں جو کچھ اس نوعیت کی حامل ہیں۔

> نعت گوئی اسلام فہمی اور حضور آشنائی کے
> کے لئے ایک اہم اور زود اثر ذریعہ ہے مگر
> اکثر دیکھا جاتا ہے کہ نعت گو شعراء اپنی نعتوں
> میں اپنی عقیدت مندی کے اظہار سے آگے نہائی
> ہی بڑھتے ہیں ۔

ان سطروں سے طفیل دارا کے احساسات و جذبات کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نعت کی اہمیت کو اس درجہ محسوس کرتے ہیں کہ نعت ہی حضور اقدس کی پہچان ہے آشنا کرتی ہے اور نعت ہی میں اسلام فہمی کا تصور جا گزیں ہے ۔

اس رجحان کی جھلک خود انہی کے اشعار کے تحت پیش نظر ہے ۔

زمانہ خود پہ ہی نا مہرباں تھا آپؐ سے پہلے
نظام زندگی وقفِ خزاں تھا آپؐ سے پہلے
مقام احسن تقویم تھا اسفل السافلین
زمیں کو آدمی بار گراں تھا آپؐ سے پہلے [1]

مذکورہ چند اشعار میں تو اقبال کے طرز سخن کی معمولی سی جھلک ہے لیکن طفیل دارا کی نعتیہ شاعری میں ایسے اشعار بھی نظر آتے ہیں جو اقبال کے طرز فکر کی مکمل عکاسی کرتے ہیں -

ہوتا اگر نہیں آپ کی روئیدگی کی شاخ
یہ ارض وقت روک نہ سکتی مری نمو
میرا جہاں نہیں ہے محمد شناس کیوں
اس وقت بھی نہیں ہیں زمانے کی چارسو [2]

دہر زندانی بنا آزادیٔ شمشیر سے
میری آزادی ہے قائم آپ کی زنجیر سے
حکمت عالم ہلاکت خیزیوں کا نام ہے
زندگی کی آس ہے اسلام کی تدبیر سے [3]

اس ضمن میں بلا شبہ یہ کہنا صحیح ہے کہ پاکستانی نعت گو شعراء نے اقبال کے طرز سخن کو بہت کم اختیار کرنے کی کوشش کی ہے اسکے باوجود اس انداز کی چند جھلکیاں پاکستانی نعت گو شعراء کے ہاں بھی ملتی ہیں -

---

1 - طفیل دارا - بعد از خدا - جون 1983 - طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور - صفحہ 24
2 - " " " " " " " " صفحہ 136
3 - " " " " " " " " صفحہ 139

جیسا کہ اس جائزے سے ظاہر ہوتا ہے ۔ اسکے علاوہ ایک اہم ترین نقطہ اور سامنے آتا ہے کہ دور جدید میں ایسے نعت گو بھی ہیں جنہوں نے نعت کے علاوہ کسی اور صنفِ سخن کو ہاتھ نہیں لگایا ان میں محمود خالد ۔ حفیظ تائب کا تمام شعری سرمایہ صرف نعت کے لئے وقف ہے لیکن بعض ایسے نعت گو بھی ہیں جنہوں نے آخر میں غزل نظم یا کسی اور صنف کی شاعری کو بالکل خیرباد کہہ کر صرف نعتیہ شاعری کو اپنا لیا اور نہ صرف اپنایا بلکہ اس میں بہت اہم اور موثر قسم کی نعتوں کا اضافہ بھی کیا ۔

اور یہ اس قدر اعلیٰ پایہ کا اضافہ ہے جس کے تحت ان حضرات کی پوری عمر کی شاعری محض رائیگاں اور بے بنیاد نظر آنے لگتی ہے ان میں واضح تر مثال سرور کیفی کی نظر آتی ہے انکے علاوہ بہزاد لکھنوی اور مولانا ماہرالقادری نے بھی بعد میں اپنی توجہ کا محور و مقصد صرف نعتیہ شاعری کو بنا یا چنانچہ ان کی نعتیں بھی بڑی اہم اور اثر انگیز انداز کی ترجمانی کرتی ہیں ماہرالقادری کے اس اثر انگیز رجحان کی ایک جھلک کے مظہر چند اشعار ہیں

رسول مجتبیٰ کہئے ۔ محمد مصطفیٰ کہئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھراسکے بعد کیا کہئے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختمِ الانبیاء کہئے
محبت کا تقاضہ ہے کہ محبوب خدا کہئے
جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہوجائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلی علیٰ کہئے (1)

---

1 ۔ ماہرالقادری ۔ مشمولہ ارمغان نعت ۔ مکتبہ نفیس اکیڈمی ا سٹریچن روڈ کراچی مرتبہ شفیق بریلوی ۔ صفحہ 256

بہزاد لکھنوی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں یہی یہ کہنا درست نظر آتا ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری میں عصر حاضر اور عصر قدیم دونوں زمانوں نے سحر انگیزی محسوس کی ہے ان کی نعتوں میں بلا کی کشش اور جاذبیت ہے - ان کی تمام تر نعتیں تغزل کے رنگ میں ہیں - ان کی ان غزلوں کے اشعار بڑے جچے تلے انداز اور چھوٹی بحروں پر مشتمل ہیں - ان کے نعتیہ غزلوں کے یہ اشعار ہی ان کے تمام عروج کا مظہر ہیں - یہ عروج یہ دوام ان کی عام شاعری کو بھی نہ آسکا جس قدر کہ مقبولیت ان کی نعتیہ شاعری نے حاصل کی -

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں
جو سر گرم رہتی ہے ان کی ثنا میں
وہ فکرِ سخن وہ زباں لے کے جاؤں (1)

ایسی نعتیہ شاعری جس کا محور و مرکز حضور کی ذات والا صفات ہے اسی رحجان کا ایک سلسلہ مسرور کیفی کی نعتیہ شاعری میں بھی نظر آتا ہے ان کی نعتیں کہنی پٹی شاعری کی باز گشت نہیں ہیں ان میں جذبے اور خلوص کی خوشبو روح کا کیف گدازِ قلب کا پیغام ہے یہی وہ اوصاف اور رموز ہیں جن کی وجہ سے ان کی نعتیہ شاعری ان کی دوسری شاعری سے ممتاز اور بلند مرتبے پر نظر آتی ہے - اسی جذبے اور احساس کی جھلک کے لئے انکے چند نعتیہ اشعار کا حوالہ ہے - یہ اشعار ان کے نعتیہ مجموعے "ملجا و ماوا" سے لئے گئے ہیں -

---

1 - بہزاد لکھنوی - ارمغان نعت - مرتبہ شفیق بریلوی - مطبع نعتیہ اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی - صفحہ 248

جس کی نظیر ہے نہ جہاں میں مثال ہے
وہ صاحب الجمال کا اپنا جمال ہے
صبر و رضا و ضبط و تحمل اور اس قدر
دنیائے عقل و ہوش مجسم سوال ہے[1]

چند اور ایسے اشعار بھی ہیں جن سے اسی قسم کے رحجان کا علم ہوتا ہے - جس کا جائزہ اس باب کے ضمن میں لیا گیا ہے -

روز ازل سے تابہ ابد دو جہاں میں
جس سے ہے آب و تاب محمد کی ذات ہے
تاریکی حیات کو روشن جو کر گئی
وہ روح ماہتاب محمد کی ذات ہے[3]

جن نعت گو شعراء کی نعتوں کا محور و مرکز حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدّس ہے اسی صنف میں حافظ مظہر الدین کی نعتیہ شاعری بھی شمار کیے جانے کے لائق ہے - یہ نعتیہ شاعری عشق رسول کے احساس و جذبے سے تو مزیّن و منوّر ہے ہی لیکن دوسری طرف حافظ مظہر الدین نے بھی نعت کے علاوہ کسی دوسری صنف سخن میں کبھی طبع آزمائی نہیں کی گو کہ کوئی مکمل نعتیہ مجموعہ حافظ مظہر الدین کا دستیاب نہیں ہو سکا ہے البتّہ ان کی ایک نعت کے چند اشعار اس رحجان کی نشاندہی کے لئے پیشِ نظر ہیں - نعتیہ شاعری کا انتخاب " ابرکرم " کراچی سے شائع ہوا ہے اس کے صفحہ 41 پر یہ نعت تحریر ہے -

---

1 - مسرور کیفی - طجا و ماوا - باراول 1980ء - مطبوعہ شوکت علی پرنٹرز کراچی صفحہ 71
2 - ~~مسرور کیفی~~ ایضاً " " " " " " " صفحہ 89
3 - ~~مسرور کیفی~~ ایضاً " " " " " " " صفحہ 90

شہ کونین کی نازک بدنی کے صدقے
دل و جاں سیدؐ مکیؐ مدنی کے صدقے
غنچہ غنچہ تری غنچہ دہنی کے صدقے
جلوہ جلوہ تری گل پیرہنی کے صدقے
طلع البدر علینا کی صدائیں گونجیں
نغمہ السروزیؓ ماہ مدنی کے صدقے

طفیل دارا اور عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری کے متعلق تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستانی دور میں ان نعت گو شعراء نے اقبال کے انداز کو اختیار کرنے کی کافی حد تک کوشش کی ہے لیکن دوسرے اکثرو بیشتر نعت گو حضرات نے اتنا ضرور کیا ہے کہ انہوں نے نعت کے علاوہ کسی دوسری شعری صنف کو نہیں اختیار کیا صرف نعت تک محدود رہے ہیں -

ان میں بیشتر شعراء ایسے ہیں جنکی نعتیہ شاعری کا اصل محور حضور نبی کریم کی ذات پاک ہے - اس فکری رحجان کی عکاسی میں خالد محمود خالد کی نعتیہ شاعری ایک روشن مثال ہے - اس نعتیہ شاعری کی اصل خوبی یہ ہے کہ فنی اعتبار کے ساتھ ہی ساتھ اس میں جدید رحجان بھی رچا بسا ملتا ہے اور دوسری جانب اس کا اصل منصب حضور اقدس کی ذات مبارک ہے - ان دونوں رحجانات کی ترجمانی ان کی ایک نعت کے چند اشعار سے ہوتی ہے -

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
عمل کی اپنے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت مرا تو بس آسرا یہی ہے [1]

---

۱ - خالد محمود خالد - ہفت روزہ ہلال جلد نمبر 22 - شمارہ 33 - 34 ربیع الاول 1406 - صفحہ 90

محمد حنیف اسعدی کی ایک نعت جو ہفت روزہ ہلال میں شائع ہوئی ہے - اس میں بھی وہی رحجان نظر آتا ہے جس کا ذکر اس باب میں اس سے قبل کیا جاتا رہا ہے - مثلاً [1]

کوئی ایسی ذات ہمہ صفت کوئی ایسا نور ہمہ جہت
کوئی مصطفےٰ کوئی مجتبیٰ نہیں ان کے بعد کوئی نہیں
بجز ان کے رحمت ہر زماں کوئی اور ہو تو بتائیے
نہیں ان سے پہلے کوئی نہ تھا ، نہیں انکے بعد کوئی نہیں [1]

جن کی نعتیہ شاعری کا محور حضور اقدس کی ذات پاک ہے ان ہی شعراء میں حفیظ تائب کا بھی شمار ہوتا ہے - قابل ستائش بات یہ ہے کہ ان کی نعت جدید رحجان کی حامل ہے - اس میں خواہ الفاظ کا استعمال ہو یا تشبیہات اور استعارات سب میں جدید انداز اور رحجان پورے طور پر نظر آتا ہے - ان کی ایک نعت سے ماخوذ چند اشعار اس رحجان کی عکاسی کرتے ہیں - [2]

رہی عمر بھی جو انیس جاں وہ بس آرزوئے بنی رہی
کبھی اشک بن کے رواں ہوئی کبھی درد بن کے دبی رہی
شہ دیں کے فکرو نگاہ سے مٹے نسل و رنگ کے تفرقے
نہ رہا تفاخر منصبی ، نہ رعونت نسبی رہی [2]

---

1 - محمد حنیف اسعدی - ہفت روزہ ہلال - جلد نمبر 22 - شمارہ 33 - 24 ربیع الاول 1406 - صفحہ 88

2 - حفیظ تائب - ہفت روزہ ہلال - جلد نمبر 22 - شمارہ 34/33 ربیع الاول 1406 - صفحہ 87

اسی ضمن میں ایک اور نعت گو اقبال عظیم بھی آتے ہیں ان کی نعت کے متعلق مکمل طور پر تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اقبال کی طرح ان کی نعت کا محور صرف حضور اقدس کی ذات ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ صرف روائتی انداز کی عقیدت مندی سے ہٹ کر کھرے خیالات اور فکر کی آمیزش سے عبارت نعتیہ شاعری ہے - جسکی مثال اردو نعت گو شعراء میں کم ہے -

اسی فکر پر مبنی انکی ایک نعت کے چند اشعار ہیں - ؎

جائیں گے با پیادہ ہی ہم جائیں گے اپنے آقا کے دربار تک جائیں گے
خود انہی کو پکاریں گے ہم دور سے راستے میں اگر پاؤں تھک جائیں گے
جیسے ہی سبز گنبد نظر آئے گا بندگی کا قرینہ بدل جائے گا
سر جھکانے کی فرصت ملے گی کسے خود ہی آنکھوں سے سجدے ٹپک جائیں گے[1]

مذکورہ اشعار میں حضور سرورِ کائنات کے لئے والہانہ عقیدت اور نیاز مندانہ جذبات اور سرمستی کی کیفیت موجود ہے -

مظفر وارثی کی نعتیہ شاعری کا محور و مرکز حضور اقدس کی ذات پاک ضرور ہے لیکن اس نعتیہ شاعری میں اقبال کے انداز کی جھلک کسی مقام پر بھی نظر نہیں آتی - ذات پاک کو نعتیہ شاعری کے محور سے مراد لینا یہ ہے کہ اس کی تشکیل میں وہ رویہ اور احساس تو ضرور کارفرما ہو جس کی بنیاد راسخ قسم کی عقیدت و فکر پر منحصر ہے اور یہ ضروری نہیں ہے بعض شعراء کے یہاں یہ عقیدت بھی روائتی انداز پر مبنی ہو - چنانچہ اس جگہ چند اشعار مظفر وارثی کی ایک نعت سے جس میں یہ احساس نمایاں طور پر نظر آتا ہے -

---

1 - اقبال عظیم - مشمولہ ہفت روزہ ہلال - محولہ بالا ~~جلد نمبر 22 - شمارہ 34/33~~
~~ربیع الاول 1406~~ - صفحہ 92

قدموں سے بھوشتی ہے چمک ماہتاب کی
دہلیز پر کھڑا ہوں رسالت مآب کی
ہے چہرہ رسول نگاہوں کے سامنے
تفسیر پڑھ رہا ہوں میں ام الکتاب کی [1]

اسی رحجان کی عکاسی چند اور اشعار سے بھی ہوتی ہے -

پیغمبر دیں ہادی کُل ، رحمت یزداں
تو قبلۂ دل کعبۂ جاں ، منبرِ ایماں
جھکے سر فاران نظر تیری تجلی
ہر سانس ہے میرا تیرے در کا متولّی [2]

حضور کی ذات گرامی کو نعتیہ شاعری کا محور بنانے کا مفہوم یہ بھی ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ و سلم کی اس انقلاب آفریں سیرت و کردار کو پیش کرنا ہے جس میں انسان دوستی ، مساوات ، رحمدلی ، سخاوت انصاف ، شجاعت ، دیانتداری اور سچائی کے وہ اوصاف حمیدہ کو پیش کیا جائے جن کی مدد سے عمدہ اخلاق کی اشاعت ، جہالت و گمراہی سے نجات انسانی قدروں کا احیاء ، انسانی حقوق کی بازیابی اور سچائی کی قوتوں کا باطل پر غلبہ مقصود ہو -
ان نظریات سے یہی برآمد ہوتی ہے - یہی وہ انقلابی فکراورسوچ تھی جس کی بدولت مختصر مدت میں دنیا کا نقشہ بدل گیا اور جہالت کے دور کی غیر مہذب قوم تہذیب نو کی بانی اور نبّاض بن گئی - چنانچہ اردو کے اکثرو بیشتر شعراء کے نعتیہ کلام میں آنحضرت کے اسی انقلاب آفریں کردار کی باز گشت ملتی ہے اور یہی حقیقت آپ سرور کائنات کی ذات پاک کے حوالے سے نعتیہ شاعری کا محور بھی ہے اور اس سے سیرت و کردار مبارک کی عظمت بھی اجاگر ہوتی ہے -

---

۱- مظفر وارثی - باب حرم - بار اول 1976 - طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور - صفحہ 59
2- مظفر وارثی - باب حرم - بار اول 1971 - طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور - صفحہ 67

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہر جہاں دنیا کے رنگ و بو میں بے مثل ہے وہاں آپ کی تعلیمات ہردور میں انسانوں کے لئے نجات کا سبب بنی ہیں ۔ چنانچہ جب بھی ابتلاء و مصائب کا کوئی دور آیا ۔ معاشرتی مسائل نے جنم لیا اخلاقی قدریں پامال ہوئیں انسانیت برسرطام جہالت و گمراہی کے طوفان میں گھر گئیں بالکل اسی طرح جیسا کہ آج ہو رہا ہے انصاف و مساوات کی دھجیاں بکھرتی دکھائی دیں یا سیاسی طوائف الملوکی نے جنم لیا تو ایسے دور میں شعراء نے دربار رسالت مآب کو اپنی شاعری کا محور و مرکز بنایا اور آپ کی نظرعنایت اور امداد و اعانت کی درخواست کی اور اسی رحجان کو اپنی نعتیہ شاعری کی غرض و غایت سمجھا ۔ جہاں ایک طرف اردو کے اکثر نعت گو شعراء نے عصرِ حاضر میں اس رحجان کو اپنانے اور پیش کرنے کی جہدِ مسلسل اختیار کی ہے اس احساس میں بڑی کشش اور جاذبیت بھی نظر آتی ہے ۔ اقبال کی شاعری تو پورے طور پر ہی مزکورہ احساس خیال اور جذبے سے مزیّن اور معمور ہے کہ مسلمان کو جس شے کی بھی تلاش ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں مل جائے گی اور یہی وہ نظریہ کامل ہے جو عصر جدید کی نعتیہ شاعری کو دوام بخشنے کا سبب اور ذریعہ ثابت ہوگا ۔

ایک اور نظریہ دور جدید کی نعتیہ شاعری سے یہ سامنے آتا ہے حضور سرور عالم تمام انسانیت کے لئے رہبرو رہنما ہیں یہ فیصلہ اس نوعیت کی شاعری میں عقیدت کا فیصلہ ہے لیکن آپ کی عظمت فکرو کردار اور انقلابی کارہائے نمایاں صرف اسلام کا ہی ورثہ نہیں ۔ یہ تمام انسانیت کی مشترکہ میراث ہے آپ نے جو کچھ کیا اور جو کچھ کرکے دکھایا وہ سب انسانیت کے لئے ہے کسی خاص خطے قوم اور دور کیلئے اس سے وابستگی نہیں ملتی ۔

آج بھی اگر حضور اقدس کے پیغام کو ملکی ، معاشرتی ، تہذیبی ڈھانچوں میں ڈھال لیا جائے تو اس ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے ۔

****

باب ۷ (دوسری کاپی)

باب ہفتم

" فلسفیانہ انداز کی نعتیں "
(ذات و صفات محمدی کی توضیح و تشریح)

اردو کی نعتیہ شاعری میں جہاں تک فلسفیانہ انداز کا تعلق ہے اولین مرحلے پر تو اقبال نعتیہ فکرو فلسفے کے بام عروج پر نظر آتے ہیں ۔ علامہ اقبال کے بعد اس دور کا کوئی شاعر اس مقام پر نہیں ہے جس پر اقبال تھے ۔

دور جدید کا کوئی نعت گو ایسا نظر نہیں آتا جو اقبال ہی کی طرح فلسفے کا بلند پایہ عالم و مفکر ہو ۔ البتہ مولانا ظفر علی خان کی نعتیہ شاعری میں اس فلسفیانہ اور عالمانہ فکر کی ترجمانی نظر آتی ہے جس کی کمی دور حاضر کے دوسرے نعت گو شعراء کے ہاں محسوس ہوتی ہے ۔ اس فلسفیانہ فکر کی جھلک مولانا کی ایک نعت کے چند شعروں میں نمایاں ہے ۔ یہ نعت بہت مقبول و معروف ہے ۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ دروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں[1]

---

1 ۔ مولانا ظفر علی خان ۔ ~~ہفت روزہ ہلال راولپنڈی ۔ جلد 22 ۔ شمارہ 34/33 اشاعت 1406~~ ۔ صفحہ 84 (محولہ بالا، منقولہ)

مولانا ظفر علی خان کے علاوہ اس دور کے چند اور شعراء کی نعتوں میں بھی اقبال کے فلسفیانہ انداز کی کہیں کہیں جھلک پائی جاتی ہے اس کو اقبال کا فیضان ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

عصر جدید کے متعدد کہنہ مشق شعراء جن کی نعتیہ شاعری میں بعض مقامات پر اقبال کے فلسفے کی جو جھلک واضح ہے ان میں عبدالعزیز خالد طفیل دارا ، حفیظ تائب ، احسان دانش مرحوم ، راجا رشید محمود قابل ذکر ہیں جن کی نعتیہ شاعری ویسے بھی فکری شعری اعتبار اور رحجان سے اعلیٰ معیار پر ہے۔ اس میں فلسفیانہ انداز نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان شعراء کے یہاں خیال کی ندرت بھی ہے اور فنی نزاکت بھی۔

اس کے برعکس ان کی نعتیہ شاعری میں الفاظ کا خوبصورت استعمال تشبیہات و استعارات کا تنوّع بھی اس کی غمازی کرتا ہے جس کے ذریعے مکمل طور پر ذات و صفات محمدی کی تشریح و توضیح بالعموم سامنے آتی ہے۔

طفیل دارا کے چند اشعار سے یہی فکر نمایاں ہے۔[1]

دہر سارا جسم ہے ، اس جسم کا دل آپؐ ہیں
میرے آقا سارے انسانوں میں کامل آپؐ ہیں
آپ ہیں خاتم بشر کی رہنمائی کے یہاں
زندگی کی ہر نمائش گہ میں شامل آپؐ ہیں
کیسے سمجھاؤں جہاں میں ڈوبنے والوں کو میں
جو چلا آتا ہے طوفاں میں رہ ساحل آپؐ ہیں

اسی دور کے شعراء کی ایسی نعتیں اکثر و بیشتر نظر آتی ہیں جن کے ذریعے حضور اقدس کی ذات مبارک کے ساتھ ساتھ صفات کو اجاگر کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

---

1 ۔ طفیل دارا ۔ بعد از خدا ۔ مطبع طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور۔ طبع اول 1982ء صفحہ 29

اسی رحجان کی عکاسی کے تحت طفیل دارا کے اشعار ہیں ۔ان کے بعد دوسری نمایاں مثال اسی رحجان کی احسان دانش مرحوم کے اشعار میں ملتی ہے۔ ؎

واقف ترے مقام سے اہل زمیں کہاں
عرش بریں پہ ہیں ترے پرچم جہاں تہاں
تو واضع اصول ثقافت ہے سر بسر
تیری جبیں سے صبح تمدن ہے جلوہ گر
اکسیر جاں نواز تری خاک رہگزر
تو بے مثال ہے یا شہ بحر و بر [1]

عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری میں جہاں اور دوسری خوبیاں ہیں ان کی نعتوں میں ذات و صفات محمدی کی بھی تشریح و توضیح کے انداز میں فکرو فلسفے کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔

اقبال کے اسی فلسفیانہ رحجان کو بہت زیادہ اپنانے کی نمایاں کوشش عبدالعزیز خالد نے اپنی نعت میں کی ہے۔ ؎

میں فرش زمیں ہوں تو سقف سما ہے
میں سانسوں کا مہماں تو موج ہوا ہے
تسلیمند ہو کر کس طرح برگ نے سے
بیاں تیرے حسن گلو سوز کا ہے
شہنشاہ لولاک و مولائے سدرہ
تو میرے تخیل سے بھی ماروا ہے [2]

---

1 ۔ احسان دانش ۔ دارین ۔ طبع جسارت پرنٹرز 24 سرکلر روڈ لاہور صفحہ 3

2 ۔ عبدالعزیز خالد ۔ فارقلیط ۔ ~~طبع غلام علی پبلشرز لاہور ۔ بار اول 1964~~ (محولہ بالا) ۔ صفحہ 11

حفیظ تائب کی نعت کی بھی نوعیت یہی ہے جس میں اقبال کے فلسفیانہ اور مدبّرانہ انداز کی جھلک کسی نہ کسی مقام پر ضرور محسوس ہوتی ہے ۔ اس انداز کو ان کی ایک نعت کے چند شعر ظاہر کرتے ہیں ۔

اے ہادیِ دارین مقدر کر آفاق
خالق تیرا شیدا ہے خلائق تری مشتاق
پائی ہیں تمدّن نے ضیائیں ترے در سے
روشن ہیں ترے فیض سے تاریخ کے اَوراق
ہے سب میں نمایاں تری سیرت کی تجلی
تعلیم کے گلشن ہوں کہ تہذیب کے اَسواق [1]

راجا رشید محمود کی نعتیہ شاعری کو بھی اسی زمرے میں شمار کیا جائے گا مثلاً یہی انداز ان کے شعروں میں ملتا ہے ۔

تاریکیٔ حیات کو روشن جو کر گئی
وہ روحِ ماہتاب محمد کی ذات ہے
صادق ، امین ، امن و اماں کا پیامبر
گر ہے کوئی جناب محمد کی ذات ہے
خوشبو سے جسکی آج مہکتے ہیں دوجہاں
وہ دلنشیں گلاب محمدؐ کی ذات ہے [2]

اردو نعت کے جدید رحجانات کے حوالے سے مظفر وارثی کی نعتیہ شاعری بالکل منفرد انداز پر مشتمل ہے اس میں حضور اقدس کی ذات وصفات کو اجاگر کرنے کی بے پناہ قوت ہے ۔

۱۔ حفیظ تائب ۔ مشمولہ ماہنامہ محفل لاہور ۔ جلد 27۔ شمارہ 3 ۔ اشاعت مارچ 1981ء صفحہ 83

۲۔ سرور کیفی ۔ ملجا و ماوا ۔ بحوالہ بالا ~~مطبع شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی بار اول 1980۔~~ صفحہ 90

جس طرح کہ اردو کی نعتیہ شاعری کی عام روش یہی رہی ہے کہ اس میں حضور کی ذات و صفات کا بیان بہت زیادہ نظر آتا ہے بالخصوص نعتیہ شاعری کے اس پہلو کو ظاہر کرتا ہے جس کا تعلق اولاً تو عقیدت اور روایت سے ہے اور دوم یہ کہ عشق سرور کائنات ہی اس کا بنیادی مقصد ہے راجا رشید محمود کی ایک نعت سے ماخوذ چند اشعار اس رجحان کو ظاہر کرتے ہیں۔

نہیں ہے آپ کے اوصاف کی کوئی بھی حد آقا
حبیب انس و جاں ہیں آپ محبوب آقا
جہاں کا مطلع اول ہیں مقطع ہر سیارت ہو
رواں ہے آپ کا سکہ ازل سے تا ابد آقا [1]

سرور کیفی کی نعتیہ شاعری بھی انہی افکار و خیالات پر مبنی ہے جن کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کی تشریح و توضیح سامنے آتی ہے اس کے علاوہ ان کی نعتیہ شاعری کے جدید رجحانات کی نمائندہ شعری فکر ہے۔
مظفر وارثی کی یہ نعت بھی اسی رجحان کی حامل ہے۔

تیرہ بختی کو بنا دے مالک صبح یقیں
اور بگولوں کے حوالے شمع ایمانی کرے
چشم قاتل میں کھلا دے پھول جسکی روشنی
جس کا انداز فصاحت سنگ کو پانی کرے [2]

اردو کے نعت گو شعراء میں ایسے معروف شعراء بھی نظر آتے ہیں جن کی نعتیہ شاعری ذات و صفات محمدی کے بیان میں پر اثر اور جاذب نظر انداز رکھتی ہے کہ اس کی جانب توجہ مرکوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

1۔ راجا رشید محمود ۔ ماہنامہ محفل لاہور ۔ جلد 27 ۔ شمارہ 3 ۔ اشاعت 1981ء صفحہ 151
(خیرالبشر نمبر)
2۔ مظفر وارثی ۔ باب حرم ۔ طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور ۔ بار اول 1979ء ۔ صفحہ 50

چنانچہ علی اکبر عباسی کی ایک نعت کے چند اشعار اسی نظریئے کی حمایت کرتے ہیں جن کے تحت اس رحجان کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے -

آٹھ آئینوں کے پر تو میں ایک تیری تصویر
سارے حرف ہیں اسم اسی کا لفظ اسی کی تفسیر
سارے عہد زمانے تیرے اک پل کے مظروف
ساری شان کمان ہے تیرے جلوے کی جاگیر[1]

جمیل عظیم آبادی کی نعتیہ نظم کے چند اشعار بھی اسی رحجان کو ظاہر کرتے ہیں -

تو نور وحدت کی ضیاء
تو شافع روز جزا
تو رہ نما کا رہنما
تو حکمراں کا حکمراں
اے سرور کون و مکاں[2]

ناصر زیدی کی نعتیہ شاعری میں بھی وہی رحجانات اور امکانات موجود ہیں جن کی مثالیں ہم پیش کرتے آئے ہیں - چنانچہ ان کی بھی ایک نعت کے چند اشعار پیش نظر ہیں - جو ماہنامہ محفل کے خیرالبشر نمبر میں شائع ہوئی ہے -

---

1 - علی اکبر عباسی - معاصر لاہور - شمارہ 2 - 1983 - صفحہ 52
2 - جمیل عظیم آبادی - وحدت و مدحت - ناشر: المجتبیٰ پرنٹرز کراچی سال طباعت 1987ء - صفحہ 193

یہ کائنات شمس و قمر آپؐ ہی سے ہے
تابندگی شام و سحر آپ ہی سے ہے
جلوے تمام آپ کی رعنائیوں کے ہیں
حسن بتول حسن اثر آپ ہی سے ہے ؎۲

اس باب کے جائزے میں جن نعت گو شعراء کا ذکر کیا گیا ہے انہی کے نعتیہ کلام کے اشعار کی مثال دیتے وقت اردو نعت کے ایسے جدید رحجانات کو پیش نظر رکھا گیا ہے جن پر اقبال کے فلسفیانہ افکار و رموز کا اثر پایا جاتا ہے ۔ گو کہ یہ اثرات اقبال کے فلسفیانہ افکار و رموز کے مماثل و مقابل تو نہیں ۔ تاہم ان کو نعتیہ شاعری کے بارے میں بڑی اہمیت حاصل ہے ۔ جدید نعتیہ شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپؐ کی نعت صرف تعریف و توصیف تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کے عناصر ترکیبی میں بنیادی عنصر آنحضرت کی رسالت کو قرار دینے کے ساتھ ساتھ ذات و صفات کے بیان کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور دین مصطفوی کے بنیادی پہلوؤں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے ۔

ان کی شاعری کا حق اور شعری فلسفہ ان کے کچھ اس طرح کے افکار کے تابع نظر آتا ہے کہ اس کے تحت اکثر و بیشتر مقامات پر آنحضرت کے اخلاق و سیرت کا ذکر ہے اور بعض مقامات پر معراج کا ذکر پیش نظر رہا ہے ۔

انہی شعری کیفیات میں وہ مدارج بھی آتے ہیں ۔ کہیں آپ کو قرآن ناطق کہیں مجسم نور ، کہیں رہبر کامل ، کہیں انسانِ کامل ، کہیں بدرالدجیٰ ، کہیں شمس الضحیٰ کہہ کر آپ کو مخاطب کیا گیا ہے ۔

---

۲ ۔ ناصر زیدی ۔ ~~ماہنامہ خیرالبشر نمبر~~ محفل لاہور ۔ ~~جلد 27 ۔ شمارہ 3 اکتوبر 1981ء~~ ۔ صفحہ 152
مشمولہ خیرالبشر نمبر ، محولہ بالا

آپ کی ذات و صفات کے اس قدر زیادہ پہلو ہیں جن کی تشریح و توضیح انسان کی عقل سے بالا تر ہے۔ بلا شبہ شعراء اور مصنفین نے آپ کی ذات و صفات کے متعلق جو کچھ بھی شاعری میں لکھا ہے اس کی اہمیت و افادیت سے کسی کو انکار نہیں اس میں شعری احساس بھی ہے اور فکر و فلسفہ بھی عصر حاضر کی نعتیہ شاعری کا یہی وہ جدید رجحان ہے جو اس کو عام نعت گوئی سے ممیز و ممتاز کرتا ہے اور عصری اقدار کے تبدل و تغیر میں پوری انسانیت اس کے وجود کا اقرار کرنے پر مجبور نظر آتی ہے۔

چنانچہ یہ دور جس کو ہم دور جدید کہتے ہیں اس کا انسان اس شعری احساس سے نظریں نہیں ہٹا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج نعتیہ شاعری بھی قابل ستائش مقام حاصل کر رہی ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ ذات و صفات محمدی کے بیان میں شعراء بڑی بصیرت سے کام لے رہے ہیں اسکے ساتھ ہی عصری تقاضے کے بموجب اس کا رنگ اور معیار ان کے تخلیقی عمل میں بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔

****

باب ہشتم

" خطابیہ نعتیں "

سب سے پہلے خطابیہ انداز میں نعت لکھنے کی روایت مولانا حالی کی معروف نعتیہ نظم سے شروع ہوتی ہے ۔ مثلا اس طرح کہ

اے خاصہ خاصاں رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

گویا اس انداز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے بات کہنے کی طرح ڈال دی گئی ۔ کہ نعت کی اس صنف میں بھی ایسے مسائل احساسات اور رجحانات بیان کئے جا سکتے ہیں جن کا تعلق مسلم معاشرت اور تہذیب سے ہے ۔ چنانچہ مولانا نے اس نوعیت کی نعتیہ شاعری کو ذریعۂ اظہار بنا کر اسے قومی اور ملی مسائل سے ہم آہنگ کر دیا ۔

اسکے بعد اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک انقلاب رونما ہوا اس طرز فکر کی وجہ سے اب نعت صرف عقیدت اور روایت کا نام تھا بلکہ تمام انسانیت کے مسائل روایت رسم و رواج تمدن و تاریخ انسانی دکھ سکھ کرب و انتشار کا بیان اس میں نظر آنے لگا ۔ طرز حیات اور قومی و ملی مسائل فلسفہ حیات کا شعور اور دوسرے عمل دخل یہ تمام احساسات اور جذبہ نعت میں داخل ہونا شروع ہوئے ۔

اس کے بعد اسی روایت کو مولانا ظفر علی خان نے آگے بڑھایا ان کی ایک نعت کے چند اشعار میں یہی رجحان نہایت پرزور جذبے کے ساتھ موجود ہے ۔

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنّا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو
پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اوّلیں کا اجالا تم ہی تو ہو

عصرِ حاضر کے متعدد نعت گو شعراء کے یہاں بھی یہ رحجان نظر آتا ہے ان شعراء نے اپنی نعتوں میں اُمت مسلمہ کو درپیش مسائل کا ذکر کیا ہے۔ یا حضور سرور کائنات کو مخاطب کرکے توفیقِ جہاد اور غلبۂ اسلام کی تمنّا کی گئی ہے۔ اسی رحجان احساس و جذبے کی مثالیں حفیظ تائب کی شاعری میں بھی ملتی ہیں۔ ان کی ایک نعت جس کا عنوان
" جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے "
حال ہی میں رسالہ معاصر 2۔ صفحہ 47 پر شائع ہوئی ہے اس کے چند اشعار اسی انداز کو ظاہر کرتے ہیں۔

آمادہ شر پھر ہیں ستم گر مرے آقا
امت کی خبر لیے مرے سرور مرے آقا
~~افغانیوں~~ افغانیوں پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے
خوں ریز ہیں کوہسار کے منظر مرے آقا
مسموم و شرر بار ہیں کابل کی فضائیں
مغموم ہیں سب سرو و صنوبر مرے آقا

دور حاضر میں اُمّت کو درپیش مسائل کے ذکر کی واضح مثال اس نعت میں ملتی ہے جتنی افغان مسلمانوں پر مظالم جبرو تشدّد کی حقیقت اس نعت کے اشعار میں بڑے موثر انداز میں بیان کی گئی ہے اور اس میں ایک پیغام ۔ ایک تمنّا اور ایک تڑپ کا اظہار بھی مخاطب کے لئے موجود ہے۔ اس نعت کے اشعار سے واضح ہے کہ آلام و مصائب پستی و نارسائی اور ناقدری کے اس دور میں صرف آپ کی ذات کا سہارا ہے جس کے بل پر اُمت مسلمہ

سانس لینے کے قابل ہے اور اس کا ایمان ہے کہ صرف آپ ہی کا التفات و کرم
کرم آفات و حوادث ، آلام و مصائب سے نجات کا واحد ذریعہ ہے ورنہ آپ
کے علاوہ کون ہے جو مسلمانوں کی حالت زار پر رحم کھائے ۔
اس حالت کی مثال اس شعر میں مضمر ہے ۔

ہر دور پر آشوب میں اک تیری عطا ہے
وہ جس سے بدلتا ہے مقدر مرے آقا

اسی رجحان کی عکاسی اس نعت میں بھی ہوتی ہے اس نعت کا
عنوان یہ ہے

" کچھ آبلہ پا لوگ ہیں ہجرت کے سفر پر "

یہ نعت ڈاکٹر ظفر علی راجا کی ہے اس نعت کا انداز بھی خطابیہ
طرز نگارش کو پیش کرتا ہے ۔ اس میں رسول آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم
کو مخاطب کیا ہے اس میں بھی موجودہ دور کے وہ مسائل شامل ہیں
جن سے امت مسلمہ بالخصوص اور تمام انسانیت بالعموم نبرد آزما ہے ۔ انہی
مسائل کی ایک مثال وہ مظالم بھی رہے ہیں جو افغان مسلمانوں پر اکثر وبیشتر
ہوتے رہے ہیں ۔ اس نعت کے چند اشعار سے یہی پہلو نمایاں ہے ۔

اے گنبد خضرا کے حدی خوان کبوتر
کہیو مرے مولا کی حضوری پہ یہ جا کر
افغان چٹانوں پہ برستے ہیں اندھیرے
پامال ہیں ہنستے ہوئے غنچوں کے بسیرے
پلکوں کی گھنی چھاؤں تلے اشک رواں ہیں
آنکھوں کے دریچوں میں مگر عزم جواں ہے
کچھ آبلہ پا لوگ ہیں ہجرت کے سفر پر
سینوں سے لگائے ہوئے پیغام پیمبر

(ڈاکٹر ظفر علی راجا ۔ معاصر 2 ۔ لاہور ۔ صفحہ 54)

اس نعت کے اشعار گویا ان المناک واقعات اور غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی اس فضا کے آئینہ دار ہیں جن سے افغان مسلمان دوچار ہیں اور اسی ماحول میں سانس لینے پر مجبور بھی ہیں اس روح فرسا دکھ کی داستان شعری پیغام کی شکل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کی گئی ہے

اسی جریدے معاصر نمبر 2 مرتبہ عطاالحق قاسمی کے صفحہ 50 پر سید عالم کے عنوان سے غلام رسول ازہر کی بھی ایک نعت نظر آتی ہے اس نعت کے اشعار کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ کی صفات مبارکہ کی تشریح و توضیح کو پیش کیا گیا ہے دوسری طرف اس کے اشعار کی ذریعے حضور اقدس صلی اللہ کو مخاطب کرنے کا رحجان ملتا ہے اس کے برعکس اس نعت میں فریاد کی کیفیت کافی حد تک نمایاں ہے اور اس کے انداز نگارش پر عبدالعزیز خالد کے شعری رنگ کا اثر بڑی حد تک محسوس ہوتا ہے۔ اس نعت کے اشعار میں حضور سرور سے الطاف و کرم کی التجا سرفہرست ہے اور اس کے ساتھ اُمت کے حال زار پر فریاد بھی۔

ایک نظر ہم پہ بھی اے سید سادات اُمم
جس نے بخشے ہیں غلاموں کو سلاطین کے علم
ہم پہ احسان ہو احسان رسول اکرم
ایک مدت سے ہیں ہم منتظر چشم کرم
شب گزیدہ ہیں ہوئی ہم پہ بہت یورش غم

(غلام رسول ازہر۔ معاصر2 ۔ اشاعت یکم اگست83 ۔ صفحہ50)

اس نعت میں پیش کردہ خیالات سے یہ بات واضح ہے کہ آج کل مسلمانوں کی جو حالت ہے اور جن حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ایک طرح سے یہ نعت ان حالات و مسائل کا نوحہ ہے۔ انہی حالات کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ اس سے قبل کہ حالات کی تلخی میں اضافہ ہو یا گردش دوراں اور ستائے آپ کا لطف و کرم شامل حال ہو جائے تو ہماری بگڑی بن سکتی ہے۔

خطابیہ انداز کی نعت گوئی کا رحجان اردو کے دوسرے شعراء کے یہاں بھی نظر آتا ہے قابل ذکر چند شعراء یہ ہیں جن کی نعتیہ شاعری خطابیہ رحجان پر مبنی ہے - مسرور کیفی ، ڈاکٹر قمرالدین احمد ، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ، ریاض حسین چودھری ، جمیل عظیم آبادی -

اولاً اس ذیل میں چند شعری رخ مسرور کیفی کی ایک نعت سے ملتے ہیں -

ایماں و آگہی کا خلاصہ بھی آپ ہیں
ملجا بھی میرا آپ ہیں ماوا بھی آپ ہیں
لذت شناس جس کی مہک سے ہیں دوجہاں
اس بوئے دلنواز کا دریا بھی آپ ہیں [1]

جمیل عظیم آبادی کی نعتیہ شاعری میں بھی یہ انداز ملتا ہے -

رافت و رحمت کے ساماں آپ ہیں
وجہ تسکین دل و جاں آپ ہیں
ظلمت شب میں فروزاں آپ ہیں
مظہر تنویر یزداں آپ ہیں

ان اشعار میں ظلمتِ شب کا جو اشارہ نظر آتا ہے یہ مسلمانوں کے موجودہ ماحول کی ترجمانی ہے گویا ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں صرف آپ کو مینارہ نور اور روشنی کا استعارہ بتایا گیا ہے -

مظفر وارثی کی بھی سلام کی صنف پر مبنی یہ نعت خطابیہ رحجان کو ظاہر کرتی ہے -

---

محولہ بالا،
1 - مسرور کیفی - ملجا و ماوا - مطبع شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی بار اول 1980ء - صفحہ 35

سلام تم پر درود تم پر
تمہاری آہٹ سے ذہن جاگے
نگاہ جائے نہ تم سے آگے
ہیں ختم ساری حدود تم پر
سلام تم پر درود تم پر [1]

اسی رحجان کی واضح جھلک قمر میرٹھی (ڈاکٹر قمر الدین احمد) کی نعتیہ شاعری میں بھی نظر آتی ہے۔
ان کی اس ایک نعت کے شعری مزاج اور آہنگ میں جو نیا رخ ہے وہ موجودہ دور کی نعتیہ شاعری کا خاص طور پر سرچشمہ ہے اور اسی طرز کو اپنا کر نعت گوئی بتدریج آگے بڑھ رہی ہے۔

جہاں ہیں ختم حدیں حسن آدمیت کی
جمال دہر کی وہ قدر ارتقاء تم ہو
غم فتور جہاں ہو کہ خوف روز جزا
سکون قلب پریشاں بہر فضا تم ہو [2]

خطابیہ انداز بیان پر ہی مبنی ایک نعت حافظ لدھیانوی کی بھی سامنے آتی ہے اس کی تشکیل میں قدیم و جدید دونوں رحجانات کا امتزاج ہے لیکن یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ ~~حفیظ~~ حافظ صاحب ایک منفرد و ممتاز نعت گو ہیں ان کی نعت کے چند شعر بطور نمونہ پیش نظر ہیں۔

---

1 - مظفر وارثی - مشمولہ / ارمغان نعت - ~~مطبوعہ نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی اشاعت 1400~~ محولہ بالا - صفحہ 324
2 - قمر میرٹھی (ڈاکٹر قمر الدین احمد) مشمولہ / ارمغان نعت - ~~مطبوعہ نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی - اشاعت 1400~~ محولہ بالا - صفحہ 214

تجھ سے منّور ہوگئے فکرو نظر کے بام و در
ہر لحظ ہراک آن ہے شام و سحر میں جلوہ گر
تیرا جمال دلنشیں
اے رحمتہ للعٰلمیں [1]

صوفی تبسم کی نعت بھی اسی انداز کی نمایاں مثال نظر آتی ہے ان کے اس شعری انداز میں حسن و لکشی خاص طور پر موجود ہے - اسی نعت کے چند اشعار جو اس رحجان کی ایک مثال ہیں -

جھکتا ہے تکبر تری دہلیز پہ آ کر
ہر شاہ تری راہ میں اک خاک نشیں ہے
چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتم دوراں کا درخشندہ نگیں ہے [2]

ریاض حسین چودھری کی نعتیہ شاعری مکمل طور شدید رحجان کی نمائندہ فکر پر مبنی ہے -
ان کی ایک نعت کے چند اشعار خطابیہ انداز بیاں کو ظاہر کرتے ہیں اس کے ساتھ اس میں موجودہ دور کی زبوں حالی اور کرب وانتشار کا لحمہ فکریہ بھی شامل ہوتا نظر آتا ہے -

(۱) حافظ لدھیانوی ؛ ارمغانِ نعت - مشمولہ محولہ بالا ~~مجلہ نعیہ اکیڈمی اسٹریٹجیہ~~ - ~~اشاعت ... ء~~ - ص ۳۰۵

۲ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم - " " " " " " " ص ۳۴۷

---

1 - ریاض حسین چودھری - ماہنامہ شام و سحر لاہور - نعت نمبر 6 جلد 1-2 شمارہ 1-2 - اشاعت 1987ء - صفحہ 449

2 - عبدالعزیز خالد - عطایا - مطبع شاہ اینڈ سنز پروسس پرنٹرز لاہور طبع اول 1976ء - طبع دوم اگست 1983 - صفحہ 66

غبار خوف و مصائب ہے روز و شب پہ محیط
چراغ دیدہ تر بھی بجھا بجھا ہے حضور !
ہجوم اشک میں کچھ کھو گئی ہیں تصویریں
یقیں کا دامن صد چاک بھی نہیں اب تو
جناب سید کون و مکاں دہائی ہے [1]

عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری میں تو خطابیہ اشعار بیان کی مثالیں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں ۔ چونکہ ان کے نعتیہ مجموعوں ۔ فارقلیط ، منحمنا ، حمطایا[1] ، طاب طاب[2] اور ماذ ماذ[3] کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے پورے پورے نعتیہ قصائد اور نظموں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے خطاب کو اپنی ہر شعری تخلیق کا ذریعہ بنایا گیا ہے ۔
اس کی مثال " حمطایا " سے ماخوذ چند اشعار میں بھی دیکھی جا سکتی ہے ۔

اے ساقی کوثر اے رسول ثقلیں
ہے رحمت و رافت تری بہتا دریا
غم سب کا بٹائے سب کی دلجوئی کرے
ہر خانہ بدر کا تو ملاذ و ملجا [1]

عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری میں یہ نکتہ خاص طور قابل غور ہے ۔ تشبیہات اور استعارات کے استعمال کی قدامت کے باوجود تازگی اور جدت ان کی نعت میں برقرار رہتی ہے ۔

---

۱ ـ ریاض حسین چودھری ـ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر لاہور نعت نمبر 6 جلد 1 ـ 12 شمارہ 1 ، 2 ـ اشاعت 1987 ـ صفحہ 449 (محولہ بالا)

۲ ـ عبدالعزیز خالد ـ حمطایا ـ مطبع شاہ اینڈ سنز پروسس پرنٹرز لاہور طبع اول 1976 ـ طبع دوم اگست 1983 ـ صفحہ 66 (محولہ بالا)

اس انداز کی مثال ان کی ایک نعت کے ان چند اشعار میں ہے -

ہوئی تیرے سوا کس سے توقع دستگیری کی
ہے مرد افگن مئے سرجوش عرفاں یا رسول اللہ
محبت حسن سے کرتا ہوں آزادی پہ مرتا ہوں
تپش دل کی ہے رزقِ چشمِ حیراں یا رسول اللہ [2]

عارف عبدالمتین کی نعت میں بھی بعض مقامات پر خطابیہ انداز کا رجحان نظر آتا ہے ان کی نعت نئے رخ اور آہنگ پر منحصر ہے -
اس انداز کی نشاندھی ان کی ایک نعت کے چند اشعار سے ہوتی ہے -

بحرِ سکوں میں کشتی رفتار آپ ہیں
شب کے نگر میں صبح کے آثار آپ ہیں
کھلتے ہیں اور کھلتے نہیں بھی جو ذہن پر
اس دہر بے جہت کے وہ اسرار آپ ہیں [1]

ایک اور نعت کے چند اشعار بھی اسی لہجے اور رجحان کی نمائندگی کرتے ہیں -
آپ کی یادوں سے رونق میری تنہائی میں ہے
وسعت افلاک میرے گھر کی انگنائی میں ہے
صورت و سیرت کی رفعت پر ملے ہیں جب سے آپ
اک عجب وارفتگی سی میری دانائی میں ہے [2]

---

۲ - عبدالعزیز خالد - حمطایا - ~~مطبع شلمانیڈ پروسیس پرنٹرز لاہور~~ محولہ بالا

~~طبع دوم اگست ۱۹۸۳ء~~ ص: ۲۱

[1] عارف عبدالمتین - ماہنامہ نعت و کیف ~~نعت نمبر - جلد ۱۳ - شمارہ ۱۲۱~~ محولہ بالا - ص ح.م
لاہور اشاعت جنوری ۱۹۸۷ء ص ح.٥

[2] ~~عارف عبدالمتین~~ ایضاً

اور اس سلسلے میں یہی نظر آتا ہے - جوں جوں وقت گزر رہا ہے ادب و شاعری میں بھی تیزی سے گونا گوں اسٹائل اور تجربے پیدا ہو رہے ہیں - لہذا عصر جدید میں نعتیہ شاعری بھی انہی نت نئے موضوعات اور مناظر سے اثر قبول کر رہی ہے -

آج ہمارے دور میں جسے ہم " دور جدید " کہتے ہیں بیشتر شعراء کے یہاں خطابیہ طرز کی جدید رحجانات پر مبنی نعتیں بھی اپنی مثال آپ ہیں - چند نعت گو حضرات کے خطابیہ انداز کی نعت گوئی کے اہم اور مخصوص نمونے اس باب کے جائزے میں مختصراً پیش کئے گئے - گویا نعت نگاری کے ضمن میں یہ عظیم پیش رفت ہے -

****

باب نہم (دوسری کاپی)

باب نہم

تغزل کے رنگ میں نعتیں

اردو کی غزلیہ شاعری میں سب سے پہلے نعت کا آغاز مولانا محمد علی جوہر نے کیا - وہ اسلام کے سچے شیدائی اور حضور اکرم کے سچے عاشق تھے - یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان کی غزلوں کا عشقیہ رنگ مجازی نہیں ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت سے وابستہ ہے - گویا اس دور کے لحاظ سے انہوں نے نعت گوئی یا نعت نگاری کو ایک طرح سے بالکل نیا رنگ و آہنگ دیا ہے -

مولانا محمد علی جوہر نے اردو نعت کو وسیع انداز سے آزادی عطا کی اور حضور سرور کائنات کی محبت کو تغزل کے پیرائے میں ادا کرکے نعت کی شاعری کے لئے تازہ راہ ہموار کی - مولانا کی اس ایک نعت کے چند اشعار اس رحجان کی نمائندگی کرتے ہیں -

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر لمحہ تسلی ہے ہر آن تسلی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مدا راتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں [1]

---

1 - مولانا محمد علی جوہر - نعت - خیر البشر کے حضور میں - ~~مطبع نقوش پریس لاہور - مرتب ممتاز حسن - اشاعت 1975ء~~ - صفحہ 120 (مشمولہ / محولہ بالا)

پاکستانی دور میں بھی اکثر شعراء کے یہاں تغزل کے انداز کے رحجان میں نعتیں ملتی ہیں بظاہر ان کے یہاں یہ لے مجازی معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا اصل مفہوم و مقصد عشقِ رسول ہوتا ہے - تغزل کے رنگ کی نعت گوئی کے واضح ترین رحجانات حضرت اختر الحامدی کی نعتیہ شاعری میں مختلف مقامات پر نظر آتے ہیں - شاعر موصوف کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نعتیہ شعری فکر میں ہر لحاظ سے بامِ عروج پر نظر آتا ہے لیکن اس عشق کا عکس مجازی رنگ کے پرتو میں عشق حقیقی کا ترجمان اور راز داں ہے -

ان کے اس عشق کا اظہار بھی ہر لحاظ سے حضور اقدس کے مراتب کے اور احترام و تقدّس کے شایان شان ہے -

یہ تغزل ضرور ہے لیکن شاعر کے پیش نظر اس ذات بہ برکات کی عظمت و رفعت کا شعور و احساس ان کے نعتیہ اشعار میں ہر مقام پر موجود ہے

نا خدا تم ہو تو پھر طوفان محشر ہی سہی
ہم بہر صورت پہنچ جائینگے منزل کے قریب
جاں یہ شمعِ آرزو میں کس نے اختر ڈال دی
اختتامِ قصۂ مہجوریٔ دل کے قریب [1]

پاکستانی دور کے نعت گو شعراء میں سرور کیفی کی نعتیہ شاعری بھی تغزل کے رحجان کی ایک ایسی نمایاں مثال ہے جس سے عشق رسول کائنات نہ صرف جھلکتا ہے بلکہ مکمل طور پر عکاسی بھی نظر آتی ہے مثلاً

---

1 - اختر الحامدی - نعت محل - مکتبۂ دار الرضا لاہور - اشاعت 1974/1394 صفحہ 40

اس تابش جمال کے قربان جائیے
اک اک ادا سے جسکی زمانہ نہال ہے
جھکنے کو بیقرار جہاں ہر بشر ملے
اپنی وہاں میں آنکھ اٹھاوں مجال ہے[1]

اسی تغزل کے مثال رحجان کی مثال ان کی ایک دوسری نعت کے اشعار میں بھی پائی جاتی ہے ۔

نعت جس وقت گنگناتے ہیں
ہم تو خود کو بھی بھول جاتے ہیں
چاہتوں کے دیئے جلاتے ہیں
جشن ساجن ہم مناتے ہیں[2]

مسرور کیفی کے ان اشعار میں غزل کا رنگ نمایاں ہے تاہم ان کی جس قدر نعتیں ہیں ان میں ان کا عشق و شعور تمام کا تمام اظہار عجز ہے حالانکہ عقیدت و محبت مشکل ہی سے کسی اصول کی پابند ہوتی ہے چونکہ وہاں نظر کا کم اور دل کا معاملہ زیادہ پیش پیش ہوتا ہے ۔

مسرور کیفی اپنی شدید لگن اور تڑپ کے باوجود بے خبری کی حدود کو نہیں چھوتے انہیں آپ کے احترام اور مراتب کا بھرپور احساس ہے اور یہی ان کی نعتیہ شاعری کی خوبی ہے ۔

مظفر وارثی کی نعتیہ شاعری کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں بھی تغزل کا رحجان بھی ملتا ہے ۔

---

1 ۔ مسرور کیفی ۔ ملجا و ماوا ۔ [بحوالہ بالا] ~~مطبع شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی ۔~~
~~اپریل 1980ء~~ ۔ صفحہ 72
2 ۔ [ایضاً] ~~مسرور کیفی~~ ۔ " " " " " " " " صفحہ 55

تجھ کو آنکھوں میں لیے جب میں یہ دنیا دیکھوں
ہر سحر میں ترے ماتھے کا اجالا دیکھوں
آئینہ حسن کے جو سلوئ بشریت آئے
کوئی تصویر کوئی عکس نہ تجھ سا دیکھوں ۱؎

عارف عبدالمتین کی نعتیہ شاعری بھی بھرپور تغزل کی آئینہ دار ہے ان کی نعت میں الفاظ کا استعمال ہو یا تشبیہات کا حسن سب میں جدید رحجان کو نمایاں حیثیت حاصل ہے ۔ اسی قسم کی جدت اور ندرت خصوصاً نعت میں عصرِ حاضر کے بہت کم شعراء کے یہاں نظر آتی ہے ۔ ؎

مجھ سے تو باتیں کرے چپ چاپ میں سنتا رہوں
وقت تھم جائے ، زمانے کو قریب آنے نہ دوں
چاند بن کر تو مرے دل کے افق پر ہو طلوع
میں تمنا کے جھروکے سے تجھے دیکھا کروں ۱؎

یہ آرزو ہے کہ میں حقیقت سے صاف تر ایک خواب دیکھوں
بہ ست احساس تجھ کو چھولوں بچشمِ جاں بے حجاب دیکھوں
کبھی جو یثرب کے بام و در کو ضیاء سے اپنی اجالتا تھا
میں اپنے آنگن میں اے شبِ غم وہ ضوفگن ماہتاب دیکھوں ۲؎

---

۱ ۔ مظفر وارثی ۔ باب حرم ۔ [محولہ بالا] ~~مطبع طفیل آرٹ پرنٹر لاہور ۔ بار اول 1979~~ صفحہ 54

۱/۲ ۔ عارف عبدالمتین ۔ بیشاق ۔ [محولہ بالا] ~~مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت بار اول فروری 1975ء~~ صفحہ 36

۲/۳ ۔ ~~عارف عبدالمتین ۔ "" "" "" "" "" "" ""~~ [ایضاً] صفحہ 46

سید محمد مرغوب اختر الحامدی کی نعتیہ شاعری بھی تغزل کے انداز کو پیش کرتی ہے ان کی نعتیہ شاعری ایک طرف غزل کے رحجان کی نشاندہی کرتی ہے ان کے اسلوب کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسی جدید طرز کی نعت نہیں ہے ۔ البتہ اس کی تمام تخلیق کا حاصل عشق رسول کائنات ہے ۔

گلنار داغ ہجر نبی اس قدر رہے
آنکھوں پھر بہشت یہ اماں نظر رہے
مجھکو رہِ عدم میں نہ خوف وخطر رہے
یاد جمال روئے نبیؐ ہم سفر رہے [1]

سید انوار ظہوری کی ایک نعت کے یہ اشعار غزل کے انداز کے غماز ہیں ۔

ذہن میں آباد رہتا ہے تصور آپؐ کا
کروٹیں لیتی ہے سینے میں تمنا آپؐ کی
عمر بھر نظریں کسی منظر پر جم سکتی نہیں
دیکھ لی جب آنکھ نے تصویر زیبا آپؐ کی [2]

محشر بدایوانی کی کتاب " حرف ثنا " کا ایک حصہ نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ نظموں ، سلاموں اور منقبتوں پر

---

1 ـ سید محمد مرغوب الحامدی ـ ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر ~~لاہور جلد 13 شمارہ 2/1 ـ اشاعت جنوری ، فروری 1987~~ بحوالہ بالا ـ صفحہ 362

2 ـ سید انوار ظہوری ـ " " " " " " بحوالہ بالا " صفحہ 273

عارف عبدالمتین نے آنحضور کی محبت میں کسی قسم کی بے تکلفی کو راہ نہیں دی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہونے میں یا آپ کا ذکر کرنے میں ادب و احترام کو پوری طرح قائم رکھا ہے ۔ نعت کو تغزل کے رنگ میں لکھا ضرور ہے لیکن اس کو غزل کی سطح پر آنے نہیں دیا ہے ۔ انہوں نے فن کے اعلیٰ معیار کو قائم کیا ہے ۔ عجز و انکسار و ادب اس میں ہر طرح سے ظاہر ہے ۔

تغزل کے رنگ میں نعت گوئی کے ضمن میں مولانا ماہرالقادری کا نام کو نمایاں حیثیت حاصل ہے ۔ " ذکر جمیل" کے نام سے ان کا مجموعۂ نعت بھی شائع ہو چکا ہے ۔ لیکن ان کی نعتیہ شاعری کے وہی اشعار بھی اپنی طرف کھنچتے ہیں جن میں خیالات کا اظہار غزل کے پیرائے میں کیا گیا ہے ۔ ان کی نعتیہ غزل کے چند اشعار اس رحجان پر مبنی ہیں ۔

کیا مدینے سے بھی پیغام کوئی لائی ہے
یا نسیم سحری یوں ہی چلی آئی ہے
واقعہ یہ ہے کہ یادِ رخِ جاناں کے بغیر
زندگی کیا ہے مسلسل شبِ تنہائی ہے

مولانا ماہر القادری کی ایک اور نعت کے اشعار بھی اس رحجان کی نمائندگی کرتے ہیں ۔

رسولِ مجتبیٰ کہیے ۔ محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں ۔ پھر اس کے بعد کیا کہیے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیے [1]

---

1 ۔ ماہر القادری ۔ ارمغان نعت ۔ ~~مطبع نفیس اکیڈمی اسٹیشن روڈ~~ محولہ بالا ۔ شمولہ ~~اشاعت 1400~~ ۔ صفحہ 256

ان کی نعتیہ شاعری میں صرف عقیدت ہی نہیں اقدار حیات کا پختہ شعور بھی نظر آتا ہے جو آدمی کو بہتر انسان بننے کی ترغیب دیتا ہے گویا اسی شاعری کا نقطہ عروج بصیرت کا ضامن ہے۔

اسی کتاب " حرف ثناء " کی اس ایک نعت پیش نظر ہے جو نعت نعت میں تغزل کے رحجان کی نشاندہی کرتی ہے۔

ذکر سے شب مہکا لوں آقا
سو کی جاگوں نہ جاگوں آقا
یاد حرا کی خوشبو پر بھی
لاکھوں درود میں بھیجوں آقا [1]

تمروارثی کے نعتیہ مجموعے شمس الضحیٰ کے جائزے سے بھی ایک اہم رحجان سامنے آتا ہے وہ یہ کہ زمانے کی بدلتی ہوئی اقدار اور فضا نے نعت کے موضوع کو بھی ایک نئی جہت سے آشنا کر دیا ہے اس میں سیرت مبارکہ کے بیشتر پہلو پیش کئے گئے ہیں آپ کی ذات ، معجزات ، صفات تعلیمات اور انسانیت کے عروج کو موضوع بنایا گیا ہے ۔ قمروارثی کی نعتیہ شاعری بھی انہی رحجانات میں شامل ہے اور اس کے ساتھ اس کی تشکیل میں حب رسول کا جذبہ بھی بہ تمام و کمال موجزن نظر آتا ہے اس انداز میں فن کی بلندی اور اظہار کا نیا اسلوب ملتا ہے اور یہی انداز جذبہ عشق میں رونما ہوتا ہے تو نعت میں رنگِ تغزل کی صورت نمودار ہوتی ہے ۔

---

1 ۔ محشر بدایوانی ۔ حرف ثناء ۔ ~~طبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور~~ بحوالہ بالا
~~اشاعت 1948~~ ۔ 1985 ۔ صفحہ 45

نسبی کے غم کا پیکر ہو گیا ہوں
نہاں تہا میں اجاگر ہو گیا ہوں
ملا سرمایہ عشقِ نبیؐ کیا
مقدر کا سکندر ہو گیا ہوں [1]

اس کے علاوہ غزل کے رنگ میں نعت کے رحجان کا نام لیتے ہی بہزاد لکھنوی سامنے آتے ہیں قابلِ توجہ چیز یہ ہے کہ پاکستانی شعراء میں بہزاد لکھنوی نے اپنی پوری توجہ نعت گوئی پہ صرف کی ہے لیکن ان کی نعتوں کا خاص وصف غزل کا سا دھیما شگفتہ اور شریں لب و لہجہ ہے آنحضرت کی محبوبیت اور اس سے اپنی عقیدت کا اظہار انہوں نے ایسے انداز میں کیا ہے کہ نعتیں عاشقانہ غزلیں نظرآتی ہیں -

پھر یہ بھی نہیں کہ انہوں نے مقام محمدی کو نہ پہچانا ہو - جوش و محبت میں حدود سے تجاوز کر گئے ہوں ایسا نہیں ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہے رسالت کے منصب کے عین مطابق کہا ہے - آنحضرت کی ذات و صفات سے والہانہ ثبوت ان کی نعتوں میں ملتا ہے - ان کے نعتیہ کلام کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں -

بہزاد صاحب کی اکثر نعتیں چھوٹی بحر میں کہی ہوئی ہیں جو تغزل اور تاثر کے اعتبار سے بھر پور ہیں - ؎

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاوں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاوں
جو سرگرم رہتی ہے ان کی ثنا میں
وہ فکرِ سخن وہ زباں لے کے جاوں [2]

---

1 - قمروارثی - شمس الضحیٰ - مطبع لیتھوآرٹ پریس ناظم آباد کراچی تاریخ 1407 - صفحہ 61

2 - بہزاد لکھنوی - ارمغان نعت - ~~مطبع نعتیں اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی اشاعت 1400~~ محولہ بالا - صفحہ 242

تغزل کے رحجان کی ایک خوبصورت مثال اس انور صابری کی نعت میں بھی ہے - ان کی نعت کے چند اشعار سامنے ہیں -

مچلنے لگے میری پلکوں پہ آنسو مجھے جب شہنشاہ دیں یاد آئے
ستاروں کو قصے دل مبتلا کے نگاہوں کی خاموشیوں نے سنائے
کروں میں جہاں جا کے ذکر محمد مزا جب ہے جذبۂ والہانہ
مرے سازِ احساس پر روح جامی کوئی اپنی تازہ غزل گنگنائے [1]

طفیل دارا کی نعتیہ شاعری اپنے انداز کی جدیدیت کی ترجمان بھی ہے اور وقت کے تبدل و تغیر کی ہمنوا بھی امتِ مسلمہ کی تباہی اور بے راہ ماحول روز بہ روز بگڑتی ہوئی حالت کا غایت درجے کا احساس اس شعری فضا کا مکمل نتیجہ سامنے لاتا ہے - اس کے علاوہ شاعر موصوف نے اشعار میں مشکل زمین کو اپنانے کی حتہ الوسع آزمائش کو مدنظر رکھا ہے -

ایک اور چیز ان کی نعتیہ شاعری میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ الفاظ معنی اور مفہوم ۔ استعارات اور تشبیہات سب میں اقبال کے شعری انداز کی ہر ممکنہ پیروی ملتی ہے -

طفیل دارا کے یہاں بھی دوسرے اردو کے علم نعت گو شعراء کی طرح عشق محمدی کی آئینہ داری اور پاس داری ان کی محبت کا مظہر ہے ان کی یہ شعری فکر عام انسان کے لئے بالعموم اور شاعری کیلئے بالخصوص بڑی کشش اور جاذبیت کا باعث ہے -

تغزل کے انداز کو ان کی چند نعتوں کے اشعار ظاہر کرتے ہیں -

---

1 - انور بہزاد - ارمغان نعت - ~~ملیح نعتیں اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی~~ محولہ بالا ~~اشاعت 1400~~ - صفحہ 272

مثلاً ؂

مجھے مری ذات سے ملا دے تری محبت عجیب شے ہے
خدا شناسی کا گُر سکھا دے تری محبت عجیب شے ہے
کبھی ترے در پہ خواب میں بھی اگر سلیقے سے میں صدا دوں
تو میری حاجت سے بھی سوا دے تری محبت عجیب شے ہے[1]

طفیل دارا کی ایک اور نعت کے چند اشعار اسی رجحان کی مثال ہیں۔ ؂

جن آنکھوں میں تم نہیں رہتے وہ آنکھیں بے نور
جو بھی تم سے دور رہا وہ اللہ سے بھی دور[2]

قمر لکھنوی کے یہ شعر بھی دامن کشِ دل ہیں۔ ؂

دیدار مصطفےٰ کی مرے دل کو پیاس ہے
سیرابیوں پہ تشنہ لبی کی آس ہے
آب و ہوائے زیست مجھے کتنی راس ہے
عشق شہہ ہُدیٰ کی سند میرے پاس ہے[3]

ناصر زیدی کی نعتوں میں بھی تغزل کے انداز کی جلوہ نمائی ان کی محبت کی علامت ہے۔ ان میں سے ایک نعت کے چند اشعار جو اس رجحان کی دلالت کرتے ہیں۔ ؂

1۔ طفیل دارا۔ بعد از خدا۔ مطبع طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور۔ اشاعت جون 1984۔ صفحہ 91

2۔ طفیل دارا۔ بعد از خدا۔ مطبع طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور۔ اشاعت جون 1984۔ صفحہ 74

3۔ قمر لکھنوی۔ ماہنامہ محفل لاہور۔ جلد 27۔ شمارہ 4۔ اشاعت مارچ 1981ء۔ صفحہ 148

یہ کائنات شمس و قمر آپؐ ہی سے ہے
تابندگیٔ شام و سحر آپؐ ہی سے ہے
جلوے تمام آپ کی رعنائیوں کے ہیں
حسنِ قبول حسنِ اثر آپؐ ہی سے ہے[1]

ان نعتیہ اشعار میں جدید رحجان نظر آتا ہے ۔ جہاں ایک طرف ان میں تغزل کا انداز جھلکتا ہے تو دوسری طرف ان کی تشکیل میں تازگی ہے ۔

جمیل عظیم آبادی کی نعتیہ شاعری میں بھی تغزل کا رحجان پایا جاتا ہے ۔ ان کی ایک نعت کے چند اشعار جن سے اس رحجان کی نمائندگی ہوتی ہے ۔

رافت و رحمت کے ساماں آپ ہیں
وجہ تسکیں دل و جاں آپ ہیں
ظلمت شب میں فروزاں آپ ہیں
مظہر تنویر یزداں آپ ہیں[1]

ان نعتیہ اشعار میں وہ نئی پہلو سامنے آتا ہے جس کا تعلق جمالیات کی نفسیاتی کیفیت سے ہے اور یہ کیفیات عام شاعری کے علاوہ نعتیہ شاعری میں بھی کسی نہ کسی مقام پر پائی جاتی ہیں ۔ ظلمت شب سے یہی اشارہ برآمد ہوتا ہے کہ موجودہ معاشرے میں شب کی سیاہی کی طرح جوظلم و ستم برپا ہے اسکی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کرّہ ارض پر کوئی ہر چیز کو یہ تاریکی نگلنے والی ہے اگر ان شدید اندھیروں میں کوئی روشنی ہے تو وہ آپ کی ذات بہ برکات کا فیضان ہے ۔

---

1 ۔ ناصر زیدی ۔ ماہنامہ محفل خیرالبشر نمبر ۔ جلد 27 ۔ شمارہ 13 ۔ اشاعت مارچ 1981 ۔ صفحہ 152

2 ۔ جمیل عظیم آبادی ۔ وحدت و مدحت ۔ طابع المنحزن پرنٹرز کراچی اشاعت 1987 ۔ صفحہ 102

جیسا کہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ نعت گوئی گزشتہ چند برسوں سے روز افزوں فروغ پذیر ہے اور اس سلسلے میں مختلف اصناف سخن مثلاً غزل ، قصیدہ ، قطعہ ، رباعی اور مثنوی اور نظم میں نعت لکھی جا رہی ہے لیکن اس کے باوجود بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو صنف اور ہیئت عام طور پر سب سے زیادہ مقبول ہے وہ غزل کی ہیئت ہے -

پاکستان سے قبل نعت کو غزل کے انداز کی شاعری میں مقبولیت حاصل تھی اور پاکستانی دور میں بھی ایسے شعراء ہیں جو نعت کو غزل کی صنف و ہیئت میں کہنے پر زور دے رہے ہیں اس سے قبل اس باب میں ایسے بہت سے شعراء کے کلام کا جائزہ لیا گیا ہے جنہوں نے غزل کے رحجان کے زیر اثر نعتیں کہی ہیں لیکن اسی جائزے کے دوران کچھ اور ایسے نعت گو شعراء نظر آگئے جن کی نعتیہ شاعری غزل کے انداز کو پیش کرتی ہے - ان میں معروف نام قابل ذکر ہیں -

اعجاز رحمانی - ان کے دو نعتیہ مجموعے پہلا اعجاز مصطفیٰ اور(2) دوسرا پہلی کرن آخری روشنی ۔ ان میں اعجاز مصطفی ایک ایسا نعتیہ مجموعہ ہے جس میں 50 نعتیہ غزلیں ہیں - ان میں چند غزلوں کے اشعار بطورنمونہ پیش نظر ہیں جن سے تغزل کے رحجان کی نشان دہی ہوتی ہے -

اس بزم ہیئت و بود کا حاصل حضور ہیں
یہ کائنات جسم ہے اور دل حضور ہیں

آپ ہی سے مرے حضور ملا
آدمی کو نیا شعور ملا

ان کی دوسری کتاب "پہلی کرن آخری روشنی" میں ایک حمد اور 27 نعتیں ہیں - ان نعتوں میں ایسے اشعار بھی ہیں جن میں غزل کا انداز ہے -

(13)

ہر طرف تیرگی تھی نہ تھی روشنی
آپ آئے تو سب کو ملی روشنی

وہ ایک نام جو سرمایہ حیات بھی ہے
وہ ایک ذات جو مقصود کائنات بھی ہے

(اعجاز رحمانی۔ ماہنامہ نعت لاہور)

زباں پر جب بھی ذکر سرور کون و مکاں ہو گا
غم دنیا غم عقبیٰ سے دل دامن کشاں ہو گا

(اعجاز رحمانی ۔ ماہنامہ نعت لاہور)

محمد اعظم چشتی کے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں ۔ پہلا نعتیہ مجموعہ "غذائے روح" کے نام سے نومبر 1982ء میں منظر عام پر آیا کتاب میں ایک حمد ایک حمدیہ قطعہ 28 نعتیں ، 12 قطعات اور 28 رباعیات ہیں ۔

ان کی نعتوں کے چند اشعار جن پر تغزل کے رحجان کا گہرا اثر غالب ہے ۔ ؎

روشن ہے جس سے عالم امکاں تمہی تو ہو
ظاہر ہے جس سے صورت یزداں تمہی تو ہو

طیبہ سے منگائی جاتی ہے سینے میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں آنکھوں سے پلائی جاتی ہے

ان کا دوسرا نعتیہ مجموعہ " رنگ و بو " کے نام سے آیا ہے اس کی اشاعت مکتبۂ اسلامیہ لاہور سے ہوئی ہے طبع ششم مارچ 1968ء اس کی اشاعت کی تاریخ ہے ۔

تغزل کے ساتھ ساتھ ایک خوبی ان اشعار میں یہ نظر آتی ہے کہ ان کی تشکیل و تعمیر جدید رحجانات کے تحت ہے ان میں خیالات کی ندرت

لیے ہیں

(14)

اور تازگی کا احساس غایت واجبی پر نظر آتا ہے۔ ؎

حسن حبیب دوجہاں یوں ہے تصوّرات میں
جیسے ظہور ماہتاب تم کی اندھیری رات میں
(ماہنامہ نعت لاہور۔ اشاعت 1988ء)

کونین میں وہ شمع جلائی حضور نے
پرنور کردی ساری خدائی حضور نے
(ماہنامہ نعت لاہور۔ اشاعت 1988ء)

محمد اعظم چشتی کی تیسری (3) کتاب نیر اعظم کے نام سے شائع ہوئی ہے یہ مکمل نعتیہ مجموعہ نہیں ہے لیکن اس میں جو نعتیں ہیں ان میں غزل کا انداز ملتا ہے۔ ایسے چند اشعار پیش نظر ہیں جن سے تغزل کی دھارے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ ؎

اس نے چھوڑا نہ کسی حال میں تنہا مجھ کو۔
ساتھ رکھتا ہے خیال شہ بطحا مجھ کو
(ماہنامہ نعت لاہور۔ اشاعت 1985ء)

سمجھا نہیں ہنوز مرا عشق بے ثبات
تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

یہ کتاب نیر اعظم مکتبہ بنویہ لاہور سے شائع ہوئی ہے اس میں 184 صفحات ہیں اور اس کی تاریخ اشاعت 1985ء ہے۔

انہی معروف شعراء میں تغزل کے انداز نعت گوئی کے سلسلے میں اسعد فاضلی کا نام بھی نظر آتا ہے۔ ان کا نعتیہ مجموعہ میرے آقا کے نام سے فروری 1984ء میں اشاعت پزیر ہوا ہے یہ کتاب 120 صفحات پر مشتمل ہے کتاب میں 5 حمدیں، 54 نعتیں اور ایک قطعہ ہے۔ سب پبلی کیشنز کراچی سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

کبھی یسین و مبشر ، کبھی طٰہٰ لکھوں
زندہ جب تک رہوں نعتِ شہ والا لکھوں

نگارِ طیبہ سے ہم لو لگائے رکھتے ہیں
یہ ایک چراغ مسلسل جلائے رکھتے ہیں[1]

انجم نیازی کی کتاب حرا کی خوشبو 1979ء میں شائع ہوئی یہ کتاب 208 صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس کتاب میں 2 حمدیں ۔ 38 نعتیں 11 قطعات ، 7 مناقب ، 7 نعتیں اور 6 نعتیہ گیت ہیں ۔

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی 48 صفحات کے اضافے سے شائع ہوا ہے جس میں 4 ۔ اردو مناقب ایک فارسی منقبت اور 4 منقبتیہ قطعات زیادہ ہیں ۔

جہانتک ان کی شاعری کے فنی و ادبی پہلوؤں کا تعلق ہے ۔ حرا کی خوشبو کی نعتیہ شاعری پورے طور پر اردو نعت کے جدید رجحان کی حامل ہے

ہر ایک دور ترے دور کی گواہی دے
کسے مجال کسی اور کی گواہی دے

وہ نام آئے زباں ولب پر تو دل میں تازہ گلاب اتریں
نظر کی غارِ حرا میں کتنے ہی لفظ بن کر کتاب اتریں[1]

---

1 ۔ امید فاضلی ۔ میرے آقا ۔ ماہنامہ نعت لاہور ۔ جلد 11 ۔ شمارہ 4 اپریل 1988ء ۔ ~~مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 نیو ششالار کالونی ملتان روڈ لاہور~~ مقام صفحہ نمبر 53

2 ۔ انجم نیازی ۔ حرا کی خوشبو ۔ ~~ماہنامہ نعت ۔ جلد 11 ۔ شمارہ 4 ۔ اشاعت اپریل 1988ء مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 ۔ نیو ششالار کالونی ملتان روڈ لاہور 545~~ صفحہ نمبر 59

قمر انجم (قمر الدین احمد) کا نعتیہ مجموعہ "حسنت جمیع خصالہ "
1987ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں 96 صفحات ہیں۔ کتاب میں اسّی
نعتیں ہیں۔ قلزم رحمت " ساحر خاتم النبیین " نعتوں کے انتخاب ہیں۔
ان کی نعتوں میں بھی نمایاں طور پر غزل کے رحجان کی عکاسی
نظر آتی ہے۔ ان کی نعت کا انداز اس عاشقانہ معیار کو واضح کرتا ہے جو
شاعر کی عقیدت اور والہانہ انداز نظر حضور سرور کائنات کی ذات اقدس کے
حوالے سے ہے۔

محبت مصطفی سے پہلے میں کچھ نہیں تھا ۔ میں کچھ نہیں تھا
کرم کی اس انتہا سے پہلے میں کچھ نہیں تھا ۔ میں کچھ نہیں تھا [1]

گنبد خضری رہے ہر دم نظر کے سامنے
میں دعا بن جاوں گا باب اثر کے سامنے [1]

انجم وزیر آبادی کی کتاب " مینائے کوثر " کے نام سے نومبر 1985ء
میں شائع ہوئی ہے۔ صفحات 96 ۔ اس کتاب میں حمدیں ۔ 53 نعتیں اور
6 نعتیہ نظمیں ہیں۔

مینائے کوثر کے چند اشعار جو تغزل کے عکاس ہیں۔

ہے آنکھ وہ کہ جس کو تری جستجو رہے
ہے دل وہی کہ جس میں تری آرزو رہے

سنگ در نبی پہ جبیں نیاز ہے
زاہد یہ بندگان وفا کی نماز ہے [2]

---

1 ۔ قمر انجم (قمر الدین احمد) حسنت جمیع وخصالہ ۔ مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور جلد 1
~~ناشر اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 نیو شالا مار کالونی ملتان روڈ لاہور~~ محولہ بالا
صفحہ نمبر 58

2 ۔ انجم وزیر آبادی ۔ مینائے کوثر ۔ مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور ۔ ~~جلد 1 ۔ شمارہ 5 مارچ~~
~~1988 ۔ ناشر اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 ۔ نیو شالا مار کالونی ملتان~~ محولہ بالا
~~روڈ لاہور~~ صفحہ 21

حضرت بشیر زواری جن کا مرتبہ بڑا افضل و اعلیٰ ہے نعت گوئی کے میدان میں ۔ اور اسی طرح ان کی نعتیہ شاعری میں عشق کی صداقت اور خیال کی دلکشی ۔ ایک طرف اس کو تغزل کا رنگ بھی عطا کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنی نوعیت کی منفرد اثر انگیزی بھی

ان کا نعتیہ مجموعہ " خزینۂ نعت " کے نام سے ربیع الاول 1399ھ میں اشاعت پزیر ہو کر سامنے آیا ہے۔ کتاب کے 19 صفحات ہیں اس کتاب میں 13 نعتیں ہیں ان میں ایک نعت فارسی کی بھی شامل ہے ۔

حضرت بشیر زواری کی نعتیہ شاعری ایک اور وجہ سے بھی منفرد اور ممتاز مقام پر نظر آتی ہے کہ اس میں بڑی چھان پھٹک کے بعد ایسے قرآنی اشارات اور علامتیں استعمال کی گئی ہیں مثلاً قرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر ۔ نذیر ۔ سراج اور مبشر اور رحمۃ للعالمین کہا اور آپ کے کردار کو اسوہ حسنہ کا خطاب عطا فرمایا ہے ۔ چند اشعار جو غزل کے آئینہ دار ہیں

بیمار ہوں طبیب سے دور اور شکستہ دل
مشتاق ہوں حبیب سے دور اور شکستہ دل

اپنے جلوے وہ مدینے میں لٹائے چلئے
آگے آگے ہم ان آنکھوں کو بچھائے چلئے

بخشا ہے ازل میں جسے سودائے مدینہ
کیوں اس کی نگاہوں میں نہ چھا جائے مدینہ

ہیدم شاہ وارثی کی نعتیہ شاعری میں بھی وہ اثر آفرینی اور سوز و گداز نظر آتا ہے جس کی طرف خود بخود خیال و ذہن مبذول ہونے لگتا ہے ۔ غزل کے انداز کی شاعری میں استقدر گہرا تاثر کا جذبہ اور احساس کم ہی دکھائی دیتا ہے ۔

ا۔ حضرت بشیر زواری ۔ خزینۂ نعت ۔ ماہنامہ نعت لاہور ۔ جلد نمبر 4 شمارہ 4 اپریل 1988۔ مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹیشن نمبر 5 نیو فلالٹا کالونی ملتان روڈ ۔ لاہور صفحہ 69

ان کا نعتیہ مجموعہ "مصحف بیدم" کے نام سے 1983ء میں شائع ہو چکا ہے - یہ مجموعہ 128 صفحات پر مبنی ہے - کتاب میں 2 حمدیں اور 447 نعتیں 47 نعتیہ قطعات ، 2 مناقب اور 3 قطعات ہیں -

ان کی نعتوں کے چند اشعار تغزل کے انداز میں انتہائی درجے ممتاز و معروف پائے جاتے ہیں - مثلا یہ چند ایسے اشعار ہیں جو زبان زد ہیں ؎

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میرا دل اور مری جاں مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے

بیکس جلپوری کا نعتیہ مجموعہ "دیوان بیکس" کے نام سے 1981ء کی اشاعت ہے -

یہ کتاب 208 صفحات رکھتی ہے اس میں 16۔اردو نعتیں ، 20 فارسی مناقب ، 40۔اردو مناقب ، 4 نظمیں اور دوسری تخلیقات ہیں -

بیکس جلپوری کی نعتیہ شاعری کے بھی اکثر و بیشتر اشعار تغزل کے رحجان نعت گوئی کی سمت سفر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ انکی نعتیہ شاعری غزل کے رنگ سے ہی عبارت ہے اسکی مثال چند شعروں میں ملتی ہے - ؎

خواب میں آکے خدا را رخ زیبا دکھلا
یہ بھی اعجاز مجھے اے شہ بطحا دکھلا

مشمولہ / محولہ بالا

---

1 - بیدم شاہ وارثی - مصحف بیدم - ماہنامہ نعت لاہور - ~~جلد 1 شمارہ 4~~
~~1988 - اشاعت اپریل 1986ء - مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5~~
~~نیو شالا مار کالونی - ملتان روڈ لاہور~~ صفحہ 77

نام نامی مصطفیٰ ہے آپ کا
دوجہاں میں آسرا ہے آپ کا

حفیظ تائب کا مجموعہ نعت صلو علیہ وآلہ کے نام سے 1978ء میں اشاعت پزیر ہوا اس کتاب میں 126 صفحات ہیں اس مجموعے میں ایک منظوم انتساب ۔ ایک حمد ۔ ایک دعا ۔ 59 نعتیں اور ایک نظم ہے۔

اس مجموعے کی نعتیہ شاعری بھی تغزل کے انداز کو نمایا کرتی ہے مثلاً ایسے اشعار اس میں ملتے ہیں جن سے ایک طرف تغزل کے رحجان کا پتہ چلتا ہے اسکے علاوہ دوسرا پہلو اس نعتیہ شاعری کا یہ بھی بہت واضح ہے کہ اشعار اسلوب کے لحاظ سے اور مضمون کے اعتبار سے جدت اور سادگی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

دلوں کی تہہ میں پوشیدہ محبت دیکھنے والا
وہ محبوب خدا ۔ جذبوں کی وسعت دیکھنے والا

خوشبو ہے دوعالم میں تری اے گل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصاف حمیدہ

بہزاد لکھنوی کا تزکرہ اس باب میں پہلے بھی کیا جا چکا ہے لیکن انکی چند اور کتابیں دستیاب ہونے کی وجہ سے چند باتیں اور عرض کی جا رہی ہیں۔ تغزل کے رنگ میں نعت گوئی کے ماہر بلکہ دور جدید کی نعتیہ غزل کا اگر انہیں باوا آدم کہا جائے تو یہ بھی حق بجانب ہے۔

----

1 ۔ بیکس جلبوری ۔ (دیوان بیکس) ماہنامہ نعت لاہور ۔ جلد ۔1 شمارہ 4 اپریل 1988ء ۔ مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر5 ۔ نیو شالا مار کالونی ۔ ملتان روڈ لاہور صفحہ 78

2 ۔ حفیظ تائب ۔ (صلو علیہ وآلہ) ماہنامہ نعت لاہور ۔ جلد ۔ 1 ۔ شمارہ 4 اشاعت اپریل 1988ء ۔ مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر5 ۔ نیو شالا مار کالونی ۔ ملتان روڈ لاہور صفحہ 88

ان کے نعتیہ شاعری کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں مثلاً

1) پہلا نعتیہ مجموعہ درمان غم (2) دوسرا ثنائے حبیبؐ (3) اور تیسرا کرم بالائے کرم (4) چوتھا آوِ نا تمام - اور (5) پانچواں بستان بہزاد (6) چھٹا کفر و ایمان - اور (7) ساتواں نغمۂ روح

بہزاد لکھنوی کی نعتیہ شاعری زیادہ تر غزل کے انداز کی نمائندہ فکر پر مبنی ہے اور نعتیہ شاعری میں غزل کی ہئیت اور صنفِ شاعری کے علاوہ اور کسی صنف شاعری کو انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں اختیار نہیں کیا ہے

درمان غم بہزاد لکھنوی کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے - اس کتاب میں 64 صفحات ہیں اور یہ 90 نعتوں پر مشتمل ہے - اس کتاب کی تاریخ اشاعت درج نہیں ہے - تاہم " درمان " سے ماخوذ چند " درمان " نعتوں کے اشعار پیش نظر ہیں -

ہاتھ میں دامان شاہِ دوجہاں رکھتا ہوں میں
اپنی ٹھوکر میں زمین و آسمان رکھتا ہوں میں [1]

حضرت بہزاد کا دوسرا نعتیہ مجموعہ "ثنائے حبیبؐ" ہے اسکی اشاعت 1954ء میں ہوئی - اس کتاب میں ایک حمد اور 115 نعتیں ہیں - 32 درود و سلام ہیں - چند نعتوں کے اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں -

جب بزم تصّور میں سرکار نظر آئے
ہم ہوش لٹا کر بھی ہشیار نظر آئے [2]

---

1 - بہزاد لکھنوی (درمان غم) ماہنامہ نعت لاہور - جلد 1 شمارہ 4 - اشاعت اپریل 1988ء - مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 - نیوشالا مار کالونی ملتان روڈ لاہور صفحہ 70

2 - بہزاد لکھنوی (ثنائے حبیب) ماہنامہ نعت لاہور - جلد 1 - شمارہ 4 اشاعت 1988ء مقام اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 - نیوشالا مار کالونی ملتان روڈ لاہور صفحہ 70

21

ان کا تیسرا مجموعہ "کرم بالائے کرم" ہے - اس کی اشاعت کی تاریخ غائب ہے - کتاب میں 142 نعتیں ہیں جو اسی رجحان کی مظہر ہیں چند نعتوں کے اشعار پیش نظر ہیں - ے

جس کی جاں کو تمنا ہے دل تو طلب وہ سکوں بخش محفل مدینے میں ہے
یوں تو جینے کو ہم جی رہے ہیں مگر جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے

جہاں پہ جھکتے ہیں دل وہ مقام دیکھ لیا
خوش نصیب کہ باب السلام دیکھ لیا

ان کا چوتھا نعتیہ مجموعہ "آہِ نا تمام" ہے اس کی اشاعت 1946ء میں ہوئی کتاب میں ایک حمد - 15 نعتیں ہیں - 8 غزلیں اور 5 گیت ہیں
اسی کتاب کی نعتوں کے اشعار بھی غزل کے انداز نعت گوئی کی مثال ہیں - ے

جائے نہ کبھی دل سے تمنائے مدینہ
یارب رہے ہونٹوں پہ یونہی ہائے مدینہ

حضرت بہزاد کا پانچواں مجموعہ "بستان بہزاد" ہے کتاب میں دس نعتیں ہیں - تاریخ اشاعت کوئی نہیں ہے -
اسی مجموعے کی نعتوں کے اشعار میں بھی تغزل کا رجحان نمایاں حیثیت کا حامل ہے - ے

---

1 - بہزاد لکھنوی (کرم بالائے کرم) ماہنامہ نعت لاہور جلد 1 شمارہ 4 اشاعت 1988 - مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 - نیو شالامار کالونی ملتان روڈ لاہور صفحہ 71

2 - بہزاد لکھنوی (آہِ نا تمام) ماہنامہ نعت لاہور جلد 1 - شمارہ 4 اشاعت 1988ء - مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 - نیو شالامار کالونی - ملتان روڈ لاہور صفحہ 72

مدینہ کے قربان صد بنے چلو
بہت سر جھکے اب تو جینے چلو

شاہ زمیں ۔ شہ زماں ۔ دونوں جہاں کے تاجدار
میں تیرے نام پر فدا دل ترے نام پر نثار (۱)

حضرت بہزاد کا چھٹا نعتیہ مجموعہ "کنزو ایمان" ہے - اردو اکیڈمی لاہور نے 1984ء میں اس کا چوتھا ایڈیشن شائع کیا ہے - اس کتاب میں ایک حمد 97 نعتیں ہیں - صفحہ 17 تا 4 پر غزلیں صفحہ 8 تا 14 پر نظمیں اور صفحہ 107 تا 127 پر گیت ہیں -

اس مجموعے سے ماخوذ چند اشعار کی مثال

دل کی حالت کیا کہوں یاد مدینہ دل میں ہے
میں یہاں پر ہوں مگر یہ دل اسی محفل میں ہے

اے شاہ ھدیٰ ۔ سبحان اللہ ۔ جب نام تمہارا آتا ہے
اک روح کو تسکیں ملتی ہے اک کیف سا دل پر چھاتا ہے (۲)

اور اس کے بعد انکا ساتواں مجموعہ "نغمۂ روح" ہے اس کتاب میں 138 صفحات ہیں اس کتاب میں ایک حمد - 90 سلام اور 90 نعتیں ہیں لیکن ایک بڑی کمی اس کتاب میں یہ نظر آتی ہے کہ اس پر تاریخ اشاعت کوئی درج نہیں کی گئی ہے۔

----

1 - بہزاد لکھنوی (بہستان بہزاد) مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور محولہ بالا ~~جلد 1 - شمارہ 4 اشاعت 1988ء - مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اشرفیہ نمبر 5 - نیو شالا مار کالونی ملتان روڈ لاہور~~ صفحہ 72

2- بہزاد لکھنوی (کنزو ایماں) مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور محولہ بالا ~~جلد 1 - شمارہ 4 مقام اشاعت اظہر منزل مسجد اشرفیہ نمبر 5 - نیو شالا مار کالونی ملتان روڈ لاہور~~ صفحہ 73

اس مجموعے کی نعتوں سے بھی ان کی غزل کے رنگ اور آہنگ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ عصرِ حاضر کی تمام تر نعتیہ شاعری میں غزل کا انداز اسقدر گہرا اور اثر انگیز کسی کے کلام میں نظر نہیں آتا۔ بہزاد کی نعت کی کشش اور جذب و شوق، عشق و سرمستی کی وہی بھی کیفیات کا مرقع ہے۔ مثلاً؎

مدینے کی مہکی بہاروں میں گم ہوں
میں گنبد کے رنگیں نظاروں میں گم ہوں

یہ نہ پوچھو کہاں مدینہ ہے
دل مدینہ ہے جاں مدینہ ہے[1]

ماہنامہ سیارہ لاہور کی سہ ماہی اشاعتِ خاص میں عبدالکریم ثمر کی نعت شامل ہے۔

اس نعت کے اشعار میں بھی غزل کے رنگِ سخن کی لے نمایاں ہے

موسم گل ہے خیاباں حرم گل ریز ہے
صبح ہے گوہر فشاں اور شام عنبر بیز ہے
روضۂ اطہر کی جالی ہے ردائے رنگ و نور
گنبدِ خضریٰ کی طلعت بھی نشاط انگیز ہے[2]

ان کا پہلا مجموعہ شعر و الہام ہے (2) دوسرا احسن تقویم اور تیسرا "شاخ سدرہ" ہے۔

1۔ بہزاد لکھنوی، (نغمۂ روح) مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور، بحوالہ بالا ~~جلد 1 - شمارہ 4 اشاعت 1988 - مقام اشاعت اطہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 - نیو شالامار کالونی ملتان روڈ لاہور نمبر ۲۔۵۔۶۔۵~~ صفحہ ۲۹

2۔ عبدالکریم ثمر، مشمولہ ماہنامہ سیارہ لاہور جلد 47 ~~شمارہ 2-3 - اشاعت اکتوبر 83ء~~ 19 سہ ماہی اشاعت خاص، ~~8- اے نیلا دار پارک - لاہور~~ ص ۲۱

عبدالکریم ثمر کے ان نعتیہ مجموعوں کا تذکرہ ماہنامہ نعت لاہور اپریل 1988ء کی اشاعت میں ملتا ہے ۔ یہ ماہنامہ اردو کے صاحب کتاب نعت گو کے تذکرے پر مشتمل ہے ۔

عبدالکریم ثمر کی ایک نعت کا یہ شعر انکے پہلے مجموعۂ نعت "شعر و الہام" الہام سے لیا گیا ہے ۔

تم سید کونین ہو محبوب خدا ہو
آدم کی تمنا ہو تو عیسیٰ کی دعا ہو [1]

ان کی ایک دوسری نعت کا یہ شعر بھی غزل کے انداز کی نمائندگی کرتا ہے ۔

یثرب کی ہواؤں نے ہمیں مسرور کیا سرشار کیا
ذروں کو حریف مہر کیا قطروں کو دُرِ شہوار کیا [1]

عبدالکریم ثمر کا دوسرا نعتیہ مجموعہ احسن تقویم ہے اس میں اس رجحان کا حامل یہ شعر نظر آتا ہے ۔

تو رسول رب کریم ہے تو رباش کُل میں عزیز ہے
کوئی شاخ گلُ ہو عطا مجھے یہ بڑے وقار کی چیز ہے [2]

عبدالکریم ثمر کا تیسرا نعتیہ مجموعہ "شاخ سدرہ" ہے اس کتاب کی اشاعت بار اول ستمبر 1982ء ہوئی ہے ۔

اس مجموعے کی نعتوں کے اکثر و بیشتر اشعار پر تغزل کے اندازِ نعت گوئی کا رحجان غالب ہے ۔ اور اسکے ساتھ ہی اشعار کی تشکیل میں جذبہ و احساس کا صاف و شفاف پر تو اسقدر نمایاں ہے کہ نعت کا حق پورے اور واضح طور پر نظر آتا ہے ۔

---

1 ۔ عبدالکریم ثمر (شعر و الہام) مجموعہ ماہنامہ نعت لاہور ۔ محولہ بالا ~~جلد 1 ۔ شمارہ 4 اشاعت 1988 ۔ مقام اشاعت لاہور غزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 نیو مزار کالونی ملتان روڈ لاہور 54504~~ صفحہ 896

2 ۔ عبدالکریم ثمر ۔ احسن تقویم ۔ "" "" "" "" "" "" صفحہ 91

اس مجموعے کی نعتوں کے چند اشعار اسی انداز کو نمایاں کرتے ہیں

در سرکار دوعالم پہ ٹھکانے مانگے
علم و عرفاں و محبت کے خزانے مانگے

وہ سید کونین ہے ، محبوب خدا ہے
وہ بدر کے میداں میں بھی ~~مصروف~~ مصروف دعا ہے ؎۱

لطیف ساحل کی ایک نعت ماہنامہ سیارہ لاہور کی 19 ویں سہ ماہی اشاعت خاص میں شائع ہوئی ہے - اس نعت کے اشعار بھی تغزل کے رحجان کی نشاندہی کرتے ہیں - نعت کی تشکیل میں جدید رحجانات شامل ہیں اس ندرت اور تازہ افکار کی مثال خود اس نعت کے چند شعروں کے ذریعہ سامنے آتی ہے -

مہکی ہوئی فضا میں ہے خوشبو جناب کی
شب کی سیاہ زلف میں قدموں کی ~~جھول ہے پھول~~ دھول ہے
یوں ہے غم فراق مرے لا شعور میں
خوش ہوں ملی ہیں پھر بھی طبیعت ملول ہے ؎۲

صبا متھرادی کی ایک نعت " دربار رسالت " میں کے عنوان سے اسی ماہنامہ سیارہ لاہور کی 19 سہ ماہی اشاعت خاص میں ہوئی ہے - اس نعت کے چند شعروں سے غزل کے رنگ و آہنگ اور فکر کی جولانی اور دلفریبی کا اندازہ نمایاں ہے -

---

۱ - عبدالکریم ثمر، شاخ سدرہ، مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور، محولہ بالا ~~جلد ۱، شمارہ 4، اشاعت 1988ء، مقام اشاعت اظہور منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 - نیو شالامار کالونی ملتان روڈ لاہور 54504~~ صفحہ 90

۲ - لطیف ساحل، مشمولہ ماہنامہ سیارہ لاہور، محولہ بالا ~~جلد 47، شمارہ 343، اشاعت اکتوبر 1984ء، 19 سہ ماہی اشاعت خاص - بہ اہتمام دارالاشاعت مصطفی پاکستان لاہور~~ صفحہ 35

اسی عشق کا لحسن اور رشتہ حضور اقدس کی ذات با برکات سے پورے طور پر وابستہ نظر آتا ہے ۔

میں ذرہ ہوں ۔ تو ہے مہرِ محبت
ترے جلوں کا رستہ دیکھتا ہوں
تو بادل ہے ۔ گیاہِ خشک ہوں میں
کوئی چھینٹا ۔ کہ قدموں میں پڑا ہوں [1]

عبدالرحمٰن بزمی کی نعت سیارہ لاہور کی 19 سہہ ماہی اشاعت میں شامل ہے اس کے اشعار میں ایسے موثر الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جو اشعار کی ہیئت اور تخلیق کو اردو نعت کے جدید رحجانات کی صف میں شامل ہونے کے قابل بناتا ہے ۔ ان افکار و رحجانات کی واضح دلیل خود اس نعت کے اشعار پیش کرتے ہیں ۔ [2]

اس کی تمنّا جان محبت اس کی محبت جانِ تمنّا
غایت اولیٰ اسمِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم
سورہ کوثر اس کی ثنا ہے اُس کا ثنا خواں آپ خدا ہے
وہ ہی خدا کے بعد معظم صلی اللہ علیہ وسلم

اس نعت کے تیسرے شعر میں سورہ کوثر کو آپ کی ثناء کہنا ایک ایسا استعارہ ہے جس میں خیال و فکر کی ندرت خاص طور پر اس اعلیٰ اظہار خیال کی ترجمانی ہے جیسے کہ دور جدید کے اکثر شعراء کے یہاں قرآنی مضامین اور الفاظ کا استعمال نظر آتا ہے لیکن اس رحجان اور انداز کو بہت کم شعراء نے اختیار کیا ہے ۔ چونکہ یہ بڑا نازک مرحلہ ہے

---

1 ۔ صبا متھراوی مشمولہ ماہنامہ سیارہ لاہور جلد 47 ۔ شمارہ 314 ۔ اشاعت 1984 صفحہ 21
بہ اہتمام دارالاشاعت مصنفین پاکستان لاہور

2 ۔ عبدالرحمن بزمی مشمولہ ماہنامہ سیارہ لاہور ۔ جلد 47 ۔ شمارہ 312 ۔ اکتوبر 1984ء بہ اہتمام دارالاشاعت مصنفین پاکستان لاہور ۔ 19 سہہ ماہی اشاعت خاص ۔ صفحہ 29

27)

طفیل ہشیار پوری کی ایک تازہ نعت کی اشاعت ماہنامہ محفل لاہور جون 1989ء میں ہوئی ہے ۔ اس نعت کی تشکیل ایک سے زیادہ رحجان پر مبنی ہے ۔ مثلاً ایک یہ رحجان بہت نمایاں ہے کہ حمد کے انداز میں نعت کہی گئی ہے ۔ مزید یہ کہ اس کا انداز دعائیہ ، خطابیہ طرز نگارش کی یاد دلاتا ہے ۔ ؎

اس قدر میری محبت میں اثر ہو یارب
دل جو دھڑکے شہہ بطحا کو خبر ہو یارب
عالم خواب ہو یا عالم بیداری ہو
رو برو میرے مدینے کا نگر ہو یارب [1]

ظہیر احمد ظہیر کی ایک نعت ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر 6 میں شامل ہے ۔ اس نعت کی فنی حیثیت کا خاص پہلو یہی ہے کہ اس کا ہر شعر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز اور پُر نظر آتا ہے مثلاً اس کے اشعار میں الفاظ کا استعمال اس کا اسلوب اور اس کا لہجہ سب نعتیہ شاعری کے محاسن کے غمّاز ہیں ؎

ہر لمحہ یہ کہتا ہے مرا دل مرے آقا
ہے شہر مدینہ میری منزل مرے آقا
کب خاک مدینہ میری آنکھوں میں سجے گی
کب ہوگی حضوری مجھے حاصل مرے آقا [2]

---

1 ۔ طفیل ہشیار پوری ۔ مشمولہ ماہنامہ محفل لاہور ۔ جلد 35 ۔ شمارہ 6 ۔ جون 1989ء صفحہ 12 ~~مقام اشاعت شیخ بلڈنگ رائل پارک للهور~~

2 ۔ ظہیر احمد ظہیر ۔ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر لاہور ۔ نعت نمبر 6 ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1-2 جنوری فروری 1987 (1988) ~~مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور~~ ۔ صفحہ 278

افضال احمد انور کی اس نعت کا رنگ و آہنگ اور فنّی خصوصیات تغزل کے انداز نعت گوئی پر منحصر ہے۔ اس کے اشعار آسان اور سادہ ہیں جہانتک اس کے اشعار میں الفاظ کا تعلق ہے تیکنیکی اعتبار سے ان میں جدت اور ندرت خیال پورے طور پر واضح ہے۔ جسطرح اردو کی غزل کی نعتیہ شاعری میں بھی بعض مقامات پر تو لہجہ اور اسلوب حتٰہ کہ اظہار خیال تک میں قدیم پن صاف جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہاں کیفیت اسکے برعکس ہے تو یہ غزل کے رنگ میں نعت لیکن طرز نگارش جدید ہے چند اشعار اسی طرز کے نمائندہ نظر آتے ہیں۔

کیوں نہ رو رو کے دل و روح کو بہلاؤں میں
اپنے ہر اشک میں روضے کی جھلک پاؤں میں
میری ہر سانس میں آقا کا کرم شامل ہے
اک گھڑی ساتھ نہ ان کا ہو تو مر جاوں میں [1]

سید انوار ظہوری کے اشعار نہ صرف خطابیہ نعتیہ شاعری کے انداز کے حامل ہیں اور ان سے تغزل بھی نمایاں ہوتا ہے۔

ذہن میں آباد رہتا ہے تصور آپؐ کا
کروٹیں لیتی ہے سینے میں تمنا آپؐ کی
پھر ٹھہر نظریں کسی منظر پہ جم سکتی نہیں
دیکھ لی جب آنکھ نے تصویر زیبا آپؐ کی [2]

1۔ افضال احمد انور۔ ماہنامہ شام و سحر لاہور۔ ~~نعت نمبر 6۔ جلد 13 شمارہ 1-2۔ اشاعت جنوری فروری 1987۔ مقام اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔~~ صفحہ 279

2۔ سید انوار ظہوری۔ ماہنامہ شام و سحر لاہور۔ ~~نعت نمبر 6۔ جلد 13 شمارہ 1-2۔ اشاعت جنوری فروری 1987۔ مقام اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور~~ صفحہ 271

(29

امجد اسلام امجد کی یہ نعت " ہفت روزہ ہلال " راولپنڈی میں شائع ہوئی ہے اس نعت کے طرز نگارش میں بنیادی رنگ غزل کا مخصوص تغزل ہے - ؎

میرے احساس کے دریا میں روانی تجھ سے
اے گل جاں مرے ہونے کی نشانی تجھ سے
موسم گل بھی ترا فصل خزاں بھی تیری
میری آواز کے صحراؤں میں پانی تجھ سے [1]

محمد اجمل نیازی کی ایک نعت بھی ہفت روزہ ہلال راولپنڈی میں شائع ہوئی ہے - ان کی نعت کا رنگ تغزل طرز ادا کی سادگی اور جدت لئے ہوئے ہے - ؎

کبھی مرے ذہن کے فلک پر سوال چمکے تو میں نے دیکھا
ترے زمانے کی خاک ان کے جواب تحریر کر چکی ہے
وہ حرف جو تیرے دل پہ اترے وہ میرے دل میں بھی گونجتے ہیں
تری محبت مرے لہو میں کتاب تحریر کر چکی ہے [2]

عصر جدید کے وہ شاعر جنہوں نے مدحت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جمال فکر و فن قرار دیا ہے ان میں سے ایک عظیم بلند نام ریاض حسین چودھری کا بھی ہے - ان کی نعتیہ شاعری فقط نمود فن کی اور نمائش فکر یا شاعری برائے شاعری تک ہی محدود نظر نہیں آتی بلکہ انکی شاعری میں ایک پیمانۂ طلب ہے اس کے ذریعے حضور کی رحمت طلبی کے انداز نمایاں ہیں -

---
منقولہ

1 - امجد اسلام امجد - ہفت روزہ ہلال راولپنڈی - جلد 22 - شمارہ 33-34 اشاعت 27 نومبر 1985 - ~~ہفت روزہ ہلال - ہلال روڈ راولپنڈی~~ - صفحہ 91

2 - محمد اجمل نیازی - منقولہ ہفت روزہ ہلال راولپنڈی - محولہ بالا ~~جلد 22 - شمارہ 33-34 اشاعت نومبر 1985 - ہفت روزہ ہلال - ہلال روڈ راولپنڈی~~ - صفحہ 99

(3·

جیسا کہ " محمد اکرم رضا نے ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر6 میں اپنے مقالے ریاض حسین چودھری " جدید لہجے کا نمائندہ مدحت نگار" میں تحریر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی عقیدت عارضی یا وقتی نہیں ہے بلکہ وہ تو اسے زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہوئے اسے وقتِ اجل سرمایہ قرار اور ہنگام محشر میں ذریعہ بخشش تصور کرتے ہیں اور حضور کے عقیدت گزاروں میں شمار ہونے کیلئے ملتجی رہتے ہیں -

ریاض حسین چودھری کی نعتیہ شاعری میں آرزوں کی چمک اور تمناوں کی دمک بیک وقت نظر آتی ہے - آلام روز گار کی تمازتوں میں بھی وہ رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنایات بے کراں کی یاد خنک کو فراموش نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اپنے اور بیگانوں پر یکساں ہے - آپ ہر غمزدہ کے مونس اور ہر قلب مضمحل کی آخری ڈھارس ہیں -

ریاض حسین چودھری کی نعتیں روحانی کسک اور سوز و دروں کی غماز ہیں - اور یہی کسک ہجرو فرقت کے لمحات میں تصورات کے نہاں خانوں میں جمال محبوب کی نظارگی عطا کرتی ہے اور یہی وہ جذبہ یا کیفیت ہے جو ایک طرف ان کی نعتیہ شاعری کو غزل کے رنگ و آہنگ کی طرف لے جاتی ہے اور دوسری طرف اس میں اُمتّ اسلام کی بیچارگی کو غمِ کائنات میں سموکر پیش کرنے کا رجحان ملتا ہے چنانچہ اجتماعی آلام اور امت مسلمہ کو درپیش مصائب و مسائل کا ادراک ان کی نعتیہ شاعری کو جدید رجحان اور فکر کی اعلیٰ ترین قدروں کے عین مطابق قرار دئے جانے کے لائق ہے - حاصل مطالعہ چند نعتوں کے اشعار ہیں - ؎

سوالی

کروں گا عرض یہ پوچھیں گے جب اپنے موالی سے
لپٹ کر جان دے دوں آپ کے روضے کی جالی سے

برہنہ سر کھڑا ہوں کربلا کے عصر میں آقا
مجھے نعلین کی اترن ملے دربارِ عالی سے ؎ 1

نعلین

---

1 - ریاض حسین چودھری - ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 - ~~جلد 13 - شمارہ 1 - 2~~ محولہ بالا مشمولہ
~~اشاعت جنوری فروری 1987 - (1988) مقام اشاعت اردو بازار لاہور~~ - صفحہ 448

31

کھو جاؤں پھر تصوّر شہرِ رسول میں
محرومیوں کے کرب کی شدت کو کم کروں
سانسوں کو دے کے خوشبوئے خاکِ درِ حبیبؐ
ہر کربِ نا کو حسرتِ عدم کروں ۱

طیبہ سے آنے والے مرے قریب آنا
اس چشمِ تر میں خاکِ شہرِ نبی لگانا
دنیا کی خواہشوں سے دامن چھڑا کے اپنا
تم یادِ مصطفٰے کی شب بھر دیئے جلانا ۲

اسی باب تغزّل کے رنگ میں نعتیں لکھنے والا ایک اور معروف نام پیشِ نظر ہے - راز کاشمیری نعت کے موضوع کیلئے ایک معروف نام ہے ان کی نعتیہ شاعری سیرتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقیت کو شعری لباس دے کر پہنچانے دو عالم کے مقاصد حیات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے - انہوں نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپؐ کا کائناتی پیغام ہر دور کے لئے " سراج منیر " ہے - اس کی بین التہذیبی قدر و قیمت اور بین المللی وژن ہی اس کی اہمیت کا ضامن ہے -

انسانی تمدّن ابھرتے رہے ایک خاص وقت تک پلا شبہ چشمِ جہاں کو روشن کرتے رہے مگر اپنی محدودیت کی وجہ سے وقت کی دھول میں گم ہو گئے بظاہر اس کا سبب یہی نظر آتا ہے کہ ان تمدّنوں کی بنیاد اٹھانے والوں کی فکری بلندیاں تھیں عمل کی حرارت نہ تھی - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افکار استبداد وقت کے ساتھ ٹھٹھرتے ہوئے افسردہ سوچیں بن کر سامنے آئے -

کائناتی

۱- ریاض حسین چودھری - محولہ بالا ~~ماھنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 جلد 13 شمارہ 1-2 اشاعت جنوری فروری 1987 (1988) نظام انلمسار ربیازار لاہور- صفحہ 448~~ مضمولہ
۲- ریاض حسین چودھری - " " " " " " " " " " صفحہ 451

لیکن اس کے برعکس راز موصوف کی نعتیہ شاعری اس سیرت اطہر کی گہرائی آفاقیت اور امکانیت کے روشن پہلوؤں سے خوب واقف ہے چنانچہ سیرت کے معنوی پہلو اس شاعری میں روائتی تانے بانے سے نکل کر انسانیاتی تناظر میں نظر آتے ہیں اسی ایک سیرت کی کئی جہتیں کتاب زینت کا عنوان ہیں- اسکی وسعتیں بے کراں ہیں -

گوکہ راز کی نعتیہ شاعری کا ہمہ گیر پہلو تو سیرت مبارکہ کے بیان پر ہی منحصر ہے اور یہی ان کی نعتیہ شاعری کے جدید سے جدید تر افکارو رحجانات ہیں چونکہ عصر حاضر اور قدیم دونوں زمانوں کے لئے یہی رحجان اور یہی نعتیہ شاعری کا تصور سب سے مفید اور کارآمد نظر آیا ہے -

ان کے یہاں ہجر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اشکبار ہونے کا عمل ان کی نعتوں کے اشعار سے واضح ہوتا ہے - توکبھی غم فراق کی جلن تو کبھی ان کے یہاں نشاط آگئیں تصور - اور حضوری کی لذت سے فیضیاب ہونا بھی شامل ہے - یہی وہ رحجان ہے جس کے تحت ان کی نعتیہ شاعری بھی تغزل کے انداز سخن کی صاف اور بلند آواز معلوم ہوتی ہے - ان کی نعتوں سے ماخوذ چند اشعار جو اس انداز کے ترجمان ہیں -

تنہائیاں تھیں اور تصور حضور کا
جلوت بنی رہی مری خلوت تمام رات
طیبہ کے بام ودر رہے خوابوں میں جلوہ گر
پیش نظر رہی مرے جنت تمام رات[1]

---

1 - راز کاشمیری - مشمولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 ~~- جلد 13 - شمارہ 1 - 2 - اشاعت جنوری 1987ء - مقام اشاعت اردو بازار لاہور~~ محولہ بالا صفحہ 255

منظر طیبہ یاد آنے لگے
اشک پلکوں پہ جھلملانے لگے
ماہ طیبہ سے روشنی لے کر
ہم چراغ سخن جلانے لگے ۲

لب پہ خیر البشر کی بات رہے
روح میں روح کا ثبات رہے
دھوپ حب رسول کی پھیلے
مہکی مہکی تمام رات رہے ۳

راز کاشمیری موصوف کے بعد ایک اور نام نعتیہ شاعری کے ضمن میں قابل توجہ نظر آتا ہے - وہ ہیں قمر یزدانی - ان کی نعت جو عشق و محبت خلوص و صداقت اور عقیدت و ارادت کے والہانہ جذبوں سے عبارت ہے اور یہی وہ رحجان ہے جو ان کی نعت کے لئے تغزل کا انداز فراہم کرتا ہے-

ہم یا نبی ہیں آپ کے ۔ ہم آپ ہی کے ہیں
یہ قلب و جاں خدا کی قسم آپ ہی کے ہیں ۱

آپ کی یاد حسیں ہے باعث تسکین جاں
آپ کی الفت سے دل رہتا ہے شاداں یا رسول ۲

---

۱ - راز کاشمیری - محولہ بالا ~~ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 - جلد 13 - شمارہ 1-2 - اشاعت جنوری 1987ء - بمقام اشاعت اردو بازار لاہور~~ صفحہ 255
۲ - راز کاشمیری - " " " " " " " " " " صفحہ 256
۱ - قمر یزدانی - محولہ بالا ~~ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 - جلد 13 - شمارہ 1-3 - اشاعت جنوری 1987ء - بمقام اشاعت اردو بازار لاہور~~ صفحہ 419
۲ - قمر یزدانی - " " " " " " " " " " صفحہ 421

اس کے علاوہ تمر یزدانی کے تمام شعری منظر نامے میں عشقِ رسالت مآب کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے ایک لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہ وہ جذبہ ہے جو ہر اہل دل کے جسم میں گویا خون کی گردش کے ساتھ ساتھ گردش کناں ہے ۔ اسی جذبے کے لئے ایک مقام پر اقبال نے کہا تھا ؎

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہ مصطفٰی
دید ہے کعبہ کو تیری حج اکبر کے سوا
خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تمر کے ہاں شہرِ رسول کا ذکر بھی والہانہ انداز میں ملتا ہے اس ذکر پر ان کے کلام میں ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے اس کیفیت میں ان کے لفظ لفظ نہیں رہتے بلکہ معنٰی کا مفہوم بن جاتے ہیں اظہارِ بیان میں بے چارگی بھی ہے اور اس کا علاج بھی

ان کی نعت فن کی اعلٰی بلندیوں پر فائز ہے ۔ ان کے اشعار میں تشبیہات و استعارات کا استعمال خاص انداز سے نظر آتا ہے ۔

صنائع و بدائع کے استعمال نے ان کے کلام میں دوگونہ رنگینی پیدا کردی ہے ۔ ؎

محمدؐ شمع ایوان محبت
محمدؐ اصل ایمان محبت
محمدؐ ساقئ صہبائے وحدت
قرار تشنہ کامانِ محبت

ان کے کلام میں خوبصورت الفاظ کا حسین استعمال بھی ایک بڑی خوبی ہے ۔

صبح ازل کے آفتاب ۔ شام ابد کے ماہتاب
حسن کمال ہے ترا کون و مکاں کا انتخاب
وجہ قرار قلب و جاں ۔ رحمت کُل ترا خطاب
دونوں جہاں ہیں ترے لطف کرم سے فیضیاب

قمر یزدانی کی نعتیہ شاعری میں نئی نئی ردیفوں کا استعمال جدت پسندی اور اعلیٰ شعری ذوق کی نمائندگی کرتا ہے -

عشق جلووں کا خریدار ہے سبحان اللہ
حسن کی گرمئ بازار ہے سبحان اللہ

خاصۂ رب علی ہے کون ؟ احمد مجتبیٰ
تاجدار انبیاء ہے کون ؟ احمد مجتبیٰ

محمد مصطفیٰ نور صلیٰ نور
حبیب کبریا نور صلیٰ نور

تغزل کے انداز میں نعت گوئی کے لئے راسخ عرفانی کی نعتیہ شاعری کا ذکر بھی ضروری محسوس ہوتا ہے جیسا کہ راسخ عرفانی کے بارے میں ڈاکٹر وحید قریشی کا کہنا ہے کہ وہ اطناً غزل گو ہیں لہٰذا یہی وجہ ہے کہ نعت میں تغزل سے بہت کام لیتے ہوئے نظر آتے ہیں - تغزل سے انہوں نے نعت میں جمالی لے تو پیدا کی ہے -

لیکن تغزل کی بے جا شوخی ان کی نعتوں میں نظر نہیں آتی ادب و رتبہ شناسی ہر مقام پر واضح ہوتی ہے - فرطِ محبت کے باوجود مقام رسالت کا احترام ملحوظ رکھنا ہی اہم نکتہ ہے جو ان کی نئی مہارت کا آئینہ دار ہے - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز کو اپنی آرزوؤں کا محور سمجھنا اور عشق وادب کو ہم قدم رکھنا ان کی نعت کا طرّہ امتیاز ہے -

ان کی نعت کے چند اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں ۔

پیام عشق طا نطق دلنواز مجھے
کیا ثنائے پیمبر نے سرفراز مجھے
اسی امید پہ خوابوں میں کھویا رہتا ہوں
دکھائی دے کبھی ان کا حریم ناز مجھے [1]

خو شبوئیں آپ کی گلستاں آپ کا
جان جاں نام نکہت فشاں آپ کا [2]

اس تغزل کے انداز کے علاوہ راسخ عرفانی کی نعت میں بھی سیرت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخیت کا علمیت ۔ جامعیت اور علمیت کا پرتو کافی حد تک ملتا ہے ۔ تاریخ عالم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی اثرات اور آپ کی تعلیمات سے بیگانگی کے باعث پیدا ہونے والا روحانی تمدنی اور اخلاقی آشوب دور جدید کی نعت کا ایک اہم ترین موضوع ہے یوں نعت زندگی سے ہم آہنگ ہوکر اعلیٰ ترین معیارات ادب پر فائز ہو چلی ہے ۔ راسخ عرفانی کی نعت بھی انہی تاریخی اور عصری حوالوں سے عبارت ہے اور تغزل کی ہئیت میں بھی اعلی ذوق اور جدید رحجان کی عکاسی ان کی نعت میں موجود ہے ۔

راسخ عرفانی کے اب تک متعدد نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں ۔ ارمغان حرم ۔ ذکر خیر ۔ حدیث جاں اورنسیم شیٔ ان نعتیہ مجموعوں کا ذکر حفیظ تائب کے مضمون " راسخ عرفانی کی نعت گوئی " میں ملتا ہے یہ مضمون ماہنامہ شام وسحر کے نعت نمبر 6 میں شامل ہے ۔

---

1 ۔ راسخ عرفانی ۔ ماہنامہ شام وسحر ۔ لاہور ۔ نعت نمبر6 ۔ ~~جلد 13 ۔ شمارہ 1۔3~~ محولہ بالا ~~اشاعت جنوری 1987 ۔ مقام اشاعت اردو بازار لاہور~~ ۔ صفحہ 391 مشمول
2 ۔ راسخ عرفانی ۔ " " " " " " " " " " صفحہ 387

37)

تغزل کے انداز میں نعت گوئی کے موضوع کے ضمن میں عظیم اور معروف ترین نعت نگار شعراء کے علاوہ بھی کچھ ایسے نعت گو ہیں جن کے نعتیہ کلام میں خصوصی طور پر غزل کا انداز پایا جاتا ہے۔ مثلاً پرواز جالندھری کی نعت میں سوز اور محبت جیسے اجزا شامل اور داخل نظر آتے ہیں اس سوز میں انتہائی وابستگی اور قلبی واردات کا شعور نیاز اور خلوص کی آمیزش سے حرارت نظر آتا ہے ان کی نعت میں گداز کا وہ سلیقہ ہے جس کا تعلق اثر آفرینی سے خاص طور پر ہے ان کی نعت کا خارجی پیکر غزل کی خوبصورت اور پُر جمال ہئیت پر مبنی ہے اس کی نشاندہی ان کی نعت کے چند شعروں سے ہوتی ہے۔

سیاہ کار ہوں ہر عیب میری ذات میں ہے
مری نجات فقط ترے التفات میں ہے
میں تیری ذات سے بیگانگی کا مجرم ہوں
الم نصیب کوئی مجھ سا کائنات میں ہے [1]

تغزل کے انداز نعت گوئی کے سلسلے میں اقبال ارشد کی نعت بھی ہے۔ انکی تغزل کے رنگ میں نعت اپنے معنوی جمال کے ساتھ ساتھ عروضی سطح کی اثر انگیزی سے بھی عبارت ہے۔ ان ان کی نعتیہ شاعری محض رسمی عقیدت پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ بہت سی عرضی داشتوں پر مشتمل ہے مثلاً ان میں ذات اور کائنات کے دکھ انفرادی اور اجتماعی الم ناک صورت حال کا بیان بھی تغزل کے رحجان کے ساتھ ساتھ نظر آتا ہے۔ اس رحجان کی جھلک ان کی ایک نعت کے چند شعروں میں موجود ہے۔

---

1 - ~~اقبال ارشد~~ پرواز جالندھری، مشمولہ محولہ بالا - ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر ~~6~~ لاہور - ~~جلد 13 - شمارہ 311~~ ~~اشاعت جنوری 1987 - مقام اشاعت اردو بازار لاہور~~ - صفحہ ~~267~~ 264

کسی سے کب مری آہ و فغاں سنی جائے
حضور آپ کا در ہے جہاں سنی جائے
گداز شوق نہیں ہے صبا کے لہجے میں
میری زبان سے مری داستاں سنی جائے [1]

حسین سحر فن کے جمالیاتی رویّوں میں ماہرو مختار نظر آتے ہیں ان کی نعت میں اعتدالی رویہ اور وقار و جمال کی رعنائی صاف طور پر نظر آتی ہے -

سحر کے ہاں غزل کے پیرائے کا حسن معصوم اور فکرو خیال کی عقیدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں خاص طور پر ملتی ہے ان کی نعت کے چند اشعار جن سے غزل کے انداز کی نشاندہی ہوتی ہے -

ذرے نظر آئیں گے فزوں شمس و قمر سے
دیکھے تو کوئی خاکِ عرب میری نظر سے
اے پیکر انوار تیری ذات سے پہلے
خالی تھا زمانے کا صدف آب گہر سے [2]

ہلال جعفری وہ منفرد نعت گو شاعر ہیں جن کے شب و روز حضور سرور کائنات کی مدحت سرائی میں بسر ہوتے ہیں - ان کی نعت میں عقیدت سوز و گداز ، جذبہ و شوق اور سرمستی اظہار کے باطنی اوصاف کے علاوہ طرز ادا کا بانکپن ، بیان کی رعنائی اور الفاظ کی صنعت کاری جیسا خارجی

---

1 - اقبال ارشد - ماہنامہ شام وسحر - نعت نمبر - جلد 13 - شمارہ 1 - 2 - اشاعت جنوری 1987 - مقام اشاعت اردو بازار لاہور - صفحہ 365

2 - حسین سحر - ماہنامہ شام وسحر - نعت نمبر - جلد 13 - شمارہ 1 - 2 - اشاعت جنوری 1987 - مقام اشاعت اردو بازار لاہور - صفحہ 267

حسن موجود ہے ہلال جعفری نے نعت و منقبت اور مدحت و سلام کے علاوہ کسی اور صنف شعر کی طرف توجہ نہیں دی وہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے نعت کے مصروں کی صنعت و تنظیم میں مصروف رہتے ہیں

عشق و تکرار اور تواتر و تسلسل کے باعث انہوں نے نعت کے بیان میں وہ اسلوب اختیار کیا ہے جس کے مخصوص موضوعات اور اسٹائل کی یکسانیت کی بناء پر ہلال جعفری کا نام نعت گوئی کے فن میں معتبر حیثیت کا حامل نظر آتا ہے -

ان کی نعت ان مخصوص پہلوؤں کے علاوہ غزل کے انداز اور رحجان پر بھی مبنی ہے - ؎

اگر طیبہ نہ ہوتا دیکھنے کو
تو پھر دنیا میں کیا تھا دیکھنے کو
نہ لپکو ہر تماشا دیکھنے کو
نظر مانگو وہ جلوہ دیکھنے کو [1]

حزیں صدیقی حزیں صدیقی کی نعت متصوفانہ اور درویشانہ رویے کی حامل ہے - ان کی نعت " یا محمد ہوشیار " کی فکری اور عملی تغیر پر منحصر ہے - غزل کے پختہ کار اور کہنہ مشق شاعر ہونے کی وجہ سے حزیں صدیقی کی نعت میں ترنم اور جمالی سوز کی کشش سے ایسے لہجہ کی ترتیب نظر آتی ہے جو اسلوب سے ابلاغ تک ایک قسم کی کیفیت رندانہ کی سی سرشاری لئے ہوئے ہے - عجز و انکسار اور عقیدت و مودت ان کی نعت کے خواص ہیں - اور غزل کا انداز بھی ان کے ہاں ملتا ہے - ؎

---

1 - ہلال جعفری - ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر - جلد 13 - شمارہ 211 - اشاعت جنوری 1987 - مقام اشاعت اردو بازار لاہور - صفحہ 263

آیا تھا آفتاب قیامت جلال میں
آئینہ جمال محمدؐ دکھا دیا ۱

ابتدا آپ سے انتہا آپ سے
دونوں عالم کا ہے سلسلہ آپ سے
کاش ہوتا حزیں بھی اسی دور میں
کاش سنتا کلامِ خدا آپ سے ۲

خادم کیتھلی خادم کیتھلی کی نعتیہ شاعری اس قبیل سے متعلق ہے جس میں روایت و محبت سرمایہ اداب ٹھہرتی ہے۔ شعر میں گداز و سوز کے ساتھ ساتھ نغمگی اور ترنم کی کیفیت ان کے کلام کو حسن بخشتی ہے۔ نعت میں شاعر کا لہجہ اس صاحبِ نیاز کا سا ہے جو دربار رسالت میں مؤدب اور دست بستہ عرض نیاز لئے ہوئے ہے۔

انکے اشعار میں جمال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ جذبوں میں وفورِ شوق کا تلاطم سمندر موجزن ہے۔

لب پہ یوں مدحتِ محبوبِ خدا آتی ہے
ذرے ذرے سے صدا صلِّ علیٰ آتی ہے
منحصر ہے تری رحمت پہ مرا چارۂ غم
نہ دوا آتی ہے مجھ کو نہ دعا آتی ہے
یہ بھی ہے آپ کے فیضان نظر کا صدقہ
دل کو تہذیب نگاہوں کو حیا آتی ہے ۳

---

1 ۔ حزیں صدیقی ۔ ماہنامہ شام و سحر ۔ نعت نمبر ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1 ۔ 2 ۔ اشاعت جنوری 1987 ۔ دفتر اشاعت اردو بازار لاہور ۔ صفحہ 262

2 ۔ حزیں صدیقی " " " " " " " " " صفحہ 263

3 ۔ خادم کیتھلی ۔ ماہنامہ شام و سحر ۔ نعت نمبر ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1 ۔ 2 ۔ اشاعت جنوری 1987 ۔ دفتر اشاعت اردو بازار لاہور ۔ صفحہ 267

عزیز حاصل پوری

عزیز حاصل پوری کا نام ان چند نعت گو شعراء میں سے ایک ہے جنہیں جدید نعت گوئی کی تاریخ مرتب کرنا چاہئیں تو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ۔ عزیز حاصل پوری نعت گوئی کے لئے ایک معتبر اور معروف نام ہے ان کے چار نعتیہ مجموعے " جام نور"۔ "جمالِ نور" ۔ " صحیفۂ نور" اور " تضمین مبین" چھپ چکے ہیں ۔ ان کے یہاں غزل کا رحجان بھی ملتا ہے لیکن ان کی شاعرانہ فکر کا اصل میدان نعت رسالت پناہ ہے ان کی نعت تخلیق کا وہ پیرایہ ہے جسے سادہ ، سہل ، رواں دواں ، شائستہ اور شستہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا ۔

ان تمام عناصر نے مل کر ان کی نعتیہ شاعری میں بے ساختگی کی ذوق پرور کیفیت پیدا کردی ہے ۔ اسکے ساتھ ہی انکے یہاں جذبے کی صداقت اور فکر کے اخلاص نے نعت کو پیرائے کے اعتبار سے جمالِ احساس کی لو سے حدت بخش دی ہے ۔

ایک اور قابل ذکر چیز عزیز حاصل پوری کے یہاں یہ نظر آتی ہے کہ علم فلسفے اور منتقیانہ مباحث سے نعتیہ شاعری بوجھل نہیں ہوئی نہ کسی قسم کا ابہام یا ایمائی انداز اس میں پایا جاتا ہے ۔ بلکہ ان کے یہاں قدم قدم پر حُبِّ رسول کی سرشاری اور عقیدت نظر آتی ہے ۔

عزیز حاصل پوری موصوف کا نام برصغیر کی نعت میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے ان کی چار نعتیہ کتابوں میں بے شمار ایسے اشعار بھی موجود ہیں جنہیں شہرت عام حاصل رہی ہے ۔ چنانچہ ان کے نعتیہ کلام میں غزل کے انداز کی ترجمانی بھی بھرپور انداز میں نظر آتی ہے چونکہ ایسی نعتیہ شاعری جس کی تشکیل کا تمام تر نتیجہ عشق رسول کائینات اور احساسِ جمال کی نرم ونازک لطافتوں سے مزیّن و مسحور ہو تو نعت میں غزل کا شعور پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے ۔

مری تڑپ مرے ارماں کا واسطہ تجھ کو
پیام باد صبا لا کوئی مدینے سے
سخن میں سوز کہیں اور سے نہیں ملتا
صلی جیسے بھی یہ نعت ملی مدینے سے (جاں نور)

تو نے چاہا جسے اللہ نے چاہا اس کو
تیرا محبوب تو محبوب خدا لگتا ہے
گونجتا ہے جو تری یاد کا نغمہ دل کو
عظمت زمزمۂ صلی علی لگتا ہے (جاں نور)

طاصی کرنالی یوں تو طاصی کرنالی کے یہاں جملہ شعری اصناف نظر آتی ہیں
لیکن نعت ان کا خصوصی تخلیقی شعبہ ہے ان کا تخلیقی زمانہ ربع صدی سے
زیادہ پر محیط ہے -

ان کا پہلا مجموعہ نعت " مدحت " کے نام سے اشاعت پزیر ہوا ہے
اس مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی نعتوں میں غزل کی مقبولیت
سبک اور ملائم ہئیت کو اختیار کیا گیا ہے -

طاصی کی نعتیہ شاعری میں صاف ستھرا شعری آہنگ اور عصری
احساس کی تازت پورے طور پر نمایاں ہے -

ان کی نعت میں جذبے کی شدّت اور فن کی مہارت بھی ہے معرفت
موضوع اور تخلیقی توانائی ان کی نعت کے عناصر ہیں -

---

۱ - عزیز حاصل پوری - ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر6 - جلد 13 - شمارہ 1-2
اشاعت جنوری 1987 - مقام اشاعت 14 - اردو بازار لاہور - صفحہ 261

ان کی نعتیں محض رسمی عقیدت پر مبنی نہیں ہیں ان میں مقامِ رسالت پیش نظر ہے اور جذبۂ عشق بھی کارفرما ہے -

موجودہ نعتیہ شاعری میں عاصی کرنالی ایک اہم حوالہ ہیں - ان کے نعتیہ مجموعے " مدحت ﷺ " کی چند نعتوں کے اشعار تغزل کے رنگ میں حوالے کے طور پر پیش نظر ہیں - سے

میں نے لیا ہے نام رسالت مآب کا
جذبوں میں میرے پھول کھِلا ہے گلاب کا [1]

عاصی ہوں گزر جاؤں ذرا ان کی نظر سے
پھر دیکھنا یہ عیب بدلتا ہے ہنر سے
ہٹتی ہی نہیں میری نگاہیں ترے در سے
میں آج شرف یاب ہوں معراجِ نظر سے [2]

عبدالشکور روشن اجمیری کی نعت بھی غزل کے انداز پر مبنی ہے خاص طور پر نعت کے جدید رحجان کی ان کے ہاں کمی محسوس ہوتی ہے بعض شعراء کی نعتیں پورے طور پر اپنی تشکیل و ~~تصور~~ تعمیر کے لحاظ سے خواہ ان میں الفاظ کا استعمال ہو یا تشبیہات اور اشارات یا مفاہیم و معنی کا علی و اعلیٰ درجے کا رحجان یہ سب مل کر شاعری یعنی نعت کے علمی و ادبی تشخص کو اجاگر کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں - روشن صاحب کے کے ہاں خالصتاً وہی قدیم روش اور مزاج ان کی نعت کا احاطہ کئے ہوئے ہے جس میں شاعر کی اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کی ہر ہر انداز میں نمایاں حیثیت نظر آتی ہے کہ انکی تکمیل و تسکین ہو سکے اسی ~~مجبوری~~ مجبوری اور تڑپ کو شاعری کے انداز میں سمویا اور بیان کیا گیا ہے -

---

1 - عاصی کرنالی - محولہ بالا ~~ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر - جلد 13 - شمارہ 1-2-1 اشاعت جنوری 1987 - مقام اشاعت 14 - اردو بازار للاہور -~~ صفحہ 262

2- عاصی کرنالی - " " " " " " " " " " " " صفحہ 222

زیر نظر جائزے میں غزل کے رحجان کو پیش کرنا مقصود ہے چناچہ ان کے نعتیہ اشعار کی وہی مثالیں قابل غور ہیں ہیں جن میں مزکورہ رحجان نظر آتا ہے۔ مثلا یہ کہ

میری زینت کا سہارا ترا نام پیارا پیارا
کہ بجز تیری محبت مجھے کچھ نہیں گوارہ
تیری شفقتوں نے آقا مجھے دے دیا سہارا
ترے لطف بے بدل نے مری زینت کو سنوارا [1]

یونہی خواب میں میرے آئے مدینہ
خدا مجھ کو جب تک دکھائے مدینہ
کبھی سامنے سے نہ جائے مدینہ
رگِ جاں میں میری سمائے مدینہ [2]

خادمی اجمیری کی کتاب " نکہت و نور " کے نام سے نومبر 1985ھ میں شائع ہوئی ہے ان کی یہ کتاب مکمل نعتیہ مجموعہ نہیں ہے۔ اس کا نصف حصہ نعتیہ شاعری پر مبنی ہے اور باقی ماندہ حصہ میں منقبت وغیرہ ہیں۔

ان کی نعتیہ شاعری میں جہاں کئی پہلو نظر آتے ہیں ان میں ایک پہلو تغزل کے انداز کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

ان کی نعتوں کے اشعار فنی لحاظ سے دلکش فصیح و بامعنیٰ ہیں ان میں محبت و عقیدت کے جذبات اور اضطراری کیفیت خاصی نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ ان کی چند نعتوں کے اشعار قابل توجہ ہیں۔

1۔ عبدالشکور روشؔ۔ فیضان نظر۔ اشاعت اول 1984۔ مشہور آفسٹ پریس کراچی۔ صفحہ 94

2۔ عبدالشکور روشؔ۔ " " " " " " " " صفحہ 85

دل میں یاد نبی جلوہ گر ہو گئی
زندگی خوب سے خوب تر ہو گئی
جب دیار نبیؐ کا خیال آ گیا
دل دھڑکنے لگا آنکھ تر ہو گئی [1]

روشن روشن سینہ ہستی دیدہ بینا جگمگ جگمگ
یاد رسول پاک کے صدقے دل کا نگینا جگمگ جگمگ
شاہ دنیٰ کے نقش قدم سے عرش کا سینا جگمگ جگمگ
فرش زمیں ہے ۔ نور کا دریا ۔ گنبد مینا جگمگ جگمگ [2]

اس قسم کی نعتوں کا مقصد خاص طور پر عقیدت اور روایت کے انداز کو سرفہرست رکھنا ہی اس فن کی مزاج ہے چونکہ اردو نعت کے جدید رحجان کی نشاندہی کا تصور پایا جانا ممکن نہیں

اس نوعیت کی نعتیں عارف عبدالمتین کی طرح اشعار میں نئے نئے الفاظ کا استعمال ۔ خیال کی تازگی اور ندرتِ احساس کی کم مائیگی قدم قدم پر نظر آتی ہے اس تشنگی کا ازالہ اردو نعت کے جدید رحجانات سے ہی ہو سکتا ہے ۔

ان نعتوں میں بھی تغزل کی چاشنی موجود ہے ۔

عصر حاضر کی نعتیہ غزلوں میں اکثر و بیشتر شعراء نے تو نعت کے جدید رحجانات اور تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان میں سے بعض کے پیش نظر یہ رحجان یا تو ہے ہی نہیں یا مختصراً یہ کہا جائے تو صحیح ہوگا کہ نعتیہ غزلوں میں کہیں کہیں تو جدید آہنگ اور مزاج نظر آتا ہے

---

1 ۔ خادمی اجمیری ۔ نکہت و نور ۔ اشاعت 1985 ۔ مطبع نیو گرین پرنٹرس حیدرآباد ۔ صدر ۔ صفحہ 68

2 ۔ خادمی اجمیری ۔ " " " " " " " " صفحہ 69

اور کسی مقام پر یہ بالکل غائب ہے اور پورے طور پر نعتیہ غزل کی شاعری کو قدیم طرز نگارش اور فکر سے عبارت سمجھا گیا ہے -

کچھ ایسا ہی حال خادمی اجمیری کی نعتوں کا بھی ہے -

ضامن حسینی کی کتاب " ضامن حقیقت " کے نام سے نومبر 1986ء میں شائع ہوئی ہے - ان کی یہ کتاب مکمل مجموعۂ نعت نہیں ہے - نعت اور منقبت اس میں شامل ہیں -

اس کتاب کی نعتوں میں غزل کی ہئیت اور رنگ سخن موجود ہے

ایک سیل نور رقصاں ہے میرے دل کے قریب
آگیا کیا کارواں شوق ، منزل کے قریب
عظمت کونین قرباں ان کے جذب شوق پر
مثل پروانہ رہے جو شمع محفل کے قریب [1]

دل بے تاب جو مسرور نظر آتا ہے
یادِ سرکار سے معمور نظر آتا ہے
آپ کے روئے حسیں کا کہیں پرتو تو نہیں
وہ اجالا جو سرِ طور نظر آتا ہے [2]

ضامن حسینی کی نعتیہ غزلوں میں ایسے امکانات اور لوازم نظر آتے ہیں جن میں ایک طرف عصری آگہی اور جدید رحجان کی پیش رفت ان کا مقصد ہے - اور دوسری طرف اس کا طرز تحریر ہے - طرزِ تحریر کے تحت ان کا تجزیہ اس طور پر کیا جائے تو حق بجانب ہے - مثلاً اشعار کی تشکیل میں قافیئے اور ردیفوں کا متنوّع استعمال خاص طور پر توجہ مبذول کئے جانے کے لائق ہے -

---

1 - ضامن حسینی - ضامن حقیقت - اشاعت نومبر 1986ء مطبع نیو گرین پرنٹرز صدر حیدرآباد - صفحہ 64

2 - ضامن حسینی - " " " " " " " " صفحہ 87

الفاظ کے برتنے میں بھی علمیت اور فنی مہارت اور کہنہ مشق کا امتزاج نظر آتا ہے ۔ مثلاً ہے

ہر سو ہیں بہاریں کارفرما ہفت کشور میں
یہ کون آیا فضائے گلستان ابن آزر میں

بدر ساگری کی کتاب " القلم " کے نام سے شائع ہوئی ہے اس کتاب پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے ۔ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب کے دیباچے میں 3 ربیع الآخر 1405ھ لکھی ہوئی نظر آتی ہے تاہم اس کے کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ دیباچہ تحریر کرنے کی تاریخ ہے یا اس کتاب کی اشاعت کی ۔ بہرحال ایک مغالطے کی صورت تاریخ میں موجود ہے ۔

اب جہاں تک بدر ساگری کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے تو ان کے یہاں بھی نعت میں غزل کا انداز ملتا ہے ۔ ان کی نعتیں اظہار خیال کے لحاظ سے عجز و انکساری اور شوق بے پایاں کا پر تاثیر انداز لئے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان میں یہ جذبۂ و احساس بھی کارفرما ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تمام دنیا و انسانیت کیلئے رُشد و ہدایت کا واحد ذریعہ ہے ۔ ان کی نعتیہ غزلوں کے چند اشعار میں ایسے رحجانات پائے جاتے ہیں ہے

مجھے کیف حسن حضور ہے مجھے بندگی کا سرور ہے
کہ تصور رخ مصطفےٰ مری زندگی کا شعور ہے [1]

دیا عشق نبیؐ کا گر ہمارے دل میں جل جائے
ہماری زندگی بھی نور کے سانچے میں ڈھل جائے [2]

1۔ محمد بدر ساگری ۔ القلم ۔ تاریخ اشاعت ندارد ۔ مطبوعہ الائنٹز پریس حیدرآباد صفحہ 47

2۔ محمد بدر ساگری ۔ " " " " " " " " " صفحہ 55

دل کو بنا کے آئینہ بزم تجلیات کا
چہرہ دکھا گیا کوئی مجھکو مِری حیات کا (۱)

بدر شاکری کی نعتیہ غزلوں میں ایک خوبی یہ نظر آتی ہے کہ ان میں ایک خلوص ہے اور انکے جذبوں کی سچائی اور محبت کی ہلکی ہلکی مہک ان کے اشعار کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

سید ارتضا عزمی کی کتاب " چہرہ نما " کے نام سے 1988ء میں شائع ہوئی ہے " چہرہ نما " ایسی کتاب ہے جو مکمل نعتیہ مجموعہ نہیں ہے اس کتاب کے آغاز میں صرف چند نعتیں اور چند حمدیہ نگارشات نظر آتی ہیں اس کے علاوہ تمام کتاب غزلوں اور گیتوں پر مشتمل ہے۔

غزل کے انداز پر مبنی ایک نعت کے چند شعر دل کے تقاضے اخلاص و نیاز مندی سے بھر پور بھی ہیں اور احترام و عقیدت بھی ساتھ ساتھ ہے جو ادب و احتیاط کا مظہر ہے۔ لیکن ان شعروں میں عشق و وارفتگی کی متاع بھی نظر آتی ہے۔

میرے آقا مری مٹی بھی سوارت ہو جائے
آپ تو خاک کو اکسیر بنا دیتے ہیں
آج آئی ہے کہاں سے کہ صبا کے جھونکے
پھر مرے شوق کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں (۲)

غزل کے انداز میں نعت کے لئے صحیح معنوں میں جس جذبہ شوق اور جس والہانہ احساس اور خیال کی ضرورت ہے وہ ان شعروں میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔

۱۔ محمد بدر شاکری ۔ القلم ۔ تاریخ اشاعت ندارد ۔ مطبع الائیڈ پریس حیدرآباد صفحہ 70

۲۔ ارتضا عزمی ۔ چہرہ نما ۔ اشاعت 1988 ۔ مطبع احمد برادرس ناظم آباد کراچی صفحہ 43

اعجاز رحمانی کی نعتوں کا تذکرہ اس باب میں اس سے قبل بھی کیا جا چکا ہے لیکن اس باب کے مرتب کرنے کے دوران ہی میں ان کا نعتیہ مجموعہ " پہلی کرن آخری روشنی " دستیاب ہو گیا - لہذا غزل کے رنگ میں نعتیں کے جائزے میں جو دقّت اور تشنگی اور کمی درپیش تھی یہ کتاب اس کا ہی ازالہ ہے -

اعجاز رحمانی کا یہ مجموعۂ نعت " پہلی کرن آخری روشنی " کے نام سے نومبر 1982ھ میں اشاعت پزیر ہوا -

اس نعتیہ مجموعے سے قبل ان کا ایک اور نعتیہ مجموعہ" اعجاز مصطفٰے" کے نام سے بھی شائع ہو چکا ہے - ماسوا چند قطعات کے اسکی تمام تر نعتوں میں غزل کی ہئیت کو اختیار کیا گیا ہے غزل کے فارم کے انتخاب کے باوجود کئی نعتوں کا انداز ان میں تسلسل کی تکنیک کی نمایاں حیثیت رکھتا ہے -

کب بسلاتے ہیں شاہ امّم دیکھئے
کب مدینے کو جاتے ہیں ہم دیکھئے [1]

یہ کس کا در ہے یہ کس کی گلی ہے
یہاں تو روشنی ہی روشنی ہے [2]

ابتدا سے چلتے چلتے انتہا تک آ گئے
رہبری میں مصطفٰی کی ہم خدا تک آ گئے [3]

---

1 - اعجاز رحمانی - پہلی کرن آخری روشنی - مطبوعہ عالمگیر پبلیکیشنز - ناظم آباد کراچی اشاعت 1982 - صفحہ 110

2 - اعجاز رحمانی - " " " " " " " " " صفحہ 98

3 - اعجاز رحمانی - " " " " " " " " " صفحہ 108

اعجاز رحمانی کی نعتیہ شاعری میں غزل کی روایت کا شعور فطری تقاضوں کی نشاندہی کرتا ہے ان کی بعض نعتوں کے اشعار میں اردو غزل کے معروف شعروں کا رنگ صاف طور پر جھلکتا ہوا نظر آتا ہے لیکن ان اشعار کی نشاندہی کی ضرورت اس مقام پر محسوس نہیں ہوتی -

تاہم ان کے یہاں غزل کی کئی اور علامتیں نظر آتی ہیں جن میں روائتی تصّور بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نئے رحجان اور عظمت پر منحصر ہے -

مثلا - پھولوں کا تبسم ، زخم ، چاک گریبانی گو کہ عام طور پر یہ روائتی تصّور اور رحجان ہے - لیکن اس مقام پر یہ شعر ایک نئے تصّور اور جدید فکری رحجان لیکر ابھرا ہے - ؎

حضور آئیں تو سب زخم مندمل ہو جائیں
یہ پھول کب سے تبسم کا بار اٹھائے ہیں ؎

جدید انداز اور رحجان کی نمائندہ فکر کی ایک اور جھلک ان کے چند اشعار میں نمایاں طور پر قابل توجہ ہے ؎

اس وقت بھی ہونٹوں پہ محمد کی ثناء ہو
جب زیر قدم چاند ستاروں کی ردا ہو

اس کے علاوہ پہلی کرن آخری روشنی کی نعتوں میں لسانی تجربے بھی نظر آتے ہیں اور بے قرار روح کی تڑپ اور بے چینی کا عکس بھی ایک طرف دامان دیار رسول کی خوشبو ہر غم سے فروغ کی ضمانت ہے اور دوسری طرف عہد حاضر کی زندگی کے تضادات اور آج کے انسان کا المیہ اس مثالی انداز انسان کے کردار و حیات سے رجوع کی دعوت ہے شاعر کی یہ آرزو مندی اپنے عہد کو تعلیمات محمدی کے قالب میں ڈھلا ہوا دیکھنے کی حتی الوسع خواہش کا پیش خیمہ ہے -

---

۲ - اعجاز رحمانی - پہلی کرن آخری روشنی - مطبوعہ عالمگیر پبلیکیشنز ناظم آباد کراچی اشاعت 1982 - صفحہ 52 ؎

اس دور استداد اور آزمائش کے کٹھن مرحلوں میں ایک طرف معرکۂ حق و باطل ہے اور دوسری طرف معرکۂ روح وبدن جاری ہے اس معرکہ نے تمام فضا کو مایوسی اور ناکامی کی ایک ایسی لے سے آشنا کر دیا ہے کہ انسان یہ کہنے پر مجبور ہے قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں

انسانیت کا معیار اور پیمانہ فتح و شکست کی بے جان کسوٹی پر پرکھنے کے رویّے میں مضمر ہے انسانی عظمت خواہ اجتماعی ہو یا انفرادی اس کی جانب توجہ مرکوز کرنے کی فکر بھی خام نظر آتی ہے - چنانچہ ماحول کے اس المیہ نے آج کی اردو شاعری کو ہی نہیں عصرِ حاضر کی نعت کو جو جدید رحجان پر اپنی ساخت کے مدارج طے کر رہی ہے حد درجے متاثر کیا ہے - چنا چہ اردو نعت کے " جدید رحجانات " کے تقاضے کے عین مطابق یہی فکر اور یہی انداز اعجاز رحمانی کی نعت کا مکمل طور پر احاطہ کئے ہوئے ہے جبکہ اردو کے دوسرے نعت گو شعراء کے کلام میں یہ ارتقاء نظر نہیں آتا -

عبدالعزیز خالد کے علاوہ ان کی نعت میں قدم قدم پر ان کے فکر کے عروج کی جھلک بدرجہ اتم نظر آتی ہے -

ان کی نعتیہ شاعری سب سے الگ اور سب سے جدا نقوش او ضابطوں پر کاربند ہے -

ابو الامتیاز ع . س مسلم کی نعتیہ شاعری بھی تغزل کی ہیئت میں نعتیں نظر آتی ہیں - اور تڑپ جو شاعر کی دلی کیفیت کی ترجمانی کرتی ہے گویا یہ ایسا تانا بانا ہے جس کا دارو مدار عشق سرور کائنات کا دوسرا نام ہے -

اب ہجر کی راتیں مجھے دیتی نہیں جینے
پہنچوں میں کسی طور سے اب اڑ کے مدینے (1)

------

1 - ابو الامتیاز ع - س مسلم - حمد و نعت - مطبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت نومبر 1984 - صفحہ 191

52

وابستہ تیرے نام سے ہے ساز زندگی
ہر اک نفس میں تیرا ہی نغمہ سنائی دے [۱]

اے موجۂ جاں پرور اے لالۂ صحرائی
اے نور شب ظلمت ، اے پیکر دانائی [۲]

ان کی نعتوں میں والہانہ پن ہے اظہار عشق ضرور ہے لیکن اس میں گہری اثر آفرینی بھی ہے اس اظہار عشق کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی سے اشعار کی تشکیل میں کام لیا گیا ہے اس کی وجہ سے ایک نیا پن اور شگفتگی ان کے اشعار میں پیدا ہوگئی ہے -

غزل کے انداز میں بھی نعتوں کی تشکیل میں ہندی زبان کا رنگ ہے لیکن ان نعتوں کے اشعار میں عربی الفاظ کے مسلسل استعمال سے شاعری میں ایک نیا لسانی مزاج ابھر کر سامنے آیا ہے - گویا یہ نغمۂ ہندی ہے مگر اس کی لے حجازی ہے - اس انداز کی مثال کے چند اشعار ہیں

آؤ سکھیو پریم کہانی کانوں کان سناؤں
پی گھر من کو کیسے بھایا پوری بات سناؤں
اُن کی بات کروں تو مسلم سپنوں میں کھو جاؤں
بس میں ہو تو اس نگری سے کبھی نہ واپس آؤں [۳]

۱- ابوالامتیاز ع - س مسلم - حمد و نعت - مطبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت نومبر 1984 - صفحہ 194
۲- ~~ابوالامتیاز ع س مسلم -~~ ایضاً " " " " " " صفحہ 206
۳- ~~ابوالامتیاز ع س مسلم -~~ ایضاً " " " " " " صفحہ 67

53

مسلم کی نعت نگاری پر فیضان رسول کی روشنی کا پرتو جھلکتا ہے ایک نعتیہ غزل میں صحرا کا " پھول " کی ردیف جیسے تختہ گل بنتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ۔

روضہ جنت میں تاباں ہے وہ اک صحرا کا پھول
سینکڑوں گلشن بداماں ہے وہ اک صحرا کا پھول [1]

اس کیفیت میں رباع ، یوم استفتاح ، استصباح جیسے الفاظ اور تراکیب اشارات اور کنائے اس مجموعے کی بعض نعتوں میں نظر آتے ہیں جو ہماری زبان کے لئے تو غریب ہیں لیکن یہ ان نعتوں کے لئے حسین پیرائہ اظہار کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ تا ہم قرآن شریف کے ان اشارات کو غرابت کے دائرے میں تو ہر گز شامل نہیں کیا جا سکتا لیکن ان سے آگاہی بھی ہم پر لازم ہے ۔

اسم " محمد " گویا سرمایہ عشاق ہے عصر حاضر کے دوسرے نعت نگار شعراء کی طرح مسلم نے بھی اس ردیف کو کئی نعتوں میں استعمال کیا ہے اظہار بیان میں اس لفظ کا استعمال گویا ایمان کے اظہار کا استعارا ہے مثلاً

مرے رنج و غم کی دوا ہیں محمدؐ
اندھیرے دلوں کی جلا ہیں محمدؐ [2]

شمع بزم جہاں ہے محمدؐ
نور کون و مکاں ہے محمدؐ [3]

---

1 ۔ ابوالامتیاز ع ۔ س مسلم ۔ حمد و نعت ۔ مطبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت 1984 ۔ صفحہ 37

2 ۔ ~~ابوالامتیاز ع ۔ س مسلم ۔~~ ایضاً " " " " " " " صفحہ 153

3 ۔ ~~ابوالامتیاز ع ۔ س مسلم ۔~~ ایضاً " " " " " " " صفحہ 155

۴

ہادی مہرباں ہے محمد
رہبر رہبراں ہے محمدؐ [1]

ہے تجھی پہ اختتام نعت رب کریم
تو ہی منزل ہے ابد کی یوم استفتاح سے [2]

سیرت مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تاریخیت ، جامعیت اور علمیت کا اثر نعت کی ہر ہئیت اور ہر رحجان پر عہد حاضر میں غایت درجے پر نظر آتا ہے بالخصوص دور جدید کی جدید رحجان کی نعتیہ شاعری اسی فکرو خیال اور جذبے کی ہم نفس باز گشت ہے ۔

تاریخ عالم پر حضور اکرم صلی اللہ و علیہ وسلم کے ابدی اثرات اور آپ کی تعلیمات سے بیگانگی کے باعث پیدا ہونے والا روحانی اور تمدنی اور اخلاقی آشوب اس نعت کا اہم ترین موضوع اور طرز ہے ۔ یہی انداز و رنگ غزل میں جس کا سردست تزکرہ کیا جا رہا ہے اس کی ترجمانی احسان دانش مرحوم کی ایک نعت کے چند شعروں سے نمایاں ہے ۔ [3]

اصول محبت ہے پیغام جس کا
وہ محبوب پرور دگار آگیا ہے
اب انسان کو انسان کا عرفان ہوگا
یقیں ہو گیا اعتبار آگیا ہے [4]

------

1 ۔ ابوالامتیاز ع ۔ س مسلم ۔ حمد و نعت ۔ مطبع مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت 1984 ۔ صفحہ 157

2 ۔ ~~ابوالامتیاز ع س مسلم~~ ایضاً ۔ " " " " " " " " صفحہ 142

3 ۔ احسان دانش ~~۔~~ مشمولہ خیر البشر کے حضور میں ۔ ~~مطبع نقوش پریس لاہور جنوری 1975~~ محولہ بالا صفحہ 149
~~مرتب ممتاز حسین~~

55

اسی احساس کی فکری عکاسی محسن احسان کی ایک نعت کے چند شعروں میں غزل کے انداز میں ملتی ہے۔ ~~ے~~

سرورِ کون مکاں ہم پہ نظر کب ہوگی
تیرہ بختی کی سیہ شب کی سحر کب ہوگی
کب ہمارے دلِ مضطر کو سکوں آئے گا
دور اپنی خلش قلب و جگر کب ہوگی (1)

اسی انداز فکر کی ترجمانی سراج الدین ظفر کی نعتیہ کلام میں بھی ملتی ہے ۔ آپ کے نزدیک ہر قلب تیرہ آپ کے انداز سیرت سے پرنور ہے ہر صدی آپ کی عظمت کی ~~عظمت کی~~ آئینہ دار اور ہر عہد آپ کی رحمت سامانیوں کا اظہار ہے گویا ہر ملک میں ہر زبان میں ہر دور میں ہر لمحہ ہر لحظ ہر ساعت اس حقیقت ازلی کا اظہار ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا ۔ اس کی کوئی ہیئت ہو یا کوئی رنگ ۔ ے

شعلۂ جاں میں چمکتا ہے کیمیا کی طرح
کدۂ شراب [illegible] عشقِ مصطفیٰ کی لہر (2)
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچۂ ادراک
وہ جس کا نام [illegible]

شہزاد احمد اردو کے ایک معروف شاعر ہیں ان کے چند اشعار بلا تبصرہ لائق تحسین ہیں ۔

---

1 ۔ محسن احسان ~~۔~~ مشمولہ خیر البشر کے حضور میں ۔ محولہ بالا ~~مطبع نقوش پریس لاہور جنوری~~ ~~1975ء~~ ۔ ~~مرتب ممتاز حسن~~ صفحہ 249

2 ۔ سراج الدین ظفر ۔ مشمولہ خیر البشر کے حضور میں ۔ محولہ بالا ~~مطبع نقوش پریس لاہور~~ ~~اشاعت 1975ء~~ ۔ صفحہ 221

آنکھوں میں نور دل میں بصیرت ہے آپؐ سے
میں خود تو کچھ نہیں ، مری قیمت ہے آپؐ سے
ہے آپؐ ہی کے دم سے یہ ایمان کی زمیں
اور دین کی یہ چھت بھی سلامت ہے آپؐ سے ۱۸

مولانا حسرت موہانی کے نعتیہ کلام میں علم و آگہی کے ساتھ ساتھ فکر و نظر کی طہارت بھی ہے اور گرمئی عشق بھی انہوں نے نعت ایک خاص شیفتگی اور دلبستگی کے ساتھ لکھی ہے ۔

مولانا حسرت موہانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ایمان کی ضیاء اور آپؐ کی ذات گرامی کو لفظ و بیاں کا نور سمجھتے ہیں ۔ جیسے کہ ان کے نعتیہ اشعار سے ظاہر ہے ۔

پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں
پھر پیش نظر ہوگئیں جنت کی فضائیں ۱۹

اے قافلے والو کہیں وہ گنبد خضرا
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں

تھا شب کو جو میں حاضر دربار محمدؐ
چھوڑا ہے اثر دل پہ عجب اسکی فضا نے ۲۰

------

۱۸ ۔ شہزاد احمد ۔ [مشمولہ] خیرالبشر کے حضور میں ۔ مطبع نقوش پریس لاہور [محولہ بالا]
مرتب ممتاز حسین اشاعت 1975 ۔ صفحہ ۲۲۲

۱۹ ۔ مولانا حسرت موہانی ۔ [مشمولہ] خیرالبشر کے حضور میں ۔ مطبع نقوش پریس لاہور [محولہ بالا]
مرتب ممتاز حسین اشاعت 1975 ۔ صفحہ 132

۲۰ ۔ مولانا حسرت موہانی ۔ " " " " " " " صفحہ 133

157

عبدالعزیز خالد کے ~~بقیہ~~ لیقیہ اشعار میں ایک یہ رجحان بھی کارفرما ہے جس کے تحت امت مسلمہ کیلئے ایک واضح تلقین ملتی ہے کہ آپ سرور کائنات کی زندگی پورے طور پر صبر و قناعت ، انکساری ، عجز و غمگساری ، تواضع ایثار و شفقت ، مہر و وفا ، دلنوازی و دلسوزی کا روشن منارہ ہے چنانچہ تمام انسانیت اس سے جسقدر بھی چاہے بصیرت حاصل کر سکتی ہے اور اپنی حیات کے جسقدر بھی شعبے اور مدارج ہیں ان کو مثالی انداز میں تعمیری رنگ دے سکتی ہے - ان کی ایک نعت کے چند شعر حاصل مطالعہ ہیں - ے

تو فقر و قناعت کا روشن منارہ
محمد ہے احمد ہے تو مصطفے ہے
تو دلجوئی و غمگساری کا پیکر
تو خیرالبشر اشرف الانبیاء ہے
تری زندگی انکسار و تواضع
تو ایثار و شفقت ہے مہرو وفا ہے
طبیعت میں دلسوزی و دلنوازی
تو دلگیر کے دردِ دل کی دوا ہے ¹

عصر قدیم میں جس طرح فارسی شعراء نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں عرض گزار ہوتے ہوئے کہا تھا کہ اٹھئے اور ملاحظہ فرمائیے کہ مشرق و مغرب دونوں زوال و خرابی کے اتھاہ گڑھے میں جا گرے ہیں جیسے کہ حاجی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرتے ہیں کہ اے حضور آئیے اور اہل شہر و مسجد کو سیدھی راہ پر لگائیے - ممتاز غزل گو شاعر جگر مراد آبادی نے بھی اپنا نعتیہ شہر آشوب فارسی میں لکھا ہے - مشرق و مغرب کی اس خرابی رشتہ زندگی کا ذکر ان کے ہاں اردو میں بھی بخوبی نظر آتا ہے -

---

1 - عبدالعزیز خالد - مشمولہ خیرالبشر کے حضور میں - ~~مطبع نقوش پریس - اشاعت 1975~~ محولہ بالا صفحہ 142
مرتب ممتاز حسین

جہاں تک جگر مراد آبادی کی نعتیہ شاعری کی روایت کے تقاضوں کا تعلق ہے تو اس میں زبان کی حلاوت اور عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی واضح کیفیت پورے طور پر ملتی ہے - ع

اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ
اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت
دیکھوں میں در دولت سلطان مدینہ [1] ع

خاطر غزنوی کی نعتیہ شاعری تغزل کے رنگ و رحجان سے مکمل طور پر مزین ہے -

آپ سرور کائینات کی ذات مبارک ازل سے لیکر ابد تک انسانیت کی راہ میں اجالوں کا سبب ہے اور رہے گی اور اسی ایک خوشبو سے انسانی ذہن و دماغ معطر ہیں سب رفعتیں اسی ایک تاثیر کی مرہون ہیں اور بس - یہ والہانہ انداز محبت - خاطر غزنوی کی نعتوں میں پایا جاتا ہے - ع

اک فیض ازل سے ہے رواں کون و مکاں میں
اس نور کے پیکر کے اجالے ہیں جہاں میں [2] ع

اک لحظہ کو معراج کی شب گزرے ادھر سے
اب تک ہے مگر رنگ و ضیاء کہکشاں میں [3] ع

---

1 - جگر مراد آبادی - مشمولہ / خیر البشر کے حضور میں - ~~مطبع نقوش پریس للهور~~ محولہ بالا ~~مرتب ممتاز حسن بار اول 1975ء~~ - صفحہ 115

2 - خاطر غزنوی - مشمولہ / خیر البشر کے حضور میں - ~~مطبع نقوش پریس للهور~~ محولہ بالا ~~مرتب ممتاز حسن اشاعت 1975ء~~ - صفحہ 140

سایہ بھی اسے چھولے تو ہو جائے فروزاں
وہ شکل کہ انوار کے سانچے میں ڈھلی ہے
وہ خاک مری آنکھ کا سرمہ وہ فضا نور
اس نور رسالت کی تجلی ازلی ہے ٣

دوسرا نمایاں پہلو ان کی نعتوں کی فنی تشکیل ہے - ان کے اشعار میں فکر کی گہرائی بھی ہے اور غزل کی نزاکت و خوبصورتی بھی ایک خوش الہان سحر انگیزی ایک قسم کی شدتِ احساس کی لیے ان کے فنی اسلوب کی ترجمان ہے -

ایسے رحجانات اور خیالات جن میں ندرت اور تشکیل کی جدت ہم قدم اور ہم پلہ نظر آتی ہو ان کی نعتیہ شاعری کا حصہ ہے -

حفیظ ہوشیار پوری کا مقام جسطرح کہ عام شاعری میں منفرد اور ممتاز ہے اور خاص طور پر غزل میں ان کا اپنا ایک جدا انداز ہے چناچہ تغزل کے رنگ میں نعت میں بھی ان کا انداز ایک خاص نوعیت کا حامل ہے ایک طرف ا ن کی نعت سے اٹوٹ محبت ظاہر ہوتی ہے دوسری طرف ان کے غزل کے رحجان کی نعت میں اس قسم کے خیالات ملتے ہیں کہ جو کچھ حضور اقدس سے قبل ہورہا تھا مثلا ملت اسلامیہ چاروں طرف سے ہونے والے فکری سیاسی سماجی اور تہذیبی حملوں سے دوچار تھی یہی حال وہ ہے جو آج بھی ہو رہا ہے ایک اور وضاحت بھی ان شعروں ہی سے ہوتی ہے کہ موجودہ دور کی سامراجیت ہی مسلمانوں کے موجودہ زوال کی ذمہ دار ہے -

شاعر اس ضمن میں خیال کافی فکر انگیز ہے کہ اس دور کی زندگی کا یہ عجیب رخ ہے کہ یہاں نہ تہذیب کی قدریں پامال ہونے کا کوئی غم ہے اور نہ کوئی مسلمان ہونے کی ذمہ داری کا احساس -

----

3- خاطر غزنوی - مشمولہ / محولہ بالا خیر البشر کے حضور میں - ~~مطبع نقوش پریس لاہور~~ ~~اشاعت 1975ء~~ - صفحہ 141 ~~مرتبہ ممتاز حسن~~

لیکن آپ کی رہنمائی اور آپ کی آمد سے دنیا کی ہی تھی کی کایا پلٹ گئی -

تمام انسانیت تدّبر اور وقار سے آشنا ہو گئی یہ سب آپ کی ہی رحمت کا کرشمہ ہے - آپ سے قبل نہ کوئی رہنما تھا اور نہ کوئی رسول - اسی رحجان کی ترجمانی حفیظ ہوشیار پوری کی نعت کے چند اشعار سے ہوتی ہے سے

زندگی ایک تیرہ و تار
نہ کوئی رہنما نہ راہ گزر
چار سو اک مہیب تاریکی
ہر طرف مطلع جہاں پہ غبار [1]

سجاد باقر رضوی کی نعت بھی تغزّل کے رنگ میں ہے اس کے اشعار سے جن فنی پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے ان میں ایک طرف تو حضور سرور کائنات سے محبت و خلوص کا جو رابطہ ہے اس کو شعری جامہ پہنایا گیا ہے اور دوسرا رخ ان اشعار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس قسم کی بے بسی و بے چارگی کا شکار انسان ہے خواہ یہ حالات و کیفیت انفرادی نوعیت کی ہو یا اجتماعی اسکا مداوا سوائے حضور اقدس کی طرف دیکھنے اور ان سے اپنے ایمان و آگہی کا رشتہ استوار رکھنے کے کہیں اور نظر نہیں آتا - یہ وہ پہلو ہیں جن کا ثبوت قدیم دور کی نعتیہ شاعری سے بھی حاصل ہوتا رہا ہے اور عصر حاضر میں اردو نعت کے جدید رحجانات کے اہم تقاضے بھی اسی فکر سے عبارت ہیں - سے

پھولا پھلا یہ باغ تمنّا تمہی سے ہے
آنکھوں میں نور دل میں اجالا تمہی سے ہے
بے کس کی آس چارہ بے چارگاں ہو تم
ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا تمہی سے ہے [2]

---

1 - حفیظ ہوشیارپوری - مشمولہ / تحولہ بالا / خیر البشر کے حضور میں - ~~مطبع نقوش پریس لاہور~~ ~~مرتب ممتاز حسن~~ ~~اشاعت 1975~~ - صفحہ 137

2 - سجاد باقر رضوی - " " " " " " " صفحہ 181

سلیم گیلانی کی کتاب "سیدنا" کے نام سے ماہِ مارچ 1987ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے ۔ جہانتک اس کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے تو اس مجموعے میں بھی غزل کے انداز میں نعتیں اچھی خاصی تعداد میں نظر آتی ہیں اس مجموعے کی نعتیہ غزلوں میں فکری طوبت اور جذبے کی ولولہ انگیزی بیشتر مقامات پر حاصل ہے اس کے علاوہ تاریخِ اسلام کے بہت سے واقعات اور تعلیمات محمدی کے اثرات واضح ہوتے ہیں یہ شاعری ایسی مرقع نگاری ہے کہ اگر اس کو تاریخ نگاری کے مماثل قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔ ایک طرح سے غزل کے انداز میں اس شاعری سے اردو نعت کے جدید رحجانات پر مبنی فکر اور احساسات کا پتہ چلتا ہے مثلا

خورشید ابھرتے ہیں ہر اک نقشِ قدم سے
آئینہ ادراک ہے صیقل ترے دم سے
تو وہ ہے کہ ہم کو تری عظمت کی شہادت
قرآں سے ملتی ہے کبھی لوح و قلم سے [1]

قدیم دور کے علاوہ جدید دور میں بھی بعض نعت نگار شعراء نے دربار رسالت کی حاضری و حضوری کو نعت کا مستقل موضوع بنایا اور اسی بیان میں کہیں جذب و شوق کی شدت تو کسی مقام پر نیاز و گداز کا پاس کہیں دیدہ دل کے مشاہدات اور واردات تو کہیں طلب و التجا کا اظہار بھی پایا جاتا ہے ۔

اس کے برعکس سلیم گیلانی کی نعت میں حضوری کا بیان ہے مگر اس میں بے ساختگی کے ساتھ تمام رنگ شامل ہیں اور ان کے تحت سخن میں تاثیر پیدا ہو گئی ہے ان کی نعتوں میں عشق رسول فکری زندگی کے حل ارتقا و میں کا درجہ رکھتا ہے ۔

---

1 ۔ سلیم گیلانی ۔ سیدنا ۔ طاہر پرنٹ پلانٹ ۔ مکلیگن روڈ لاہور اشاعت تاریخ مارچ 1987 ۔ صفحہ 72

کونین میں وہ ایک ہی رہبر ہے کہ جسکی
تابانئ نقشِ کفِ پا سب کے لئے ہے ۲

ہیں وقف ان کے لئے اب مال جو بھی ہو
وفورِ ہجر ، سرور وصال جو بھی ہو
انہیں کے نور کا پرتو تمام حسن و جمال
انہیں کا نقشِ کفِ پا کمال جو بھی ہو ۳

مختصراً سلیم گیلانی کی نعت کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ شعور حقیقت اور وفورِ عقیدت کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے اس کے علاوہ غزل کے انداز کی پوری کیفیت اس میں نعت کے جدید رحجان کے تحت نظر آتی ہے -

دور جدید میں چند ایسی شاعرات بھی ہیں جنکی نعتیہ شاعری قابلِ قدر اور اہمیت کی حامل ہے خاص طور پر ان میں سے بعض شاعرات کے ہاں تغزل کے انداز میں بھی نعتیں نظر آتی ہیں - ان شاعرات میں سے ایک ادا جعفری ہیں جوں تو ان کی عام شاعری روایت اور جدت کا حسین امتزاج نظر آتی ہے - لیکن ان کی نعت میں دلی خلوص صاف طور پر نمایاں ہوتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت اور بے اختیار عقیدت کے جذبات کی عکاسی اُن کی نعتوں کے اشعار سے ہی ظاہر ہوتی ہے -

---

۲ - سلیم گیلانی - سیدنا - طابع پرنٹ پلانٹ مکلیگن روڈ لاہور اشاعت1987ء صفحہ 125

۳ - سلیم گیلانی - " " " " " " " " " " صفحہ 125

یہ سر اور دہلیز سرکار عالم
یہ جان اور جمال حریم محبت
ادھر چشم پر آب آئینہ ساماں
ادھر ناز فرما ہے طغیان رحمت [1]

قابل ذکر نکتہ جو ان کی شاعری کے اہم امکانات اور عروج کا مظہر ہے ۔ اس کے تحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپائے مبارک اور آپ کے اوصافِ اطہر کو ذریعۂ اظہار بنایا گیا ہے ۔ ان کے یہاں بھی سیرت اقدس کے مضامین کو بیان کرنے پر زور دیا گیا ہے اور اس قسم کے اظہار بیان میں بڑی عجز و انکساری کی فضا نظر آتی ہے بلکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک استمداد کی روش ان شعروں میں موجود ہے ۔

رکھئے ہماری لاج زمانے کے سامنے
تشریف لائیں اپنے گواہوں کو تھامنے
اے رحمت تمام یہ وقت نگاہ ہے
یہ امت جناب رسالت پناہ ہے [2]

ان نعتوں کے علاوہ ایک اور نعت بھی ہے اس کے اشعار میں اُمّت کی پریشان حالی کا نقشہ ملتا ہے اس نعت کے اشعار سے اس نعت کے اشعار سے بھی حضور رحمت تمام خیرالانام کے حضور فریاد کی کیفیت کا رنگ پیش پیش ہے ۔ تغزل کے رنگ انداز میں یہ رحجان بھی شامل ہے ۔

---

1 ۔ ادا جعفری ۔ ماہنامہ شام وسحر ۔ نعت نمبر 6 لاہور ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1، 2 اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ تاریخ اشاعت 1987 ۔ صفحہ 204

2 ۔ ادا جعفری ۔ مضمون نعت ۔ ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر 6 لاہور ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1، 2 اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ تاریخ اشاعت 1987 ۔ صفحہ 205

اوراق ہیں بکھرے ہوئے اے مصحف دین مبیں
اپنوں سے رشتہ توڑ کر اپنوں کی آنکھیں جھک گئیں
ملت تری امت تری اور یوں پریشاں و حزیں
اے التفات بیکراں ۔ یا رحمت اللعالمیں ۳

تہنیت النساء بیگم کی نعتیہ شاعری میں بھی غزل کا رحجان نظر آتا ہے ان کی نعت میں قلبی سوز و گداز جذبے کی سچائی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی مکمل عکاسی ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اقدس کے متعلق ان کی شاعری کے ذریعے یہ فکر سامنے آتی ہے کہ آپ سرور کائینات کی سیرت اقدس معراج انسانیت ہے اور آپ کے اوصاف و کمالات کا احاطہ کرنا عقل انسانی سے ماوری ہے اس احساس و جذبے کی نشاندہی ان کی ایک نعت کے چند اشعار سے ہوتی ہے ۔

وہ دنیا میں پیغام حق لانے والا
حبیب خدا جگ میں کہلانے والے
زمانے کو ہے یاد اب تک وہ منظر
دظ پا رہے ہیں غضب ڈھانے والے ۱

روحی علی اصغر کی نعت میں بھی غزل کا انداز ہے ان کی نعتیہ شاعری شائستگی ۔ عجز و انکساری کا نمونہ ہے ۔ اس کے علاوہ یہ کہ ان کی پاکیزہ جذبات و خیالات کی بھی آئینہ دار ہے ۔

۳- ادا جعفری ۔ نعت ۔ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1-2 اشاعت 14 ۔ ارشد بازار لاہور ۔ تاریخ اشاعت 1987 ۔ صفحہ 205 (محولہ بالا)

۱- تہنیت النساء بیگم ۔ نعت ۔ مشمولہ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 ۔ جلد 13 ۔ شمارہ 1-2 اشاعت 14 ۔ ارشد بازار لاہور ۔ تاریخ اشاعت 1987 ۔ صفحہ 216 (محولہ بالا)

کچھ ابتدا ہی نہیں انتہا بھی نازاں ہے
بنا کے نقش رسالت خدا بھی نازاں ہے
وہ آیا سب کے لئے رحمت خدا بن کر
تمام عالم ہستی کا رہنما بن کر [۲]

مریم قادری کی نعتیہ شاعری میں ایک طرف تغزل کے انداز کی عکاسی ہوتی ہے لیکن اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ اس کی تشکیل میں فنی اعتبار سے اردو نعت کے جدید رحجانات کی فکر بھی ملتی ہے ان رموز نکات کا انداز ان کی چند نعتوں کے اشعار سے بخوبی ہوتا ہے۔

گردش مہر و ماہ ہویا کہ ہودور صبح و شام
صبح ازل سے آج تک سب ہیں رہین التفات

جہاں خاک کو یہ لالہ و گل کب میسر تھے
ترے دامن کی جنبش سے بہار جانفزا آئی

تری نگاہ لطف سے زندہ ہے روح زندگی
ترے کرم سے فیضیاب و سمتِ شش جہات ہے [۳]

مریم قادری کا نعتیہ مجموعہ 1968ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۲- روحی علی اصغر۔ نعت۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6۔ جلد 13 ۔ شمارہ 201 اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔ اشاعت 1987 ۔ صفحہ 233

۳- مریم قادری ۔ نعت۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 لاہور۔ جلد 13۔ شمارہ 201 اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔ تاریخ اشاعت1987۔ صفحہ 241

وحیدہ نسیم کی نعتیہ شاعری میں بھی غزل کے رحجان کا رنگ نمایاں ہے ان کی نعت کے اشعار چھوٹی بحر میں ہوتے ہیں اور ایک قسم کی سادگی اور روانی موجود ہے۔

پیش نظر نعت کی تشکیل میں قرآنی الفاظ اور اشارات سے مدد لی گئی ہے یہ رحجان بھی اپنی افادیت اور نوعیت کے لحاظ سے کافی حد تک منفرد اور ممتاز ہے ؎

لفظ قرآں کے تری تعیین
تو ہی طٰہٰ ہے اور تو ہی یٰسین
دل انسانیت میں تیری تو ہو
خلد تیرے خیال کا پیر تو ہو

نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک اور معروف و ممتاز نام نور جہاں نور بد ایوانی کا نظر آتا ہے۔

نور کے نعتیہ کلام میں ان کا پختہ لہجہ لفظوں کی تراش و خراش میں خیالات کی جدت اور اشعار میں تازگی نظر آتی ہے۔

ان کا نعت کا اسلوب کافی حد تک مولانا ظفر علی خان کے طرز نعت گوئی سے متاثر نظر آتا ہے۔

مضموں آفرینی اور فکر کی تازگی کا صاف و شفاف رنگ ان کی تمام نعتیہ شعری فضا کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس میں جذبے کی شدت اور سچائی کا واضح احساس ہے۔ انکی نعتیہ شاعری ایک طرف دلی کیفیات کی آئینہ دار ہے اور دوسرا خاص پہلو سیرت مبارک کی عکاسی سراپائے مبارک کی شان محبوبی کی جھلک ہے۔

ان کی نعتوں کے چند اشعار اس بیان کی تصدیق ہیں۔ ؎

۱۔ وحیدہ نسیم ۔ نعت ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 لاہور۔ جلد 13۔ شمارہ 1و2 اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔ اشاعت 1987 ۔ صفحہ 247

ہو گیا نقاشِ قدرت ان پہ شیدا آپ خود
شانِ محبوبی کی جب دیکھیں جہاں زیبائیاں
حسنِ یوسف مصر کے بازار کی رونق بنا
ہیں نبی کے حسن سے کونین کی رنگینیاں
وہ محمد جو غریبوں کے لئے ابرِ کرم
وہ محمد جابروں کے حق میں برقِ تپاں [1]

نور بدایونی کا نظم مجموعہ کلام خونابۂ دل پہلی بار دہلی برقی پریس سے 1940ء میں اور دوسری بار مکتبۂ خاتون کراچی سے 1963 میں شائع ہو چکا ہے ۔ خونابۂ دل خالصتاً نعتیہ مجموعہ نہیں ہے تاہم اس میں دوسری شعری تخلیقات کے علاوہ نعتیہ شاعری بھی شامل ہے ۔

گو کہ نور بدایونی کا عہد اقبال کے شعری آہنگ سے وابستہ ہے چنانچہ نور کی شاعری بھی اسی اثر سے عاری نہیں ہے ان کے ہاں الفاظ و تراکیب اور صوری و معنوی محاسن میں اقبال کے طرزِ خاص کی جھلک بڑی واضح نظر آتی ہے ۔ اس طرز خاص کو انہوں نے بڑی کامیابی سے اپنی شاعری میں اپنایا ہے اس لحاظ سے انکے ہاں نظم میں بھی اقبال کے رنگ کی بڑی بلند اور کامیاب کوشش نظر آتی ہے ۔

غزل کے رنگ و رحجان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے دور جدید کی شاعرات میں ۔ ایک اور اہم نام سیدہ مظہر عروج ہے ۔ عروج مظہر کی نعتیہ شاعری زبان و بیان کی پختگی خیالات میں ندرت اور کیف و تاثیر سے مکمل طور پر عبارت ہے ۔

---

1 ۔ نور جہاں نور بدایونی ۔ نعت ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 ۔ جلد 13 شمارہ 1 ، 2 ۔ اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ تاریخ اشاعت 1987ء ۔ صفحہ 249

کس نے کھولی ہے زباں کون ہوا دل کے قریں
کیسی آواز ہے کیوں مہک رہی ہے یہ جبیں
کس کی آمد ہے کہ خوشبو کی لپٹ آتی ہے
جسم میں روح کے گلزار کو مہکاتی ہے [1]

سیدہ عروج نے شاعری کا آغاز نعت سے کیا۔ نعتیہ شاعری کے علاوہ انہوں نے بے شمار افسانے اور ناول لکھے ہیں۔ مغربی ادب کے تراجم بھی کئے ہیں۔ نقد و نظر میں بھی ان کی مہارت صاف عیاں ہے۔ ان کے کلام کا ایک مجموعہ "ضمیر لالہ" کے نام سے انہوں نے مرتب کیا تھا۔ ان کے اس مجموعے کے بارے میں "سلطانہ مہر" نے لکھا ہے کہ وہ زوال حیدرآباد کی نذر ہو گیا تھا۔

نعت میں تغزل کے انداز کو مد نظر رکھتے ہوئے حینہ انور معین حیدرآبادی کی نعتیہ شاعری کا مختصر حوالہ بھی پیش نظر ہے۔ سلطانہ مہر نے "کتاب شاعرات پاکستان" کے پس منظر میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے زیادہ تر نعتیں لکھی ہیں اور ان کا نعتیہ مجموعہ "نذرانہ" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کے چند نعتیہ اشعار پیش نظر ہیں۔

وہ التفات لطف و کرم یاد آگئے
دل پھر نثار احمد مختار ہو گیا
پھر یاد آرہی ہے وہی شب وہی سحر
مشتاق دید پھر دل بیمار ہو گیا

نکرامت سے شب و روز تڑپنے والے
درد اسلام کے درمان کہاں ہے آجا [2]

1۔ 2۔ سیدہ عروج مظہر۔ نعت۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6۔ جلد 13 شمارہ 2،1 مقام اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔ اشاعت 1987۔ صفحہ 242

3۔ حینہ انور معین حیدرآبادی۔ نعت۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6۔ جلد 13 شمارہ 2،1 اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔ تاریخ اشاعت 1987۔ صفحہ 243

تغزل کے رحجان کے تحت خالد محمود خالد کی نعتیہ شاعری بھی اسی انداز اور رنگ پر منحصر ہے - ان کا نعتیہ مجموعہ قدم قدم سجدے 1982 میں شائع ہو چکا ہے -

ان کے نعتیہ کلام میں جذبات و عقیدت اور محبت ساتھ ساتھ ہیں لیکن جہاں تک حدود شریعت و طریقت کا تعلق ہے تو اس کی احتیاط بھی ان کے ہاں نظر آتی ہے -

سادگی و پرکاری ، برجستگی اور شگفتگی خاص طور پر اشعار میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے -

زبان کی سلاست اور بیان کی لطافت بھی ہے لیکن اس سے قطع نظر معنی اور مفہوم میں ندرت احساس و خیال کی واضح نمائندگی ملتی ہے- طرزِ تحریر میں عصر حاضر کے فنی اور شعری لوازمات ہیں - ان کے اشعار کو دیکھتے ہوئے بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو شاعری کی دوسری اصناف کی طرح نعت بھی اپنے ارتقاء کی طرف رواں ہے - ان کی یہ نعت شریف پاکستان اور اردو کی شاعری میں ایک خصوصی قبولیت حاصل کر چکی ہے -

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
کسی کا احسان کیوں اٹھائیں کسی کو حالات کیوں بتائیں [1]
تمہی سے مانگیں گے تم ہی دوگے تمہارے ہی در سے لو لگی ہے

یہ نوازشیں یہ عنایتیں غم دوجہاں سے چھڑا دیا
غم مصطفٰے ترا شکریہ مجھے مرنا جینا سکھا دیا
وہ خدا ہے جس کا خیال بھی مری ہر پہنچ سے بلند ہے
وہ نبی کا حسن و جمال ہے کہ خدا کا جس نے پتہ دیا [2]

---

1 ـ خالد محمود خالد ـ قدم قدم سجدے ـ طابع قادر پرنٹنگ ـ سال طبع 1982ء صفحہ 47

2 ـ خالد محمود خالد ـ " " " " " " صفحہ 68

اردو میں خالد محمود خالد کی نعتیہ شاعری ایک اہم اضافہ ہے ان کی نعت محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ جذبات کی آئینہ دار ہے اور ان کی روح کی تڑپ اشعار میں قدم قدم موجود ہے۔

نعت کے موضوع کے بارے میں اکثر و بیشتر یہی تجزیہ کیا جاتا رہا ہے کہ بعض مقام پر نعت کی تخلیق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال صورت پر زور نظر آتا ہے لیکن اس کے برعکس کسی مقام پر کمال سیرت کی نمائندگی نعت کے اشعار کا پورے طور پر احاطہ کئے ہوئے نظر آتی ہے۔ تاہم خالد صاحب کی نعتیہ شاعری میں یہ دونوں پہلو بہت عمدگی کے ساتھ برآمد ہوتے ہیں۔

اس باب " تغزل کے رنگ میں نعتیں " کے جائزے میں پاکستانی دور کے جسقدر اہم معروف شعراء کا نعتیہ کلام نظر آیا اس کا بہ نظر غائر تجزیہ کرنے کی کوشش کی گئی بلکہ اردو نعت کے جدید رحجانات کے تحت اس میں تمام تر نعتیہ شاعری کا جائزہ بھی اس باب کے اکثر و بیشتر مقامات پر پیش نظر رہا ہے۔

باب دہم

قرآن و حدیث کی روشنی میں سیرۃ نبوی کے بیان کے تحت نعتیں

دور جدید کی نعتیہ شاعری میں اکثر ایسے موضوع نظر آتے ہیں جن میں قرآن و حدیث کی روشنی میں سیرۃ نبوی کی ترجمانی ہوتی ہے گو کہ یہ بڑا دشوار اور نازک مرحلہ ہے جب تک قرآن و حدیث کے مستند حوالوں سے بات نہ کہی جائے اس کی صداقت اور اثر آفرینی قائم نہیں رہتی جسطرح کہ سیرۃ نبوی کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گی ہیں لیکن ان میں بعض کے مستند ہونے میں بھی شبہ موجود ہے ان کے برعکس سیرۃ ہی کے موضوع پر ایسی کتابیں بھی ہیں جن میں ایسے موضوعات کو پیش کرنے میں بڑا محتاط رویہ اختیار کیا گیا ہے -

کچھ یہی حال نعتوں کا بھی ہے ان میں شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی طرح دور جدید میں بعض شعراء نے بہت محتاط طریقے سے کافی چھان پھٹک ۔ تحقیق و تفتیش کے بعد سیرہ نبوی کا بیان قرانی و حدیث کی روشنی میں پیش کیا ہے -

اس ضمن میں جن شعراء نے قرآن و حدیث کے حوالوں سے سیرۃ کے موضوع کو اپنایا ہے ان میں ماہرالقادری مرحوم کی مشہور نعتیہ نظم " ظہور قدسی " کے نام سے اسی رحجان کی حامل ہے یہ نظم سلام کی شکل میں ہے اس کو کافی مقبولیت حاصل ہے -

ماہر صاحب کے ہم عصروں میں نعت گوئی کی حیثیت میں محشر رسول نگری کا نام قابل توجہ ہے - فخر کونین کے نام سے ان کا دوحصوں پرمشتمل مسدّس دور جدید کا طویل مسدّس ہے - اس مسدّس کا تذکرہ دوسرے ابواب میں بھی کیا جا چکا ہے تاہم اس مقام پر اس کا ذکر یوں بہت اہم ہے کہ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی زندگی کے سارے واقعات

کی جزئیات اور تفصیلات کو قرآن پاک اور حدیث کی روشنی میں نظم کیا گیا ہے

محشر نے سارے واقعات کو حد درجہ سادگی و صفائی ۔ روانی اور حسن و خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

محشر رسول نگری کے علاوہ عصرِ حاضر میں حضرت محمد بشیر اللہ زوّاری کے یہاں ایسی نعت نظر آتی ہے جس میں قرآن اور احادیث کی روشنی میں حضور اقدس کی حیات مبارکہ کا بیان ہے اس سلسلے میں بشیر صاحب موصوف کی یہ کاوش بڑی جامع اور مستند ہے اور یہ ہرایک کے بس کی بات نہیں کہ قرآنی آیات کے حوالوں سے حضوؐر سرور کائینات کی حیات کا جائزہ اسقدر صحیح انداز میں پیش کرسکے۔ ان کا یہ کام اپنے موضوع کے لحاظ سے بالکل اچھوتا ہے گو کہ اس قسم کی نامکمل کوشش پہلے کے بعض شعراء بھی کرچکے ہیں ۔ ان کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے نامکمل اور ضعیف واقعات اور جزّئیات کو سیرہ نبوی کے رنگ میں ڈھال کر پیش کرنا صرف جذبات پراثر انداز ہوسکتا ہے وہ بھی وقتی طور پر ورنہ فہم و ادراک اس سے کوئی اثر قبول نہیں کرتے ۔

لیکن حضرت بشیر صاحب کا اس نوعیت کا کام بالکل منفرد ہے اور اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے اس رحجان کی عکاسی ان کے چند شعروں سے ہوتی ہے ۔ نعت کا عنوان بھی اسی اہمیت کا حامل ہے ۔ ~~

<u>نعت رسول کریم با آیت قرآن حکیم</u>

کلام خدا ہے بڑا روح افزا
تخاطب ہے رب کا بڑا پیارا پیارا

سراپا ہدایت ہیں اخلاقِ حسنہ
کلام خدا ہے بیاں ہے نبیؐ کا
ہے نوؔر علی نور ذکرِ سراپا
کہیں وہ ہیں احمد کہیں ہیں محمد
کہیں ہیں وہ یسٰین و شاہد طٰہٰ [1]

---

1 ۔ حضرت بشیراللہ زواری ۔ سراج منیر ۔ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی
طبع اول جون 1968 ۔ صفحہ 7

قرآن پاک کے علاوہ بشیر صاحب کی نعتوں میں احادیث کی روشنی میں بھی سیرت نبوی کا بیان بعض مقامات پر نظر آتا ہے - جیسے ایک حدیث کے حوالے سے انکے طرز کی عکاسی ہوتی ہے -

خدا کی طرف سے فرشتہ اک آیا
نبی کو خدا کا یہ مژدہ سنایا
یہ دو نور ہیں جن کا تحفہ ہے بھیجا
ہے اک فاتحہ ایک بقرہ کا سورہ

ایک فرشتے نے آسمان سے نازل ہوکر حضور کو سلام عرض کیا دو ایسے نوروں کی بشارت دی جو حضور سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے -

------

نبیؐ کی حدیث مبارک ہے یہ بھی
جو پایا ہے میں نے کسی نے نہ پایا
ہے اک یہ کہ دشمن پہ ہو رعب میرا
اگرچہ مسافت کا ہو اک مہینہ
دوم یہ کہ ہے سب زمیں میری مسجد
سوم یہ کہ انفال ہے مجھکو بخشا
چہارم یہ حق شفاعت دیا ہے
ہے پنجم نبی ہوں میں سارے جہاں کا
صحیحین کی یہ حدیث مبارک
ہے گویا کمالات عالی پہ گویا

خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پانچ خصوصیات بیان فرمائی ہیں - صحیحین میں ہے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ایسی دیگئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں -
ابھی ایک ماہ کی مسافت ہوکہ دشمن پر میرا رعب طاری ہوجاتا ہے ساری زمین میرے لئے مسجد پاکیزہ بنا دیگئی جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے - غنیمت کا مال میرے لئے حلال کردیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا -
مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے پہلے کے نبیؐ اپنی قوم کیلئے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لئے نبیؐ ہوکر آیا ہوں -

ان شعراء کے علاوہ بھی دور جدید ہی کے بعض شعراء نے بہت محتاط طریقے سے قرآن و حدیث کے حوالوں سے اپنی شاعری میں سیرت نبوی کو سمویا ہے اس کی واضح مثال احسان دانش کی نظم میں بھی نظر آتی ہے انہوں نے بالکل صحیح انداز میں قرآن و حدیث کے حوالے سے بات کہی ہے اس نظم کے چند اشعار اسی انداز کی نشاندہی کرتے ہیں۔

قسمت کی بات ہے وہ پیمبر ملا تمہیں
صدق و صفا و علم کا پیکر ملا تمہیں
صادق امین ساقی کوثر ملا تمہیں
آئینہ طبع سید و سرور ملا تمہیں

شبنم کی جس نے راس رچائی نمو کے ساتھ
ہر صبح جس کے صحن میں اتری وضو کے ساتھ[1]

اسی رحجان کی نمائندگی خالد محمود خالد کی نعتوں کے چند اشعار سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے بھی اپنی اکثر نعتوں میں سیرت کے بیان میں قرآن و حدیث سے عبارت فکر کو اپنایا ہے۔

انہی کے در سے خدا ملا ہے انہیں سے اس کا پتہ چلا ہے
وہ آئینہ جو خدا نما ہے جمال حسن حضور بھی ہے
بشیر کہیئے نذیر کہیئے انہیں سراج منیر کہیئے
جو سر بسر ہے کلام ربی وہ میرے آقا کی زندگی ہے[2]

----

1 ۔ احسان دانش ۔ دارین ۔ مطبع جسارت پرنٹرز 24 سرکلر روڈ لاہور بار اول 1974ء ۔ صفحہ 44

2 ۔ خالد محمود خالد ۔ قدم قدم سجدے ۔ طابع نادر پرنٹنگ کراچی اشاعت 1982 ۔ صفحہ 48

کیا کیا نہ ملا رابطہٗ سرور دیں سے
ہر گام نوازا ہے ہمیں فتح مبیں سے
وہ رحمت کونین ہیں محدود نہیں ہیں
پایا ہمیں ہیں ان کو پکارا ہمیں جہاں سے !

اسی انداز فکر کی نشان دہی پیامی مراد آبادی کی نعت میں بھی نظر آتی ہے - ان کی نعتوں کے چند اشعار اسی رحجان پر مبنی ہیں -

اک ابتدا ہیں مصطفٰے اک انتہا ہیں مصطفٰی
سب سے بزرگ و محترم بعد خدا ہیں مصطفٰی
راز شب اسریٰ کھلا ۔ پہنچے وہ تا عرش علٰی
پیش خدائے لم یزل ۔ جلوہ نما ہیں مصطفٰی
دانائے راز کن فکاں ۔ دارائے اقلیم جہاں
ہم عاصیوں کے مہرباں صلی علی ہیں مصطفٰی

پیامی مراد آبادی کی نعتیہ شاعری میں مختلف انداز کے پہلو نظر آتے ہیں اولاً شعروں کی تشکیل میں ایک نیا آہنگ اور الفاظ کے استعمال میں جدت کے ساتھ شعریت ۔ دلکشی اور تازگی بھی نظر آتی ہے اور اعلٰی معیار کا ثبوت بھی اس نعت کا حصہ ہے -

قرآن و حدیث کے حوالے کے ساتھ ان کی نعت میں جدید رحجانات نظر آتے ہیں -

---

1 - خالد محمود خالد - قدم قدم سجدے - طابع قادر پرنٹنگ کراچی اشاعت 1982ء - صفحہ 79

2 - پیامی مراد آبادی - ثنائے حبیب - مطبع مشہور آرٹ پریس کراچی اشاعت 1983ء - صفحہ 26

ان کی ایک اور نعت کے چند اشعار اس رحجان کی آئینہ داری کرتے ہیں ؎

حق بیاں، حق نما ، حق نگر آپؐ ہیں
ہر زماں کے لئے راہ بر آپؐ ہیں
دلنشیں و پناہ اُمّتِ با لیقیں
سب کے دل میں گھر سب کا گھر آپؐ کا
انبیاء ہوں ملائک ہوں جن و بشر
کون ایسا ہے جیسے بشر آپؐ ہیں [1]

توحید و رسالت سے معراج ہے انسان کی
بس ایک ہی امیؐ نے یہ بات سکھائی ہے [2]

پیامی مراد آبادی کی نعتوں میں اکثر و بیشتر ایسے اشعار اور بھی موجود ہیں جن میں قرآن و حدیث کے حوالے سے بات کہنے کا رحجان ہے ملتا ہے۔

صداقت ، امانت ، عدالت ، سخاوت
یہ اوصاف پیغمبرؐ اللہ اللہ [3]
وہ حسن مکمل وہ نور مجسّم
دوعالم میں ہے روشنی اللہ اللہ [4]

---

1 ۔ پیامی مراد آبادی ۔ ثنائے حبیب ۔ مطبع مشہور آفسٹ پریس کراچی
اشاعت 1983ء ۔ صفحہ 30
2 ۔ پیامی مراد آبادی ۔ ثنائے حبیب ۔ " " " " " " " " صفحہ 34
3 ۔ پیامی مراد آبادی ۔ ثنائے حبیب ۔ " " " " " " " " صفحہ 39
4 ۔ پیامی مراد آبادی ۔ ثنائے حبیب ۔ " " " " " " " " صفحہ 40

اردو کی جدید رحجان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری میں حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے قرآن و حدیث کے معتبر موثر انداز میں پیش کیے جانے کی اول مثال نظر آتی ہے اس کے لئے شاعر نے بالکل صحیح اور حقائق پر مبنی رخ اختیار کیا ہے۔

ان کی نعت شعور و فکر کی اعلیٰ قدروں سے مزیّن ہے اس میں کئی پہلو اور بھی نظر آتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ اقبال کے رنگِ سخن کا پر تو ان کے یہاں بھی شعری تشکیل میں بعض مقامات پر جھلکتا ہے۔ ان کی نعتوں کے چند اشعار سے اعلیٰ معیار کا اندازہ ہوتا ہے۔ ~~

حسن بن کر زیست کے آفاق پر لہرا گئے
صورت قوس قزح افکار خیر الانبیاء
مشعل راہ ہدایت آپ کی شرع متین
ہیں دو عالم کو محیط انوار خیر الانبیاء[1]

نسبت ہے کس کریم کی مفتاح باب خلد
عز و وقار فقر و غنا اور کون ہے

روشن ہے آئینے کی طرح کس پہ کائنات
شاہد جسے خدا نے کہا اور کون ہے[2]

اس دور کے لئے یہ رحجان کامیابی اور خوشی کی ضمانت ہے عصرِ حاضر گویا نعت گوئی کا دور ہے انسان خزاں و نامرادی کی وادی سے نکلنا چاہتا ہے اس سعی و کاوش میں مصطفےٰ سراج منیر ہیں۔

1۔ حفیظ تائب۔ نعت۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6۔ شمارہ 1،2۔ جلد 14
مقام اشاعت 14۔ اردو بازار لاہور۔ صفحہ 28
2۔ حفیظ تائب۔ نعت۔ " " " " " " " " صفحہ 29

ساری دنیا اور تنہا مصطفٰے گویا مقام نبوی سے آگہی کا یہ اظہار اس قوت سے غالب اور اقبال کے بعد تابش دہلوی کے ہاں نظر آتا ہے -

تیر قضا ہر آئینہ از ترکش حق است
لیکن کشود آن و کمان محمد است (غالب)

مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

دین و دنیا مصطفٰے تا مصطفٰے
ساری دنیا اور تنہا مصطفٰے

تابش دہلوی کی نعتیہ فکر بھی اسی رحجان پر مبنی ہے جس کا ذکر اس باب کے جائزے کیلئے اہم ہے ان کا نعتیہ مجموعہ " تقدیس " کے نام سے شائع ہو چکا ہے - ان کی نعتیہ شاعری میں زبان کی رمز شناسی کا وہ جوہر کارفرما ہے جس کے تحت الفاظ اور مفاہیم و جذبات کے درمیان ایک وحدت نظر آتی ہے - قرآن حکیم ذات و صفات سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ اور مرقع ہے اس رحجان کی تشریح ان کے چند نعتوں کے اشعار کا جائزہ قرآن حکیم کی روشنی میں حضور سرور کی سیرت کی ترجمانی ہر اسطرح محیط ہے - مثلاً اسطرح کہ سورہ الفتح میں سلسلہ کلام یہ ہے سے ہوتی ہے -

محور ہستی فقط ذات رسول
دین و دنیا مصطفٰے تا مصطفٰے ؎۱
نظم ہستی میں توازن کے لئے
ساری دنیا اور تنہا مصطفٰے ؎۲

ایسے اشعار عطیہ کہے جانے کے لائق ہیں کہنے کا گمان ممکن نہیں

کہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تا کہ یہ دین اور تمام ادیان پر غالب آ جائے اور اسکے فوراً بعد ارشاد ہوتا ہے -

کفٰی باللہ شہیداً - یعنی اللہ کی گواہی کافی ہے اور اللہ کی شہادت کے بعد ہی فرمایا گیا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں - سورہ صاد میں ارشاد فرمایا جاتا ہے وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیرا

اور اے محمد ہم نے تم کو عالم انسانیت کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے یہی بشارت اور یہی تنزیر نظم ہستی میں توازن کی اساس پر ہے وہی ذات محور ہستی ہو سکتی ہے جس کیلئے فرمایا گیا کہ اللہ رسول پر شاہد ہے اور رسول مومنوں پر شاہد ہیں یہ شہادت ابدی ہے -

تابش صاحب کی ایک اور نعت کے چند شعر جو اس رحجان پر مبنی ہیں جن میں حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کو حدیث کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے -

بے نظیری میں خود نظیر اپنا
بے مثالی کا خود نشان یعنی
مہبط وحی و مذکر الہام
کاشف سرّ کن فکاں یعنی
مصدرِ خیر و منبعِ الطاف
قاسم کوثر و جناں یعنی

تابش صاحب کی نعتیہ شاعری قرآن و حدیث کے حوالوں کے علاوہ نعت کے جدید رحجان پر بھی مبنی ہے - ان کے شعروں میں تازگی معیارِ اعلیٰ انداز صاف طور پر نمایاں ہے -

جن اردو کے نعت کو شعراء نے سیرت اقدس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ان میں عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری تو گویا اس خیال کی عکاسی میں نعت کے جدید آہنگ و رحجان کیلئے بھی ایک فکر انگیز کوشش ہے - جس احتیاط اور توجہ غور و فکر سے انہوں نے اپنے شعروں میں کام لیا ہے شاید اردو نعت گوئی میں اس کی نظیر خاص طور سے جدید نعت میں مشکل سے نظر آتی ہے -

ان کی نعتوں کے اشعار جن کے ذریعے اس رحجان کا پتہ چلتا ہے اور سیرت کے مختلف پہلوؤں کی بھی ترجمانی ہوتی ہے -

ہمہ آیہ نور و خلق مجسّم
تو محبوب یزداں و نور ہدیٰ ہے
تو مطلوب و طالب تو مصدوق صادق
شفاعت کے منصب پہ فائز ہوا ہے ۱

تو فقر و قناعت کا روشن منارہ
جواہر فشاں ہے خزائن کشا ہے ۲
تو دلجوئی و غمگساری کا پیکر
تو خیرالبشر ، اشرف الانبیاء ہے
تری زندگی انکسار و تواضع
تو ایثار و شفقت ہے مہر و وفا ہے ۳

---

۱ - عبدالعزیز خالد - فارقلیط - مطبع غلام علی پبلشرز - لاہور - اشاعت بار سوم 1974ء - صفحہ 26
۲ - عبدالعزیز خالد - فارقلیط - " " " " " " صفحہ 51
۳ - عبدالعزیز خالد - فارقلیط - " " " " " " صفحہ 52 - 53

فا وحی انی عبدہ شان تیری
دنا فتدلی ترا مرتبہ ہے

عبدالعزیز خالد کی نعتوں کا اہم نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ آنحضور کی سیرت کے زریں رخ اور ان کے کردار کے گوناگوں اوصاف حمیدہ سے د ور عرانی حوالے سے بھی ان کے افعال و اعمال کی نوعیت وقعت کا ادراک کر کے آشعبہ ذات اور کائینات پر قابو پایا جائے - حضور اقدس کی بتائی ہوئی راہ کی پیروی کی جائے - نعت میں قدم قدم پر یہ رحجان نظر آتا ہے -

اردو نعت کے جدید رحجان اور آہنگ کے تناظر میں خالد احمد کی نعتیہ شاعری بھی شمار ہوتی ہے - اسی رحجان کے ضمن میں ان کی نعتیہ شاعری میں یہ دو خوبیاں بھی خاص طور پر نمایا ں ہیں ان میں ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے بھی حضور اقدس کی سیرت کے مضمون کو قرآنی اور حدیث کے حوالے سے بیان کیا ہے - دوم یہ کہ انکی نعت فنی قدروں کے اعلیٰ معیار کو ظاہر کرتی ہے اس میں ایک تسلسل اور بیان میں سادگی اور سلیقہ عصر حاضر کے ادبی و فنی ارتقاء کی پیش رفت معلوم ہوتا ہے - ان کی ایک نعت کے چند چ شعر اسی خیال کے حامل ہیں -

تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزّت لکھی
آخری خطبے کی صورت میں وصیت لکھی
سرحد رنگ پہ طوُا ن اخّسوت ڈھالی
ورق دھر پہ ہر سطِر محبّت لکھی
تو نے ہر ذّرے کو سورج سے ہم آہنگ کیا
تو نے ہر قطرے میں اک بحر کی وسعت لکھی
تیرے اوصاف فقط تجھ سے بیاں ہوتے ہیں
نعت خود لکھی یہ پیرائے سیرت لکھی

اسی مضمون کی تشریح و توضیح عارف عبدالمتین کی نعت میں بھی بعض مقامات پر نظر آتی ہے۔ ~~سے~~ حق

اپنی سیرت سے عطا کر مجھے فن کی قوّت
سرنگوں جس سے ہو باطل وہ توانائی دے [1]

تجھ پہ نازل ہوا قرآن بجا ہے لیکن
تو مرے واسطے سو رنگ میں قرآن بھی ہے [2]

بشر کے ہونٹوں پہ اسرارِ کبریائی کے
زمین کہتی رہی گویا آسمان کی حدیث
اگرچہ اس کے تھے سب روپ رہنمائی کے
لگی حدیث تری مجھ کو دوستاں کی حدیث [3]

ازل سے تا بہ ابد جس کی سربراہی ہو
ملے زمانے کو کس طرح رہنما تجھ سا [4]

اسی مضمون کی نشاندہی خالد علیم کی نعتیہ شاعری میں بھی نظر آتی ہے ان کا نعتیہ قصیدہ ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر 1987ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کے چند اشعار اسی رحجان کی عکاسی کرتے ہیں۔

---

1 ۔ عارف عبدالمتین ۔ بیشال ۔ مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور ۔ اشاعت فروری 1985ء ۔ صفحہ 132
2 ۔ عارف عبدالمتین ۔ بیشال ۔ " " " " " " " صفحہ 124
3 ۔ عارف عبدالمتین ۔ بیشال ۔ " " " " " " " صفحہ 121
4 ۔ عارف عبدالمتین ۔ بیشال ۔ " " " " " " " صفحہ 103

اس کے خصائل بلند اس کے شمائل عظیم
اس کے مقامات ہیں بے بدل و بے حساب

اس کا بیاں جانفروز اس کی زباں دلنواز
اس کا پیام الھدیٰ اس کا کلام الکتاب
اس کے قدم کا فروغ گرد رہ کہکشاں
اس کے نقوش دوام جلوہ کو نین تاب[1]

خالد علیم کا یہ قصیدہ طویل انداز کی نعتیہ تخلیق ہے اس میں حضور سرور کی ولادت سے لے کر سیرت مبارکہ کے تمام پہلوؤں کی مکمل نشان دہی کی گئی ہے ۔ فنی اعتبار سے اس کے اشعار شعور و فکر کی گہری وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں ۔ اشعار میں الفاظ و معنی ایک طرف فنکار کی پختہ کاری کا ثبوت ہیں تو دوسری طرف اس نظم کے اشعار میں مختلف زبانوں کے الفاظ کا استعمال ہے جس سے اس کے اشعار میں فنی کشش اور جاذبیت میں بھی اضافہ ہوتا ہے ۔ لیکن اس کے برعکس اس کی علمی و ادبی سطح بھی متعین ہوتی ہے ۔

اس نظم کا طرز نگارش سہل اور عام فہم نہیں ہے اس کے بعض اشعار پیچیدہ بیانی کا شکار ہیں ان میں الفاظ کے استعمال کا سنگلاخ رحجان صاف نظر آتا ہے ۔

عبدالعزیز خالد کے نعتیہ اظہار بیاں کی جھلک اس قصیدے کے اشعار سے بھی نمایاں ہے ۔ تاہم یہ نظم سیرت مبارکہ اور اسوہ حسنہ کی ترجمانی کیلئے ایک مکمل مرقعّ ہے ایسا مرقع جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام حالات و واقعات کے ایک ایک رخ کو انتہائی باریک بینی گہرے مشاہدے اور اس کے فلسفے کے تاریخی ذیل میں ظاہر کرنے پر قدرت رکھتا ہے ۔

---

1 ۔ خالد علیم ۔ نعتیہ قصیدہ ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 ۔ جلد 12۔ شمارہ 1، 2 اشاعت 1987 ۔ جنوری ۔ مقام 14۔ اردو بازار لاہور۔ صفحہ 421

اعجاز رحمانی کی نعتیہ شاعری میں بھی یہی فکر کارفرما ہے جس میں نعت حضور کی سیرت کو قرآن و حدیث کے رنگ میں دیکھتی ہے اور نعتیہ شعر کیلئے وہ افق تلاش کرتی ہے جسکے اثرات مسلمان معاشرے پر ایسے مرتب ہوں کہ انسان اپنا ماحول بدل ڈالنے پر خود مجبور ہو جائے اور انسانیت کی جلا و بقاء کو اپنی زندگی کا محور سمجھنے لگے - اس نعت میں یہ افادی نظریہ ہے اور یہی جدید رحجان کا بھی نظریہ ہے -

یہ سر بلند جو منشور آدمیت ہے
حضور آپ کے اخلاق کی بدولت ہے
کسی بھی مصحف دنیا کی کیا ضرورت ہے
ہمارے سامنے آئینہ شریعت ہے
نہ تیر کی ہے نہ تلوار کی ضرورت ہے
کہ مسئلوں کا تدارک نبی کی سیرت ہے (1)

حافظ لدھیانوی کی نعت میں بھی یہ فکری شعور نظر آتا ہے جسکے تحت حدیث اور قرآن حکیم سے استفادہ کیا گیا ہے -

لیکن مولانا اختر الحامدی اور حضرت بشیر اللہ زواری بڑی حد تک اسی رنگ سخن کے علمبردار شعراء ہیں -

ضیاء القادری عصر جدید و قدیم ہر دو زمانوں کی نعت گوئی کے لئے معروف معتبر نام ہے - ان کی نعتیہ شاعری میں جہاں مختلف دوسرے میلانات اور رحجانات ملتے ہیں ان میں سے ایک مخصوص میلان یہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے معراج مصطفے کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے لیکن انہوں نے اپنی مختلف نعتوں میں تاریخی اور قرآنی ابدی سچائیوں کے تحت حضور کی معراج تشریح و توضیح کی گئی - مثلاً

---

1 - اعجاز رحمانی - نعت - ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6- جلد 12 - شمارہ 2.1 مقام اشاعت 14- اردو بازار لاہور- اشاعت 1987 - صفحہ 285

وہ خسروِ مقام " دنیٰ " تاجدارِ خلق
مسند نشیں ہے عرشِ خدائے قدیر کا [1]

خیرالبشر حضور ہیں خیرالانام ہیں
ہے ہر بشر غلام بشیر و نذیر کا

سورہ " اسریٰ " میں ہے سیرتِ رسول اللہ کی
شرح آیاتِ مبیں خوئے محمد مصطفٰے
شرحِ قرآں مبارک حتیٰ خلقِ عظیم
بالیقیں عاداتِ نیکوئے محمد مصطفٰے [2]

ضیاء القادری کی نعتیہ شاعری صاحبِ فکر کی مدحت نگاری کے زمرے میں شمار ہوتی ہے - ان کی نعت شعری نزاکتوں اور صنائع بدائع سے بہرہ ور ہے اس کی تشکیل میں موزوں تشبیہات اور استعارات کا استعمال نظر آتا ہے اس کے علاوہ نعت میں برمحل تراکیب اور لفظی و معنوی محاسن نے اسی کی فنی عظمت میں اضافہ کر دیا ہے - تاہم ان کی نعتیہ شاعری پر اگر ایک طرف قدیم رنگ غالب ہے - اندازہ اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس میں جدید رحجان کی کمی ہے - لیکن اس کمی کا یہ ازالہ خوبصورت سے خوبصورت الفاظ کے انتخاب سے جو اس مدعا کو واضح کرنے کی روش میں نظر آتا ہے اس اندازِ بیاں سے ایک طرح سے نیا مفہوم برآمد ہوتا ہے اسی کے تحت اس شاعری میں ندرت اور جدّت کا احساس ابھرتا ہے -

---

1 - ضیاء القادری - ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 - جلد 12 - شمارہ 2،1 اشاعت 1987 - مقام اشاعت 14 - اردو بازار لاہور - صفحہ 309

2 - ضیاء القادری - " " " " " " " صفحہ 308

ان کی بعض نعتوں میں اگرچہ مضامین میں یکسانیت نظر آتی ہے مگر مضامین میں اس مماثلت کے باوجود بات کہنے کے انداز سے نئے پن کا احساس ہوتا ہے -

اسی رحجان اور مضمون کی حامل ساجد احسان کی ایک نعت ہے اس نعت کے اشعار میں چند مخصوص فنّی خوبیاں ہیں کہ اس میں بہت سہل اور سادہ انداز میں حضور اقدس کی سیرت پر روشنی ڈالی ہے - لیکن اس نعت کے اشعار میں وہی فلسفہ کارفرما ہے جس کی فکر قرآن و حدیث کے حوالے سے ملتی ہے اور اس نعت کے چند اشعار میں ملتی ہے -

خدا خود کرے احترام آدمی کا
خدا جانے کیا ہے مقام آدمی کا
یونہی تیری عظمت کے چرچے رہینگے
زمین پر ہے جب تک قیام آدمی کا [1]

اسی باب میں ایک مرتبہ پھر اس نام کا تذکرہ ضروری نظر آیا چنانچہ محمد مرغوب اختر الحامدی اس رحجان کی شعری فکرو فلسفے کے لئے ایک منفرد و دقیع نام ہے انہوں نے اسی فلسفے سے کلی طور پر اپنی نعت کی تشکیل میں کام لیا ہے گوکہ یہ اور تو سب پر ہی واضح ہے کہ جناب سرور کائنات ، فخر موجودات صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم پر قسام ازل نے کائنات کے جملہ محاسن و محامد ختم کر دئیے ہیں - آپ جن خصائص و کمالات اور حسن معنوی و ظاہری کی جن تجلیات سے نوازا گیا ہے اس سے عام آدمی اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا تو شاعری یا صاحب فکرو نظر کی تو بات ہی اور ہے -

چنانچہ اسی تصور کا ثبوت اخترالحامدی کی نعت میں اسطرح منعکس ہے کہ انہوں نے قرآن کریم اوراحادیث نبوی کی روشنی میں حضور اقدس کے ایک طرف تو حسن وجمال کا احاطہ کیا ہے اور دوسری طرف حضور اقدس کے نظریات کو اپنی عقیدت کا محور بنایا ہے -

---

1 - ساجد احسان - نعت - ماہنامہ اظہار کراچی سیرت نمبر ، جلد 6 - شمارہ 6،5 شعبہ مطبوعات محکمہ تعلقات عامہ حکومت سندھ. تاریخ دسمبر 1983 - صفحہ 64

اس عقیدت کا سرچشمہ بھی قرآن و حدیث کا متن ہے ۔ جس کے تحت حسنِ و جمال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی عکاسی کی گئی ہے ۔ انہی محامد و محاسن کا جائزہ گویا آپ کی سیرتِ مبارکہ کے جائزے کے مترادف ہے خواہ قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ کے حسنِ صورت کو دیکھا جائے یا حسنِ سیرت کو مقصد ایک ہے ۔ اختر الحامدی کی نعتوں کے چند اشعار اس رحجان پر مبنی ہیں ۔

اگر چشمِ بصیرت ہو تو ظاہر ہے یہ قرآں سے
بیاضِ کن کی رب نے ابتدا کی ہے کس عنواں سے
احاطہ ہو نہیں سکتا کبھی ادراکِ انساں سے
بہت آگے تری عظمت کی حد ہے حدِ امکاں سے [1]

مصحفِ حق کی آیت آیت مصحفِ حق کا نقطہ نقطہ
نقش و نگار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
خلق و محبت رحمت و رافت ۔ مہر و مروت لطف و عنایت
حسن شعار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم [2]

یزدانی جالندھری کی نعتیہ شاعری اسی رحجان کی حامل ہے ۔ رحجان کی حامل شاعری جسکا اہم نقطہ نگاہ قرآن و حدیث کے حوالے سے حضور اقدس کی سیرت کو واضح کرتا ہے ۔

خلقت کے صحیفے کا لولاک ۔ جلی عنواں
تفسیر دو عالم ہے اس چھوٹے سے عنواں کی
مزمل و مدثر ۔ یٰسین بھی ۔ طٰہٰ بھی
فی الجملہ وہ سرتاپا تفسیر ہیں قرآں کی [3]

---

1 ۔ اختر الحامدی ۔ نعت محل ۔ مطبع مکتبہ ارشاد ۔ 1974ء ۔ صفحہ 80
2 ۔ اختر الحامدی ۔ نعت محل ۔ " " " " " صفحہ 70
3 ۔ یزدانی جالندھری ۔ ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر6 ۔ جلد 12 ۔ شمارہ 2،1 اشاعت 1987 ۔ مقام اشاعت اردو بازار لاہور ۔ صفحہ 23

بہائے اس نے صحراؤں میں دریا علم و حکمت کے
حکیم آیا ۔ خطیب آیا ۔ کلیم آیا ۔ کلام آیا
حدیث موسیٰؑ عمراں ، نوید عیسیٰؑ مریم
فلاح آدمیت کا لئے کامل نظام آیا ۲ے

جدید دور کے یہ نعت گو شعراء جن کا ذکر اس جائزے کے لئے اہم حیثیت کا حامل ہے ان کی نعتیہ شاعری کا تمام دارومدار ہی قرآن اور حدیث کے مضامین کے تحت سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر منحصر ہے ۔ یہ اردو کے نعت نگار شعراء اس موضوع کے لئے ایک معتبر حوالہ ہیں جس کی نشان دہی اس باب میں کی گئی ۔

بہرحال یہ ایک ایسا شعور اور رحجان ہے جس کی ترجمانی بیحد دشوار ہے ۔

۲ے ۔ یزدانی جالندھری ۔ ماہنامہ شام و سحر ۔ نعت نمبر6 ۔ جلد 12 ۔ شمارہ 2،1 اشاعت 1987ء ۔ مقام اشاعت 14 ۔ اردو بازار لاہور ۔ صفحہ 24

باب یاز دہم

نئی نسل کے شعراء کی نعت گوئی

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد شاعری اور ادب کی دوسری اصناف میں جو تبدیلی آئی اس سے اردو نعت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اس تبدیلی سے نئی نسل کے شعرو ادب سے تخلیقی تعلق رکھنے والا طبقہ بھی متاثر ہوا -

اسے اس جدید دور کا شعور کہا جائے تو صحیح ہے کہ آج کی نعت اظہار بیان کے نت نئے رُخ اختیار کر رہی ہے -

اس دور میں آزاد اور نثری نظموں کے علاوہ نعتیہ " ہائیکو " تک لکھتے جا رہے ہیں گوکہ اس سے قبل نعت طویل عرصے تک اپنے اظہار کے لئے قصیدے یا غزل کا مروجہ پیٹرن یا اسلوب بروئے کار لاتی رہی ہے

مگر اب گزشتہ کئی چند برسوں میں نعت نے فارم کے اعتبار سے جدید رحجان کو اپنا کر اس حقیقت پر بھی مہرِ تصدیق ثبت کی ہے کہ نئے افکار کی کی تفصیل ترسیل کے لئے نئی ہئیت کا استعمال نا گزیر ہوتا ہے -

بلکہ اب تو تمام تر نعتیہ شاعری تشکیل کے اعتبار سے جدتِ ادا اور احساس و شعور کا مکمل نمونہ نظر آتی ہے اور ابھی اس کے امکانات وسیع ہونے کی امید ہے -

نئی نسل کی نعت گوئی کے حوالے سے ثروت حسین کی ایک نعت کے چند اشعار ہیں جو اس رحجان کی آئینہ دار ہیں -

مدحت ساقی کوثر لکھوں
سوچتا ہوں بھلا کیونکر لکھوں
سارے عالم کو جزیرہ ٹھہراؤں
ایک انسان کو سمندر لکھوں

کیوں نہ اس مشعل شب تاب کو میں
فکر و احساس کا محور لکھوں[1]

اس نعت کے اشعار تخلیقی شعور و احساس کی مکمل نشاندہی کرتے ہیں -

حضور سرور کی ذات و صفات کی تشریح بھی ان میں نظر آتی ہے
احمد ضیاء حیدرآباد کے نئے لکھنے والوں میں اپنا الگ انداز رکھتے ہیں انکی نعت کے چند اشعار پیش نظر ہیں -

پھیلی ہوئی تھی جھوٹ کی ایک شام ہر طرف
آئے حضور حق کا ہوا نام ہر طرف
اک ثانئے میں قیصر و کسریٰ لرز اٹھے
اور بت کدوں میں مچ گیا کہرام ہر طرف
ہر سمت تھے سجے ہوئے بے رنگ آئینے
تھا زندگی کا نام ہی الزام ہر طرف[2]

ان کی ایک اور نعت کے چند اشعار جو نئی نسل کے انداز کی واضح مثال ہیں -

تاریکئ حیات مٹا کر چلے گئے
وہ آئے اور چراغ جلا کر چلے گئے
مسرور کر گئے وہ اندھیروں کے راستے
سب کو نشان صبح دکھا کر چلے گئے[3]

---

1 - ثروت حسین - نعت - ماہنامہ اظہار سیرت نمبر - جلد نمبر 6 - شمارہ 6،5
مقام اشاعت اطلاعات مطبوعات سندھ - سینٹر اسٹیچن روڈ کراچی - اشاعت 1984
صفحہ 57

2 - احمد ضیاء - ثنائے خواجہ کونین - مرتب درد اسعدی - مطبع اے ون لائٹ پریس حیدرآباد
اشاعت 1405 - صفحہ 124

3 - احمد ضیاء - " " " " " " " " صفحہ 125

اسی رحجان کی حامل احمد ضیاء کی چند دوسری نعتیں بھی ہیں ان کے اشعار مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں ان میں بعض اشعار میں حضور اقدس کے معجزات کو شعر کا متن بنایا گیا ہے اور بعض میں حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے جو اثرات دنیا پر مرتسم ہوئے اور تمام انسانیت کے لئے بھی ایک ہدایت کا سرچشمہ نظر آیا ان حقائق کی تشریح و توضیح کی گئی ہے -

اک معجزہ تو یہ بھی دکھایا ہے آپ نے
ذروں کو آسمان سے ملایا ہے آپ نے
سچائیوں کے جرم کی تقدیر تھا جہاں
حرف وفا وہیں پہ سنایا ہے آپ نے ۳

حبیب صدیقی کی یہ نعتیہ نثری نظم جسکی اشاعت ماہنامہ اظہار کے سیرت نمبر میں ہوئی ہے - یہ نعت گوئی کے اسی رحجان کی حامل ہے اس نظم کی ہئیت جدید رحجان کی عکاسی کرتی ہے -

خلا نوردوں سے پوچھ لینا کہ ایسا کوئی ستارہ تم نے کہکشاں میں دیکھا
جومیری تقدیر کا پتہ دے
اگر وہ کہدے کہ میں ہی انسان کی تقدیر کا نشان ہوں تو پوچھ لینا کہ میں
ہی آخر اسی زمین پہ کیوں بےدست وپا ہوں
بے نشاں ہوں، کونوجواں ہوں، قوم کا آسرا ہوں، کیا میری
آبرونہیں ہے، کیا میں بے زباں ہوں
مجھے غرض کیا کہ تم چاند پر گھر بناؤ، خلا میں جاؤ یا آسمان
سے زمین پہ آؤ
مگر یہ بات ہرگز منطقی نہیں ہے کہ تم انہی طاقتوں سے جہاں میں
گھومتے ہو ا

----

3 - احمد ضیاء - ثنائے خواجہ کونین - مطبع الائیڈ پریس حیدرآباد
دورد اسعدی مرتب اشاعت 1405 - صفحہ 125

وہاں تمہیں اک نشاں ملے گا
جو چاند کے درمیاں سلے گا

کہ آقائے دوجہاں نے کیا تھا انگلی سے اک اشارہ تو چاند
ٹکڑے ہو گیا تھا

بشر میں یکتا وہ ایک بشر ہیں ۔ رحمت عالم خیرالبشر ہیں
کہ میں ہوں انکا ادنیٰ غلام ان کا جنہوں نے شق القمر کیا ہے
تم اپنے کمپیوٹر سے پوچھ لینا پھر ان کی عظمت کو جان لینا [1]

اس نعتیہ نظم کی تشکیل میں جو طرز عمل اختیار کیا گیا ہے اس سے بہ خوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عصر جدید کی نعت نے حیات انسانی کے تمام شعبوں اور تمام پہلوؤں سے ہم آہنگ ہوکر ارتقائی مراحل طے کرنے کی جو کوشش کی ہے اور بلاشبہ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی نظرآتی ہے

چنانچہ نئی نسل نے بھی نعتیہ شاعری کے اسی شعور و فکر سے استفادہ کرکے آگے سے آگے نکل جانے کی سعی وجہد کو اپنا شعار بنایا ہے ۔

نئی نسل کی نعتیہ شاعری میں بعض شعراء اور شاعرات کے یہاں ایسی نعتیں ملتی ہیں جن کا شعری تشخص الفاظ کے استعمال کے اعتبار سے مفہوم کے نقطۂ نگاہ سے تشبیہات اور استعارات کی ترتیب سے موجودہ زندگی کے فلسفے اور سائنٹفک تحریک سے مکمل طور ہم آہنگ ہو چلا ہے ۔ ایک طرح سے یہ فکر نعت کی نگارش کیلئے روشن مقاصد کی نشاندہی کا اشارہ ہے اسی مقصد کو چند دوسری نعتوں کے اشعار بھی واضح کرتے ہیں ۔

---

1 ۔ حبیب صدیقی ۔ سیرت نمبر ۔ ماہنامہ اظہار کراچی ۔ جلدنمبر7 ۔ شمارہ نمبر7
1984 ۔ مقام اشاعت سندھ سینٹر اسٹریچن روڈ کراچی ۔ صفحہ 53

جسے بھی گنبد خضرا دکھائی دیتا ہے
وہ آفتاب وفا کا دکھائی دیتا ہے
بہت سے نام پیارے حرم جاں ہیں مگر
بس اس کا نام ہی پیارا دکھائی دیتا ہے [1]

کوئی بھی اس سا کہیں نہیں ہے
وہ شاہ کار جمال خالق
وہ اعتبار کمال خالق
وہ صورۃً سیرۃً حسیں ہے
کوئی بھی اس سا کہیں نہیں ہے
حیات کی نرم و گرم لہریں
دلوں میں اخلاق ہو رہی ہیں
افق افق روشنی ہے اس کی
نفس نفس تازگی ہے اس کی
وہ عرش منزل ہے دلنشیں ہے
کوئی بھی اس سے کہیں نہیں ہے [2]

عتیق احمد عتیق کی ایک نعت اسی قبیل میں شمار ہوتی ہے اس کے چند شعر سے جو قابل مطالعہ ہے

---

1 ۔ محسن شاہ ۔ نعت ۔ سیرت نمبر ماہنامہ اظہار کراچی ۔ جلد 7 ۔ شمارہ 6 اشاعت دسمبر 1984 ۔ صفحہ 62

2 ۔ رضا ناہید رضا ۔ نعتیہ نظم سیرت نمبر ۔ ماہنامہ اظہار کراچی ۔ جلد 7 شمارہ نمبر6 ۔ اشاعت 1984ء ۔ صفحہ 62

درود اس پر جو رہبر تھا بزمِ ہستی کا
سلام اس پہ جو آیا بشر کو سمجھانے
نبی کی ذات سے دونوں جہاں ہیں روشن
اجالا ہر سو کیا ہے یتیمِ خضرا نے [1]

فاطمہ زیدی کی نعت بھی اسی انداز پر مبنی ہے -

میں بکھیر دوں اسے حرف حرف
میں سمیٹ لوں اسے لفظ لفظ
مری روشنائی میں نور دے
مری فکر کو وہ شعور دے
مرے لفظ لفظ سے ہوں عیاں
مرے صدق دل کی شہادتیں [2]

نئی نسل کی نعت گوئی کے حوالے سے ایک نعتیہ انتخاب ثنائے خواجہ کونین ہے اس کتاب کے مرتب درد اسعدی ہیں -

نئے لکھنے والو ں کے لئے اس قسم کے انتخاب پیش کرنا ایک ایسا کارآمد اور مفید ذریعہ ہے جس کے تحت اس نسل کو ایک تو اظہار کے بہتر مواقع ملتے ہیں دوسرے ان کی شاعری بھی اپنا معیار اور مقام متعین کرنے کی اہل ہوجاتی ہے -

نئی نسل کی نعت کی عکاسی کیلئے ثنائے خواجہ کونین کی نعتوں کے چیدہ چیدہ اشعار پیش نظر ہیں - [3]

---

1 - عتیق احمد عتیق - نعت - سیرت نمبر - ماہنامہ اظہار کراچی - جلد 7 شمارہ نمبر 6 - اشاعت 1984 - صفحہ 55

2 - فاطمہ زیدی - ماہنامہ اظہار کراچی - جلد نمبر 7 - شمارہ نمبر 4 اشاعت ستمبر 1984 - صفحہ 4

کہیں مجھ کو دنیا گدائے محمد
نہ ہو دل میں کچھ ما سوائے محمد

(فاروق چوہان)

ایسا نہ کسی نے دیکھا سورج
چاند جبیں ہے چہرہ سورج
جیسا ہے وہ حسن سراپا
ایسا چاند نہ ایسا سورج

(ماہر بن ذوقی)

جہاں بھی ہم نے انکے نام کی مشعل جلائی ہے
وہاں منزل ہمارے واسطے خود چل کے آئی ہے

روشن ہے جس کی ذات سے قندیل کائنات
وہ نور لا زوال وہ انسان آپ ہیں

مقصد دیوانگی ہے آرزوئے مصطفےٰ
دیکھ لوں میں خواب ہی میں کاش روئے مصطفےٰ

رہگزار مصطفےٰ سے تم گزر کر دیکھنا
سنگریزوں میں گویائی کے جوہر دیکھنا

یہی تو ایک تقاضائے ہوشمندی ہے
خدا کے در کی محمد کے در کی بات کرو

---

1 ـ الیاس شاہد ـ ثنائے خواجہ کونین ـ مطبوعہ الائیڈ پریس حیدر آباد ـ اشاعت 1405 صفحہ 267
2 ـ عزیز ہاشمی ـ " " " " " " " صفحہ 224
3 ـ عزیز وارثی ـ " " " " " " " صفحہ 211
4 ـ نیر اسعدی ـ " " " " " " " صفحہ 253
5 ـ عتیق احمد ـ " " " " " " " صفحہ 201

رسول آئے ہیں دنیا میں کہ دور نو بہار آیا
مبارک ہو مبارک ہو کہ موسم ساز گار آیا
(ساگر اسعدی صفحہ 141)

ان کا تصّور زندگی
ان کا تصور بندگی
ان کا کرم ہم سب پہ یوں
پھولوں پہ جیسے تازگی
(ریحان بنارسی۔ ثنائے خواجہ کونین صفحہ137)

نئی نسل کے نعتیہ کلام کا جو تجزیہ اس باب کے حوالے سے کیا گیا اسکے مختلف پہلو ہیں ان میں بعض شعراء کی نعتیں عصری آگہی اور تخلیقی شعور شعری دلکشی لئے ہوئے ہیں لیکن ان میں قدیم نعتیہ شاعری کے طرزِ نگارش کی پیروی صاف نظر آتی ہے حتیٰ کہ الفاظ کے استعمال یا تشبیہات یا استعارات تک کے ذریعے جدت و تازگی ان میں پیدا نہیں کی گئی ہے۔

لیکن اسی رحجان کی نعتیہ شاعری میں بعض دوسرے شعراء کے ہاں اظہار کے پیرائے میں نعت کے جدید رحجان کی شناخت بھی موجود ہے۔

پروین شاکر کی ایک نظم جدید رحجان نعت کی نمائندہ فکر کی حامل ہے اس کے چند اشعار اسکی مثال ہیں۔

فضائے بے نطق جیسے اقراء کا ورد کرنے لگی تھی
وہ سارے لفظ جو
تیرگی کے سیلاب میں کہیں بہہ چکے تھے
پھر وہ روشنی کی لہروں میں
واپسی کے سفر کا آغاز کر رہے تھے

امجد اسلام امجد کے انداز نعت گوئی میں نیا رخ نظر آتا ہے اس کی مثال ان کے اس شعر سے نمایاں ہے۔

موسم گل بھی ترا فصل خزاں بھی تیری
میری آواز کے صحراؤں میں ہائی تجھ سے

رشید قیصرانی کی یہ نعتیہ نظم آزاد علامتی نعت کی خوبصورت مثال ہے۔

اک دیپ جلا اندھیاروں سے ~~بھرے سنو~~
ظلمت کے بھرے سینوں سے
اک چیخ اٹھی
اک شور مچا
یہ روپ سروپ اندھیاروں کا
برسوں سے قائم دائم ہے
یہ کس کی جرأت
کس کا دم

یہ کون ہماری نگری میں
ظلمت کا دم یوں نوچتا ہے
صدیوں کی سوئی دھرتی پر
یہ کون اجالے پھینکتا ہے
بے خوف و خطر چپکے چپکے
وہ دیپ مگر جلتا ہی رہا

حال ہی میں حیدرآباد سے نعتیہ شاعری کا ایک اور تازہ انتخاب "کشکول عقیدت" کے نام سے شائع ہوا ہے اس میں نئی نسل کی نعتیہ شاعری کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ اس انتخاب کی نعتیں معیار کے اعتبار سے زیادہ فنی حیثیت کی حامل ہیں خاص طور پر ان میں جدید رحجان کی نمائندگی نظر آتی ہے۔ ان نعتوں کے اشعار میں الفاظ معنی سے جو مفہوم پیدا کیا گیا ہے یہ بھی اپنی ترکیب و ترتیب کے لحاظ سے ایک قسم کے ارتقاء کو ظاہر کرتا ہے۔

جس نے راتوں رات سمیٹا صدیوں کے پھیلاؤ کو
اس کے شہر کو جانے والی راہوں میں بکھراؤ مجھے

سورہ اخلاص کی تکمیل کرنے کے لئے
رہ گزاروں میں حقیقت آشنا پیدا ہوا

جو چمکنے کے لئے تھا ۔ وہ چمکا اور اب تک چمک رہا ہے
وہ مدرسہ تھا ۔ درس تھا
محراب تھا منبر تھا
دعا تھا ۔ شفا تھا
ذکر تھا ۔ شغل تھا ۔ گریہ تھا ۔ معجزہ تھا

آئینہ اسوہ محمد ہے
بس اسے دیکھ کر سنورتے ہیں

ان کے نام پہ اپنے دل کے دیپ جلائے رکھتے ہیں
جن کو شہہ لولاک سے لوگو سچی محبت ہوتی ہے

اے نور حرا دہر کی تاریک گپھا میں
ہم تیرہ نصیبوں کو تری ذات بہت ہے

---

1 ۔ خلش مظفر ۔ کشکول عقیدت ۔ مطبع نیو کرین پرنٹرز حیدرآباد ۔ اشاعت 1989 صفحہ 107

2 ۔ خلش مظفر ۔ کشکول عقیدت ۔ " " " " " صفحہ 109

3 ۔ محسن شاہ ۔ کشکول عقیدت ۔ " " " " " صفحہ 160

4 ۔ رضا ناہید رضا ۔ کشکول عقیدت ۔ " " " " " صفحہ 163

میں روئے رسالت کو فقط سوچ رہا ہوں
تا حد نظر نور کی برسات بہت ہے [1]

اس کے غلاموں کی ٹھوکر میں تاج کہ قیصر و کسریٰ ہے
اس کے فقیروں کی جھولی میں ہیں فہم و ادراک کے موتی [2]

نئی نسل کے شعراء اور شاعرات کی نعت گوئی کے اس مختصر جائزے کے آخر میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنی چند نعتوں کے اشعار اس باب میں شامل کرنے کی جسارت کر رہی ہوں۔

وہ حرف کب ہیں اساس میری
کہ جن سے لکھوں میں ان کی باتیں
میرے خیالوں میں جگمگا تے
ہوئے ستارے ہیں ان کی باتیں
ہر اک شب کا سرور ہیں وہ
ہر اک سویرے کا نور ہیں وہ
فلک پہ روشن ہے نام ان کا
زمین پہ روشن ہیں ان کی باتیں

(شوکت زرین چغتائی۔ نومبر1989ء)

ایک اور نعتیہ نظم جو راقم الحروف نے خاص طور پر 12۔ ربیع الاول کی پر نور ساعتوں میں نذر عقیدت کے طور پر پیش کی۔
چند شعر جو اس جائزے کے تحت پیش نظر ہیں۔

1۔ اسلم اشعر (مشمولہ) کشکول عقیدت۔ مطبوعہ نیو گرین پرنٹرز حیدرآباد۔ اشاعت 1989)
صفحہ 75
2۔ قاصد عزیز (مشمولہ) کشکول عقیدت۔ "" "" "" "" "" "" "" "" "") صفحہ 79

وہ نور چہرہ گلاب گیسو
انہی کی خوشبو ہزار سو ہے
وہ کملی والے سکوں مجسم
اماں میں ان کی ہے سارا عالم
صداقتوں کے دئیے جلاؤں
میں روز روشن انہی سے پاوں
قدم مبارک جہاں وہ رکھیں
نظام دنیا بدل کے رکھ دیں
غموں سے سب کو نجات دیں وہ
تمام فتنوں کو مات دیں وہ
حصول مقصد کا وہ گہر ہیں
ہر ایک دعا کا وہی اثر ہیں
(شوکت زریں چغتائی - نومبر 1989ء)

راقم الحروف ہی کی ایک اور نعت کے چند اشعار جو اس باب کے اختتام کے لئے ہیں۔

آج کے دور آشوب میں یا نبی
آپ ہی سے روائے اماں چاہئیے
اب مری سمت ہے سب اندھیروں کا رخ
آپ کے نور کا سائباں چاہئیے
چھنتی اور سسکتی ہوئی زیست کو
آپ کے نور سے روشن زماں چاہئیے
کب سے زریں کو ہے انتظار کرم
ایک چشم کرم مہرباں چاہئیے

(شوکت زریں چغتائی - دسمبر 1990ء)

باب دوازدہم

دور حاضر کے ممتاز نعتیہ انتخابات
(تبصرے)

ارمغا ن نعت

" ارمغان نعت " ایک ایسا نعتیہ مجموعہ جس کو شفیق بریلوی نے نعتوں کے انتخاب کی شکل میں مرتب کیا ہے - مرتب نے اس کتاب میں چودہ سو سالہ نعتوں کا انتخاب پیش کیا ہے - ارمغان نعت ترتیب نو کے ساتھ تیسری بار شعبان المعظم 1399ھ 1979ء میں اشاعت پزیر ہوئی ۔ اس طرح جہاں اس مجموعے میں دور قدیم کے نعتیہ کلام کی عکاسی کی گئی ہے اسکے ساتھ ہی یہ کتاب دور جدید کی نعتیہ شاعری کا بھی بخوبی احاطہ کرتی ہے اور خاص طور پر اس مجموعے میں ایسی نعتیں شامل ہیں جن کے ذریعے اردو نعت کے جدید رحجان اور اس شعری اسلوب ولہجہ کی انفرادیت کا احساس ہوتا ہے جو دور جدید کی ضرورت ہے چنانچہ شفیق بریلوی نے جس محنت اور جانفشانی سے یہ نعتیہ انتخاب پیش کیا ہے اس کے لئے انکی یہ کاوش لائق تحسین ہے اور اردو زبان میں نعتوں کا یہ بڑا وقیع مجموعہ ہے - اتنی متنوع نعتیں ایک جگہ جمع کرلینا بذات خود اہم کارنامہ ہے - اسکے علاوہ شفیق صاحب نے ہر نعت پر شاعر کا سنہ وفات بھی لکھ دیا ہے اس کا اس سے عہد متعین ہوتا ہے اس طرح نعت گوئی کے رحجانات کے تدریجی ارتقاء کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے -

شفیق بریلوی مدیر رسالہ خاتون پاکستان کی حیثیت سے بھی بڑے محنتی اور فعال تھے ان کی ایک سچے مسلمان کی طرح اللہ اور رسول سے بھی محبت اور عقیدت کے اظہار کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ سیرت مبارکہ پر رسالہ خاتون پاکستان کے متعدد نمبر ربیع الاول کے مہینوں میں شائع کئے اور بڑے شوق و ذوق سلیقے اور لگن سے انھیں نعتیہ اشعار سے مزین کیا ہے ان کے یہ خاص نمبر بھی کافی مقبول ہوئے - چنا چہ اس مجموعے کی نعتوں کے انتخاب سے مرتب کے اعلی مذاق جذبات اور احساسات کی ترجمانی میں موصوف کی پسند بھی شامل ہے - ختمی مرتبت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کی پیروی کا عقیدہ اس اظہار کی اصل وجہ ہے -

دور جدید کے ممتاز نعت گو شعراء کا کلام تمام خوبیوں اور اعلیٰ قدروں کی جس ترجمانی میں پیش پیش نظر آتا ہے یہ ہمارے لئے نعتیہ شاعری کے مستقبل کی روشن دلیل ہے اسکی مثال دور جدید کے ممتاز شعراء کے نعتیہ اشعار میں موجود ہے - جن کو نعتوں کے انتخاب ارمغانِ نعت میں شامل کیا گیا ہے -

کائنات آج مکمّل ہوئی آمد سے تیری
ذات انساں مدلّل ہوئی آمد سے تیری
" نیت " انسان کی ترے ہاتھ سے کانٹے پہ تلی
فیصلہ کن ہوا حق ، عدل کی میزان کھلی
(مظہرالنساء سعیدہ عروج مظہر)

ادھر چشم پُر آب آئینہ ساماں
ادھر ناز فرما ہے طغیان رحمت
تری یاد دل کو متاعِ گرامی
ترا نام لب پہ کمال عبادت
(ادا جعفری بدایوانی)

تمہارا جلوہ ضمیر آدم   تم آسمان و زمین کے سنگم
تمہاری آمد کمال ایزد   تمہارے اندر تمام عالم
تمہاری مسنون ہر گھڑی ہے
ابد کو گھیرے ہوئے گھڑی ہے
(مظفر وارثی)

حضور آئے تو چمکیں فکرِ انسانی کی تنویریں
حضور آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں
(سید محمد ضمیر جعفری)

دور جدید کی نعت گوئی میں عبدالعزیز خالد کا مقام منفرد بھی ہے اور انھوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں بہ کثرت قرآن و احادیث کے مضامین کے رحجان کو برتا ہے بلکہ انکی شعری فکر ہی قرآن و احادیث کا نچوڑ نظر آتی ہے - اس رحجان کی مثال چند حاصل مطالعہ اشعار ہیں ؎

مطاع آدم و انجم ۔ مطاعِ لوح و قلم
محمد امی محبوب کبریا صلعم
محمد انجمن کن فکاں کا صدر نشیں
محمد افسر آفاق و سرور عالم
وہ "عبدہ و رسولہ" وہ "اسمہ احمد"
کتاب و حکم و نبوت کا خاتم و خاتم

عبدالعزیز خالد کی ایک اور نعتیہ نظم فطرت کے عنوان سے "ارمغان نعت" میں شامل کی گئی ہے اس کا طرز تحریر بھی جدت اور ندرت کی واضح مثال ہے - ؎

وہ نور حقیقت آفریں ہے عنوان فسانہ ہائے تخلیق
مرہون جمال مصطفٰے ہے رنگینئی داستان عالم
حیرت سے ہیں یوں تو مہر بہ لب اور فرط خلوص سے مودّب
توصیف رسول کو ہیں لیکن بیتاب سخنوران عالم

اعجاز رحمانی کے نعتیہ اشعار بھی رنگ جدید کی ترجمانی اور اثر انگیزی میں پیش پیش نظر آتے ہیں -

پوچھو نہ فرشتوں سے نہ انسان سے پوچھو
عظمت شہِ ابرار کی قرآن سے پوچھو
ہو دوست کہ دشمن ، کوئی تخصیص نہیں ہے
کیا خلق نبیؐ ہے کسی انسان سے پوچھو

راغب مراد آبادی بھی دور جدید کے ایسے نعت گو شاعر ہیں جن کی نعتیہ شاعری مشکل پسندی میں غالب کے طرزِ سخن کی ہمنوا نظر آتی ہے

عشق ہے سرور کونین کا دولت میری
للہ الحمد کہ بیدار ہے قسمت میری
ہو گیا ہوں میں اسیرِ خم گیسوئے رسول
اب نہیں دولت کونین بھی قیمت میری

ممتاز نعت گو شعراء میں حافظ لدھیانوی کا مقام دور جدید کی وہ شناخت ہے جس کا لہجہ اور تاثر تڑپ عشق رسول سے سرشار نظر آتی ہے اس کے علاوہ تشبیہات اور استعارات و الفاظ و معنی بھی نئے انداز سے شعر میں استعمال کرتے ہیں ۔ اشعار کی مثال اشعار میں پیش نظر ہیں ۔

تجھ سے منوّر ہو گئے فکر و نظر کے بام و در
ہر لحظہ ہر اک آن ہے شام و سحر میں جلوہ گر
تیرا جمال دلنشیں
اے رحمتہ للعالمین
سب ہیں کرم کے منتظر اے شافعِ روزِ جزا
اے مظہر لطف و عطا ، اشک ندامت کے سوا
دامن میں کچھ رکھتے نہیں
اے رحمتہ للعالمین

بہرحال مختصرا دور جدید کے نعت گو شعراء کے اشعار کی جو مثالیں پیش کی گئیں ہیں ان میں حقیقت اور فصاحت الفاظ زورِ بیان اور فنّی خوبیوں کے علاوہ تصوّف کی چاشنی بھی نظر آتی ہے اور عشقِ رسالت کا عظیم فلسفہ بھی اور ایک ایسی فکر ملتی ہے جو قرآنی حوالوں اور احساسات سے مزیّن و منوّر بھی ہے اور عقیدت و تڑپ بھی ہے ۔

نوائے سروش

یہ نعتیہ مجموعہ نثار احمد نے " نوائے سروش " کے نام سے پہلی مرتبہ ربیع الاول 1987ھ میں مرتّب کیا ہے ۔ اس میں جہاں قدیم تو بیشتر جدید شعراء کی نعتوں سے انتخاب پیش کیا گیا ہے اس میں سب سے نمایاں خصوصیت مرتب نے یہ رکھی ہے کہ سلام شامل کر کے نعت اور سلام کی مجموعی تعداد 63 کر دی ہے اور اس مناسبت سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھی 63 سال تھی اور دوسری طرف مرتّب کے اردو نعت کیلئے یہ رحجانات ملتے ہیں کہ انہوں نے شعر کی ترتیب زمانی کا خیال رکھا ہے تاکہ نعت کا جو فنی اور تاریخی ارتقاء ہوا اس کی بھی چند جھلکیاں سامنے رہیں اور نعتیہ شاعری میں جو جدید رحجانات آئے ان کی بھی عکاسی ہو سکے اس انتخاب میں دو رعاتیں مرتّب نے یہ رکھی ہیں ایک اختصار یعنی طویل نعتوں کے بعض اشعار کو شامل نہیں کیا گیا ہے اور دوسرے جن اشعار میں مبالغہ یا رسالت کی صریح بے ادبی کا اشعار تھا ان کو بھی ترک کر دیا گیا ہے

"نوائے سروش" میں جن دور جدید کے نعت گو شعراء کے کلام کا انتخاب پیش کیا گیا ہے ان میں حفیظ جلندھری ۔ احسان دانش ۔ صوفی غلام مصطفٰے تبسّم ۔ حسرت موہانی ۔ مولانا ظفر علی خان ۔ اقبال صفی پوری شاعر لکھنوی ۔ ماہر القادری ۔ بہزاد لکھنوی ۔ سید سلیمان ندوی ۔ جگر مراد آبادی قابل ذکر ہیں ۔

اس نعتیہ کلام کی چند مثالیں ملتی ہیں جن میں دور جدید کے شعراء کی ایک ایسی شاعرانہ فکر ہے جو عظیم القدر ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لئے رہنما اور قلب و نظر کے لئے پاکیزگی اور سکون صبر و قناعت مہیا کرتی ہے ؎

کس بیم و رجا کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
اک سمت شریعت ہوتی ہے اک سمت محبت ہوتی ہے

جو بات وہ فرما دیتے ہیں معیار و صداقت ہوتی ہے
دستور عمل بن جاتی ہے اسلام میں حجت ہوتی ہے

(ماہر القادری)

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایماں جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈنے سے ملے گی عاقل کو قرآں کے سپاروں میں
(ظفر علی خان)

اک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطانِ مدینہ
(جگر مراد آبادی)

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا بیتاب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پہ چاندنی بہاد و آوارہ رہی برسوں
برباد
(حفیظ جالندھری)

قابو میں نہیں ہے دلِ شیدائے مدینہ
کب دیکھئے بر آئے تمنائے مدینہ
(حسرت موہانی)

ہم کو بھی ہو بشارت چشم کرم کوئی
نازاں ہے جس پہ صبح بشارت تمہی تو ہو
(اقبال صفی پوری)

عجب ہے کیف عجب ہے خمار آنکھوں میں
بسا ہوا ہے نبی کا دیار آنکھوں میں
(شاعر لکھنوی)

جس میں ہو ترا ذکر وہی بزم ہے رنگیں
جس میں ہو ترا نام وہی بات حسیں ہے
(صوفی غلام مصطفٰی تبسّم)

ان شعراء کے علاوہ بھی جو شعراء اردو نعت میں جدید رحجانات کی ترجمان نعت لکھ رہے ہیں یہ اس قسم کی نعت ہے جس میں اثر آفرینی بھی ہے اور سوز و گداز بھی اور سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ ان نعتوں میں جا بجا قرآن و احادیث کے مضامین پیش کئے گئے ہیں اس کی مثال ان نعتوں کے اشعار میں ملتی ہے -

ہر دل کی تسلی بھی ہے ہر غم کی دوا بھی
کیا چیز ہے مولا تری خاک کفِ پا بھی
تم سا کوئی اے ختم رسل اور ہوا بھی؟
مقصودِ خدائی بھی ہو محبوب خدا بھی

(مستور سید ایوانی)

وہ اک امّی کہ ہر دانش کو چمکاتا ہوا آیا
وہ اک داماں بخشش پھول برساتا ہوا آیا

(ضمیر جعفری)

اب سلام کے اشعار کی بھی چند مثالیں پیش نظر ہیں -

ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انسان کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی

(حفیظ جالندھری)

سلام اس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا
سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اسکے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تخت قیصریت ۔ اوج دارائی

(ماہر القادری)

سلام اس ذات پہ جس کا لقب ہے فخر انسانی
سلام اس ذات پر آئی جو بنکی ظل سبحانی
سلام اس ذات پر جو باعث تکوین عالم ہے
سلام اس ذات پر جس کے سبب کونین کا دم ہے

(اطہر مبارکپوری)

سلام ان پر کہ جن کے نور سے عالم ہوا پیدا
سلام ان پر ہے جن کے حسن پر حسن ازل شیدا

(صدرالدین صدر)

اے جہاں تاب اے جہاں پرور
اے جہاں آشنا درود و سلام
اے تمنا و آرزو و مراد
مقصد و مدعا درود و سلام
فخر نوح و کلیم و آدم و خضر
نازش انبیاء درود و سلام

(بہزاد لکھنوی)

اس جائزے سے ظاہر ہے کہ اس نعتیہ انتخاب میں شعراء کی نعتیں رنگ جدید کی عکاسی کرتی ہیں اور حضور اقدس کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو ان میں پیش کیا گیا ہے مثلاً آپ کا خلق عظیم ہے اور انسانیت کے لئے آپ منارہ روشنی ہیں -

صلی علیٰ محمد

یہ نعتیہ مجموعہ جسے میر واصف علی نے" صلی علیٰ محمد" کے نام سے مرتب کیا ہے ۔ اس کا شمار پندرھویں صدی ہجری کے پہلے نعتیہ مجموعے کے طور پر کیا گیا ہے 15 ویں صدی ہجری کے آغاز میں عصر حاضر کے شعراء کے کلام پر مشتمل یہ پہلا انتخاب ہے جو " صلی علیٰ محمد " کے نام سے پیش کیا گیا ہے ۔

میر واصف علی کا شمار نوجوان اہلِ قلم میں ہوتا ہے انہوں نے دینی جذبے اور رحجان سے سرشار ہوکر یہ مجموعہ مرتّب کیا ہے غالبًا اس صنف شعری پر طبع آزمائی صدیوں سے جاری ہے لیکن ادھر چند سال سے نعتوں کے عمدہ مجموعے مرتب کرنے اور شایان شان اہتمام سے شائع کرنے کی سعی مشکور ہو رہی ہے " یہ مجموعۂ نعت " ان کی ایک سال کی کوشش و جستجو کا ماحاصل ہے اور مجموعے میں شامل نعتوں کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ مرحوم شعراء کے اشعار اس عہد کے نامور اور کہنہ مشق شاعروں کا کلام اور نسبتاً کم کہنے والے شعراء کی منتخب نعتیں ۔ یہ بہت ضخیم اور تمام تر شعراء کے منتخب کلام کا مجموعہ تو نہیں ہے ۔ لیکن فن شعری اور مضمون آفرینی اور ندرت خیال کے تجرباتی نقطۂ نظر سے اس میں اچھے اشعار ملتے ہیں ۔ جن میں ایسے اشعار کی تعداد بھی خاصی ہے جن میں جوش عقیدت کی جذباتی کیفیت اور شدّت غالب ہے اور دور جدید کے تمام ترشعراء نے حضور سرور کائینات کی شان میں اپنی نعتوں میں ہادی ، رہبر، نور اور سلطان امم ، ظل رحمانی ، خیرالبشر جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ رحجان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضور صلعم کا اسوہ حسنہ ہماری زندگی کے تمام شعبوں کے لئے رہنمائی فراہم کرتا ہے خواہ یہ معاشرتی اعتبار سے ہو یا انصاف کے تقاضے فراہم کرنا ہو ۔ علم و آگہی ، سا سیت ، بصیرت امانت ، حلم و صداقت ، غم و الم ، عفو و درگزر ، انسانی زندگی کے تمام تر مسائل کا حل حیات طیبہ میں پنہاں ہے ۔ اسی قسم کے احساسات اور جذبوں کی عکاسی کا ٹھوس اور واضح ثبوت اور رحجان آج کی نعتیہ شاعری میں

پایا جاتا ہے ۔ اس مجموعے کی چند نعتوں کے اشعار ذیل میں مثال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں ۔

ہم مدینے سے اللہ کیوں آگئے قلب حیراں کی تسکیں وہیں رہ گئی
دل وہیں رہ گیا جاں وہیں رہ گئی خم اسی در پہ اپنی جبیں رہ گئی
(بہزاد لکھنوی)

سلام اس پر جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرش خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھردیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں
(ماہرالقادری)

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی سلام اے نوریزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
(حفیظ جالندھری)

آنکھیں مری فراق مدینے میں نم ہوئیں
پھولوں کی آستین کو شبنم بھگو گئی
(سعیدہ عروج مظہر)

طارق ارض و سما پیر بساط کائنات
خیر سے خیرالامم خیرالبشر پیدا ہوئے
(محشر بدایونی)

مقدور ثنائے شہ کوثر مجھے مل جائے
میں قطرہ بھی مانگوں تو سمندر مل جائے

(محشر بدایوانی)

آپ کی چشم کرم کا میں نے دیکھا معجزہ
آپ کے روضے کی جالی میرے آنا اور میں

(سرور سرور بارہ بنکوی)

رہ نما گر نہ ہو وہ سیرت پاک
ہر مسافر بھٹک جائے

(حفیظ تائب)

ہے نظیری میں خود نظیر اپنا
ہے مثالی کا خود نشاں بھی

(تابش دہلوی)

مجھے زندگی کا سلام آگیا
زباں پہ محمد کا نام آگیا

(سلیم احمد)

میں عازم طیبہ ہوں مجھے کوئی نہ روکے
کہہ دو کہ حوادث مرے رستے میں نہ آئیں

(اقبال عظیم)

اس جائزے میں اس مجموعے کے تمام شاعروں کے نعتیہ کلام کی مثالیں پیش کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا صرف معروف تر شعراء کے اشعار پیش کئے گئے ہیں تاکہ دور حاضر کی نعتیہ شاعری کے رحجان کا اندازہ ہو سکے۔

خیر البشر کے حضور میں

خیر البشر کے حضور میں نعتیہ مجموعہ جس کو ممتاز حسن نے نعتوں کے انتخاب کی شکل میں مرتب کیا ہے - پہلی بار جنوری 1975ء میں منظر عام پر آیا "خیر البشر کے حضور" میں اردو نعتوں کے انتخاب میں ممتاز حسن صاحب کی لگن اور گہرے احساسات اور والہانہ جذبے کا اظہار ملتا ہے - ان کی یہ کاوش حقیقت میں لائقِ تحسین ہے اسکے ساتھ ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے اس مجموعے میں زیادہ تر ایسی نعتوں کا انتخاب پیش کیا ہے جن کے رحجانات کا مکمل خلاصہ یہ ہے کہ دور جدید کی نعتیہ شاعری بھی بذات خود انہی رحجانات کو پیش کرنے میں حمد و معاون نظر آتی ہے کہ صفات رسالت محض پیکر نبوی کے حسن و جمال کا نام نہیں ہے - یہ نام ہے اس خلقِ عظیم کا جو ساری نوع انسانی کیلئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے - ہم مقصدِ بعثت سے اس وقت تک واقف نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم پر حضور خیر البشر کی سیرت کے مختلف پہلو منکشف نہ ہوں جناب رسالتمآب کی زندگی سارے انسانوں کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے - خواہ ہم انہیں ایک بچے کی حیثیت سے دیکھیں یا ایک جوان اور بوڑھے کی حیثیت سے حضور ایک شہری ، ایک فرمانروا ، ایک خاوند ، ایک باپ ، ایک قائد ، ایک مجاہد ، ایک سپاہی ، ایک سپہ سالار ، ایک جج ، ایک منصف اور ایک منتظم سبھی کچھ ہیں - زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈالیں وہ اسی اسوۂ حسنہ کا مظہر ہے جس کا ذکر خود قرآن نے کیا ہے دور جدید کی نعتیہ شاعری کا بھی یہی رحجان ہے کہ وہ حضور کی زندگی کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرے چنانچہ انسان کے لئے یہ ہدایت ہے - ذات رسالت کے شعور کے لئے صفاتِ رسالت کا ادراک اور سیرت رسول کی پیروی ناگزیر ہے خلاصہ یہ ہے کہ نعت رسول کا بنیادی رحجان عشق ذات تو ہے ہی لیکن یہ یا تو ذات رسالت سے گہرے اور والہانہ جذبے کا اظہار یا صفات رسالت کی عکاسی - دونوں کا مقصد اور رحجان یہ ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کی شخصیت اور کردار ہمارے سامنے آئیں اور ایک مثالی حیثیت سے زندگی میں ہمارے لئے مشعل راہ کا کام

دیں ۔ چناچہ ذات محمدی کا ظہور کون و مکاں کی تخلیق کا نقطۂ عروج ہی نہیں بلکہ منتہائے مقصود بھی ہے اور سب سے بڑی رحمت جسکے بغیر زند گی اور کائینات کی کوئی صورت مکمل نہیں ہے ۔

ہماری نئی نسل کے شعرا کا کلام بھی نعت کی دولت سے مالا مال ہے اور یہ ہمارے لئے باعثِ سعادت ہے کہ جدید نعت گو شعراء کے کلام میں رسم و روایت کی وضعداری کے بجائے ایک دلی خلوص احساس و افکار کی صداقت الفاظ ۔ تشبیہات و استعارات کی ندرت اردو کی نعتیہ شاعری کے لئے روشن مستقبل کی دلیل ہے ۔ اس کی مثال ہیں دور جدید کے ممتاز نعت نگار شعراء کے اشعار کی مثالیں نظر آتی ہیں جن کو کہ بالخصوص نعتوں کے انتخاب " خیرالبشر کے حضور میں " شامل کیا گیا ہے ۔

چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتمِ کونین کا رخشندہ نگیں ہے

(صوفی غلام مصطفے تبسّم)

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت
دیکھوں میں در دولت سلطانِ مدینہ

(جگر مراد آبادی)

یہ عالم کہ با وصف مختارئ کل
یہ حلم اور یہ انکسار اللہ اللہ

(بہزاد لکھنوی)

فقر کو جس کے تھی حاصل کج کلاہی وہ رسول
کلمہ بانوں کو عطا کی جس نے شاہی وہ رسول
زندگی بھی جو رہا بن کر سپاہی وہ رسول
جس کی ہر اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسول
جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کر دیا
جس کی جاں بخشی نے مردوں کو مسیحا کر دیا

(جوش ملیح آبادی)

سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسّم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی

(حفیظ جالندھری)

تیرے انفاس روح پرور سے
آ گئی گلشنِ جہاں میں بہار

(حفیظ ہوشیارپوری)

تخلیق دوعالم کا سبب ہے یہی خورشید
اس نور رسالت کی تجلی ازلی ہے

(خاطر غزنوی)

عبدالعزیز خالد کے نعتیہ اشعار نت نئی تشبیہات، استعارات اور تراکیب سے ہمیشہ مزین نظر آتے ہیں -

امیر امم ، تاجدار دوعالم
تجھے ہظل اعظم جہاں کہہ رہا ہے
سراج منیر و نذیر و مبشّر
تو پیغمبر رحمت ملحمہ ہے

(عبدالعزیز خالد)

اصول محبت ہے پیغام جس کا
وہ محبوب پرور دگار آ گیا ہے
اب انساں کو انساں کا عرفاں ہوگا
یقیں ہو گیا ، اعتبار آ گیا ہے

(احسان دانش)

مقصود خلقت ۔ محبوب قدرت
اللہ رے اس کی ذات گرامی
مولا کا بندہ ۔ بندوں کا مولا
اپنوں کا ساتھی غیروں کا حامی

(رئیس امرو ہوی)

اک ہوائے سرخوشی میں جھومتے ہیں سب نہال
جب اذاں بن کر چمک اٹھتی ہے آواز بلال
دل پہ جب اسم محمد سے برستا ہے سرور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہونگے حضور
(صہبا اختر)

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کرپھول برسائے
(ماہر القادری)

سکوں سے محروم ہے نواؤ
جو ہے سکوں کی طلب تو آؤ
دل اپنا اللہ سے لگاؤ
در نبی پر نظر جماؤ
یہ طور بدلو یہ راہ چھوڑو
پھر اپنا رشتہ حرم سے جوڑو
(محشر بدایونی)

بہر حال مختصراً جدید نعت گو شعراء کے اشعار کی جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں حقیقت اور معرفت ۔ عشق رسالت اور عرفان محمد کی وضاحت اس طرز پر کی گئی ہے کہ تخلیق کائنات کی ساری غرض و غایت ذات مصطفوی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

راز کاشمیری کا مرتب کردہ یہ انتخاب نعت " صلی اللہ علیہ وسلم " کے نام سے پہلی مرتبہ 1400ھ میں اشاعت کے مراحل سے گزرا ۔ راز کاشمیری نے اپنے مرتب کردہ اس نعتیہ انتخاب میں گزشتہ دوبرس میں صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف کے تحت لکھی جانے والی 180 نعتیں شامل کی ہیں ۔

حفیظ تائب نے اس نعتیہ انتخاب صلّی اللہ علیہ وسلم کے مقدمہ میں اس اہم پہلو پر روشنی ڈالی ہے کہ راز کاشمیری کی گزشتہ دو سو برس میں صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف کے ساتھ لکھی جانے والی نعتوں کو پیش کرنے کی سعی سے کئی نسلوں کے فکری زاویے ہمارے سامنے آئے ہیں ۔ ردیف اور زمینوں کی یکسانیت کے باوجود سیرت پاک کے اتنے متنوّع مضامین سامنے آئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ۔ ہر شاعر کی جدّت طبع نے عقیدت و محبت کے نو بنو مضامین پیش کئے ہیں ۔ ان تمام نعتوں میں وہ سب خوبیاں موجود ہیں جو ادبیات عالیہ میں شمار ہوتی ہیں ۔ (ص۔ 14)

صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں لکھی جانے والی نعتوں میں قدیم و جدید شعراء کا کلام اس میں انتخاب کیا گیا ہے ۔ مرتب موصوف نے جس محنت اور لگن جدوجہد سے اس مجموعے کی ترتیب و تدوین کی ہے ایک طرف تو اس سے ان کے اس احساس اور جذبے کی ترجمانی ہوتی ہے کہ وہ عشق محمدی سے سرشار ہیں اور دوسری طرف اس اہم کام کی ترتیب و تکمیل میں ان کا یہ احساس کارفرما ہے کہ

اللہ تعالی نے اپنے نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات فرمائی اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ آپ پر بے حد مہربان ہے اور آپ کی تعریف فرماتا ہے آپ کے کام میں برکت دیتا ہے اور آپ کا نام بلند کرتا ہے ۔

چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کو اس اعلی وارفع مقام پر فائز فرمایا ہے ۔

توکل انسانیت کے لئے آپ کی ذات برکات ایک احسان عظیم ہے کہ آپ نے انسان کو جہالت کی تاریکی سے بچایا ۔ اخلاق کی پستی سے نکالا اور انسانی تہذیب کو ترقی و تعمیر سے آشنا کیا ۔ لہذا پوری انسانیت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ آپ سے جس قدر محبت کرتے کم ہے اور آپ کے اسوہ مبارک سے جسقدر بھی فیض اور روشنی و ہدایت حاصل کرے کم ہے ۔

کہ اے آخری رسول آپ برکت و سعادت کی جوئے فیض ہیں
آپ پر تو قرآن نازل کرنے والے بھی درود و سلام بھیجا ہے۔

(حضرت فاطمۃ الزہرا)

اول تو اس مجموعے کی نعتیہ شاعری میں یہ رحجان پایا جاتا ہے اور ثانیاً جو رحجان نعت گوئی کا اس میں نظر آتا ہے اس میں قدیم نعت نگاروں کی نعتیں بھی نظر آتی ہیں ۔ مثلاً شاہ ابدال پھلواروی (المتوفی 1200ھ) شاہ یا مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی وغیرہ

اور اس کے بعد کے دور میں امیر مینائی ہیں ۔ ان کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو محذوف کرکے نعت لکھنے کی طرح غالبا امیر نے ہی ڈالی تھی ۔ ؎

دولت دنیا خاک برابر ہاتھ کے خالی دل کے تونگر
مالک کشور تخت نہ افسر صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن مولانا ظفر علی خان کو دور جدید کی نعت کا بانی اور ہم نوا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔

اسی انتخاب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمے میں حفیظ تائب موصوف نے مولانا ظفر علی خان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اردو نعت کے مجدّد ہیں اس ردیف کے ساتھ انہوں نے ذوق جدید کی نمائندگی کی ہے ۔ ؎

جیت گئے اسلام کے غازی ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا اسلام کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

ردیف کے ساتھ ہم صورت قافیہ استعمال کرنے کی پہل غالباً مولانا ظفر علی خان نے کی تھی -

اسی دور میں مولانا اقبال سہیل نظر آتے ہیں انکی عہد آفریں نعتیہ نظم " موج کوثر " کے نام سے اس نعتیہ انتخاب میں شامل ہے -

اس نظم کے جائزے سے مکمل تاثر یہ بنتا ہے کہ دور جدید کے رحجانات نعت کی نمائندگی اسکے ذریعے بہ خوبی ہوتی ہے کیونکہ اس میں سیرت مبارکہ کے اسقدر زیادہ متنوع پہلو پیش کئے گئے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں ہے دور جدید کی نعتیہ شاعری بھی فکری بالیدگی مفید اور کارآمد رحجانات پر زور دیتی ہے اور یہی احساس اس میں ملتا ہے - اس کی مثالیں اشعار ہیں -

باغ جہاں کا حارس نامی ، جس نے مٹائی رسم غلامی
پھر سے سنوارا گلشن آدم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکاں موجود نہ ہوتے
اور مسجود نہ ہوتے آدم ، صلی اللہ علیہ وسلم

صدقے جس کی خاک قدم پر ، تخت فریدوں ، بخت سکندر
سطوت کسریٰ ، شان کے و جم صلی اللہ علیہ وسلم

فقر و غنا دونوں کا سلطاں ، روح و جسد دونوں کا درماں
دین کا اور دنیا کا سنگم ، صلی اللہ علیہ وسلم

ایک اور مخصوص طرز فکر مولانا کی اس نظم کے اشعار میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ انہوں نے قرآن اور احادیث کے مضامین سے اس میں متعدد مقامات پر استفادہ کیا گیا ہے اس تجلی کی نعتیہ شاعری ایک انفرادی صف میں شمار کئے جانے کے قابل ہے - اس کی مثال میں اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں -

"شرح الم نشرح" وہ سینہ برقِ تجلی کا گنجینہ
جگمگ جگمگ ، چم چم چم چم ، صلی اللہ علیہ وسلم

نظم میں جس کی نعت مظہر ، انا اعطینک الکوثر
اللہ اللہ شانِ معظّم ، صلی اللہ علیہ وسلم

اسی دور کے نعت نگاروں میں جن کا ذکر اس انتخاب کے مقدمہ نگار نے کیا ہے اور ان کی نعتیں بھی اس مجموعے میں شامل ہیں ۔ کیف ٹونکی ممتاز گنگوہی ، بیدم وارثی ، مولانا دیدار علی شاہ ، مولانا ضیا القادری اور ماہر القادری کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔

مقدمہ نگار کے بیان کی رو سے تو یہ نعت نگار قدیم نعتیہ شاعری کے دور میں شمار ہوتے ہیں لیکن اس مجموعے میں ان کی نعتیہ شاعری کا تاثر سوائے چند شعراء کے سب میں قدیم روش نظر نہیں آتی ۔ اس ضمن میں سیماب اکبر آبادی کے نعت کے اشعار تو دور جدید کی نعتیہ شاعری کے ہی رجحان کے مطابق ہیں ۔

وقفِ سخاوت دستِ مکرّم ، سقفِ عنایت آپ کا پرچم
خلق مجسم خوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لوح جبیں تھی عرش کا تارا ، اور سینہ تھا چمن آرا
عنبر سارا بوئے محمد ، صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ماہر القادری کی نعتیہ فکر بھی دور جدید کی بصیرت اور آگہی مسائل و سنجیدگی اور متانت سے معمور نظر آتی ہے ان کے یہاں شعریت بھی ہے ندرتِ خیال اور جذبوں کی صداقت بھی ملتی ہے اس کی مثال اشعار میں پائی جاتی ہے ۔

دین و دنیا یکجا کرکے ، راز ترقی کے سمجھائے
یہ بھی رحمت وہ بھی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

خندق میں سلمان نے دیکھا ، ان کے لطف و عطا کا جلوہ
کھول دئے ابواب حکمت صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے برعکس اس مقام پر صاحب مقدمہ کی رائے جائز معلوم ہوتی ہے کہ ممتاز گنگوہی موصوف کے نعتیہ اشعار صرف حسن و عشق کے بے نام اور عامیانہ فلسفے میں الجھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور کوئی خاص پہلو ان کے ہاں نظر نہیں آتا ۔ مثلاً

دل ہے فدائے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جسم غبار کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس نعتیہ انتخاب کے شاعر کیف ٹونکی کے نعتیہ اشعار بھی فکر انگیز اور تدبر کی کارفرمائی اور ندرت تخیل کی بلندی میں دور جدید کی نعتیہ فکر کے مقابل دکھائی دیتے ہیں مثال اشعار کے تحت ہی ملتی ہے

کون فروغ بزم سلف ہے ، دونوں جہاں پر کس کا شرف ہے
کان شرافت کون ؟ ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ظلمت کفر کو کس نے ٹالا ، کس نے کیا عالم میں اجالا
شمع ہدایت کون محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس نعتیہ انتخاب "صلی اللہ علیہ وسلم" کے جائزے سے ایک اور رجحان سامنے آتا ہے کہ اس میں بیشتر نعتیں مرتب موصوف نے پاکستانی دور کی شامل کی ہیں اور اس دور کے کئی سربرآوردہ شعراء میں سے انہی خاص کا تذکرہ پیش نظر ہے جنکی نعتیہ شاعری اپنے رنگ و آہنگ میں کل انسانیت کا احاطہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس معاشرے اور ماحول کے داخلی اور خارجی دکھوں کا علاج اور مداوا کرتی ہے اور بیمار انسانیت اور بگڑتی ہوئی تہذیب کی اقدار کو سنبھالا دیتی ہوئی نظر آتی ہے ۔

دور جدید کی نعتیہ شاعری اسی فکر انگیز فلسفے سے عبارت ہے اسی فکرو فلسفے کی مثالیں چند شعراء کے اشعار میں نظر آتی ہیں۔

صدق و صفا نے مہرو وفا نے رام کئے اپنے بیگانے
نکہت و نزہت خوئے محمد ، صلی اللہ علیہ وسلم
(اثر صہبائی)

اس کا جلال ہے بحرو بر میں اس کا جمال ہے کوہ وکمر میں
اس کی گرفت میں عالم اشیا ، صلی اللہ علیہ وسلم
(احمد ندیم قاسمی)

آپ کی بعثت صبح سعادت ، سیرت و صورت جلوۂ قدرت
مصدرِ حکمت آپ کا مکتب صلی اللہ علیہ وسلم
(راز کاشمیری)

بے پروائے کثرت و قلت ، فقر ہے جسکا دولت و ثروت
کالی کملی جس کا خلعت ، صلی اللہ علیہ وسلم
(عبدالعزیز خالد)

اس کی محبت اس کی اطاعت ، اس کی عزت اس کی عظمت
شمع حریمِ قلب مسلماں صلی اللہ علیہ وسلم
(راغب مراد آبادی)

زیر نظر مضمون میں تمام شعراء کے اشعار کی مثالیں پیش نہیں کی جا سکتیں۔ لہذا اس جائزے میں قابل ذکر شعراء کی چند مثالیں اور ہیں اثر صہبائی۔ احسان دانش۔ عبدالعزیز خالد۔ احمد ندیم قاسمی یوسف ظفر۔ عارف عبدالمتین۔ روشن صدیقی۔ نظیر لدھیانوی۔ نعیم صدیقی شورش کاشمیری۔ مجید لاہوری۔ شیر افضل جعفری کے علاوہ نعت گوئی میں جن کی حیثیت امتیازی ہے اور مستقلاً اسے اختیار کیا ہے ان میں حافظ مظہر الدین۔ اختر الحامدی۔ حافظ لدھیانوی۔ عزیز حاصل پوری۔ مظفر وارثی

عبدالکریم ثمر - راغب مراد آبادی - عاصی کرنالی - قیوم نظر - نبی بخش میرٹھی راسخ عرفانی - ادیب سہارنپوری - اعظم چشتی - اعجاز رحمانی - منظور احمد مہجور عبدالرحمٰن عاجز - انور فیروز پوری - راجا رشید محمود - قمر یزدانی پیحر محمد عاشق - حافظ محمد افضل فقیر - خالد بزمی - عابد نظامی - حلیم ناصری اور غاصم گیلانی ہیں -

اس کے علاوہ کئی بزرگ و معروف شعراء و علماء کی نعتیں بھی اس انتخاب میں شامل ہیں - ان کی اہمیت مسلم ہے -

لیکن جن شعراء نے نعت گوئی کے ضمن میں چند تجربے ہیئت و آہنگ کے تحت کئے ہیں ایسے شعراء میں مظفر وارثی ، نعیم صدیقی ، بشیر منذر سلیم کاشر - تحسین فراقی ، ریاض حسین چودھری ، سمیع اللہ قریشی اور یونس احقر کے نام قابل ذکر ہونے کے ساتھ ان کے کلام میں تازگی اور دلی خلوص و محبت نمایاں ہے اور اس انتخاب میں شامل ہیں - تا ہم راز کاشمیری نے یہ نعتیہ انتخاب جس لگن اور محنت سے مرتب کیا ہے یہ دنیائے ادب میں ان کا بڑا کارنامہ کہلانے کا مستحق ہے اور اس کی اہمیت مسلم ہے -

جواہر النعت

عزیز صابری کا مرتب کردہ یہ نعتیہ انتخاب مجموعے کی شکل میں پہلی مرتبہ 1981ء میں اشاعت پذیر ہوا - اس نعتیہ انتخاب کے مشتملات میں اولاً نعتیہ نظم" انتساب" ہے اس کے بعد مناجات نظر آتی ہے ان دونوں تخلیقات کے خالق خود عزیز صابری ہیں اسی ترتیب کی صف میں ایک نظم عبدہ' ورسولہ' فارسی میں ہے اس کا تعلق علامہ اقبال سے ہے -

اس نعتیہ انتخاب میں چند قدیم اور تمام تر جدید شعراء کے نعتیہ کلام سے انتخاب مرتب کیا گیا ہے -

مرتب نے اس نعتیہ انتخاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ" جواہر النعت" کو رنگ شاعری کے اعتبار سے چار ابواب میں تقسیم کردیا گیا ہے - تقویم و تاخیر

تاکہ ہر کا مسئلہ شعراء کے آبگینہ ہائے قلوب کو ٹھیس پہنچاتا ۔ تاہم ابھی تک کوئی بھی ایسا مجموعہ وجود میں نہیں آسکا ۔ جس کی ترتیب سے ہر شاعر کو اشاق ہو ۔ (ص 25)

مرتب نے مقدمہ میں بھی اس مبحث کے بیان کے متعلق اپنے خیال کی وضاحت کی ہے اس بیان نے حضور کے حسن صوری کی گنجائش نہیں چھوڑی البتہ حسن معنوی یعنی اسوۂ مبارک اور حیات نبوی کا عملی پہلو مدنظر رکھتے ہوئے جو نعت لکھی جائے گی وہ اپنی افادیت اور پیام حق کی وجہ سے ہمیشہ وقیع رہے گی لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اردو نعت کے سرمائے میں ایسی مثالیں کم ہیں ۔ ہماری نعتیہ شاعری پر عنایت علی خان نے کس قدر دکھ سے تبصرہ کیا ہے ۔

میں ترے مزار کی جالیوں ہی کی مدحتوں میں مگن رہا
ترے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا

نعت اگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم شماطبہ ہے تو آپ سے مخاطب ہونے والوں کو قرآن کریم فرقان حمید اس طرح آداب کلام سکھاتا ہے ۔

" اے ایمان والو نہ کہا کرو " راعنا " اور کہا کرو
" انظُرنا " اور سنا کرو ۔

(البقرہ آیت140)

اس ہدایت ربانی سے شعراء پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نعت میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کریں جو ذو معنی ہو اور تلفظ کے ذرا سے فرق سے اسی لفظ میں ذم کا پہلو نکلتا ہو ۔ (ص 20)

مرتب نے نعتیہ شاعری کے متعلق اپنے مقدمہ میں جس قسم کے رحجان شعور اور فکرو فلسفہ کا اظہار خیال کیا ہے تو دور جدید کی نعتیہ شاعری میں بھی قدم قدم پر یہی فکرو احساس نظر آتا ہے کہ اسلامی ادب کا چراغ قرآن کے نور اور طرز احساس سے روشن ہوتا ہے اور قرآن کریم کا منبع

اور مرکزِ نور سید الکونین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے - چونکہ آپ ہی کی سیرت مطہرہ لمعہ ریز ہو کر قرآن کریم کے توسط سے ملت اسلامیہ کے دلوں کو نور معرفت اور قویٰ کو حسن عمل بخشی ہے -

قرآن کریم اسی دانائے سبل کے اوصاف حمیدہ کا ازلی و ابدی مرقع ہے -

رحمتہ للعالمین صاحب خلق عظیم ہیں انک لعلی خلق عظیم اسی لئے قرآن نے آپ کا اسوہ مبارک تمام عالم انسانیت کے لئے نمونۂ عمل قرار دیا ہے

جواہر النعت کے نعتیہ کلام کے پورے جائزے سے اسی اہم پہلو کی نشان دہی ہوتی ہے اور اسی عہد کی پوری نعتیہ شاعری بھی اسی رحجان سے اتفاق کرتی ہے کہ ایک ایسی عظیم المرتبت ہستی جس کو ہر دور ہر عصر اور منطقے کے لئے نمونہ عمل بنا کر بھیجا گیا ہو -

تاہم اسوۂ محمدی ہی کی مشعل سے عالم آب و گل کی تیرگیوں میں راہ حیات تلاش کی جاتی رہی ہے - ذیل میں چند نعتیہ اشعار جو نظم انتساب سے پیش نظر ہیں -

اس سے منسوب کروں
اس کی ہی نذر میں سب گزاروں
یہ عقیدت کے گلاب اور سمن
جو ہے محبوب زمن
جو مطلوب چمن
جو نبوت کا امیں ٹھہرا تھا
اس گھڑی
جب کہ ابھی آدمؑ
آب اور گل سے نہیں گزرا تھا

عزیز صابری کے یہ اشعار حضور اقدس کی شان میں عقیدتوں اور محبتوں کے ترجمان ہیں اور آپ نبوت و رسالت کے امین ہیں اس کے علاوہ اس اہمیت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا تصور

بھی اس کائنات میں نہ تھا ہر آسمانی صحیفے میں آپ کے ذکر کا نشان ملتا ہے ۔ آپ کا ذکر گویا ازل سے جاری ہے اور جاری رہے گا ۔

دور جدید کے نعتیہ رحجان کے زیر اثر چند اور نعتیہ اشعار کی مثالیں حاصل مطالعہ ہیں ۔

فلک پہ نجم و قمر تمہارے زمیں پہ جو کچھ ہے سب تمہارا
تمہیں ہو وجہ بنائے عالم ۔ عجم تمہارا عرب تمہارا
(اخترانصاری اکبرآبادی)

جلوے سے تمہارے ہے جہاں آئینہ ساماں
اک عالم انوار ہے اور دیدہ حیراں
ہر سمت اشارے ہیں نگاہوں کے تمہاری
گلزار نظر آتے ہیں اب دشت و بیاباں
(اختر انصاری اکبرآبادی)

افسر امروہوی کے یہ اشعار بھی ایک مخصوص طرز فکر کی ترجمانی کرتے ہیں کہ فلک تا زمیں آپ کے ہی نقش قدم کی حکمرانی ہے اور آپ ہی کے نور سے انسان نے منزل پائی ہے آپ کا نور ازل سے ابد تک کے لئے ذات انسانی پر اللہ کا بڑا کرم و احسان ہے ۔

رہنے والے آسماں کے ہوں کہ فرش خاک کے
سب کے سب ممنون احساں ہیں شہ لولاک کے
نور محبوب خدا تھا یا خدا کی ذات تھی
جب نہ تارے آسماں کے تھے نہ ذرے خاک کے

آرزو ہے کہ در سید والا دیکھوں
کاش ناظر سے کبھی گنبد خضریٰ دیکھوں
اس کا تو باب کرم سب پہ کھلا رہتا ہے
اذن مل جائے تو وہ رنگ سخا کا دیکھوں

ناصر زیدی کے یہ اشعار ایک ایسی خواہش اور آرزو کا پیش خیمہ ہیں کہ آپ کے در مبارک تک رسائی ہر مسلمان چاہتا ہے چونکہ آپ کے جودوسخا کے دروازے کل انسانیت کے لئے روا نظر آتے ہیں اور آپ کا لطف وکرم سب پر یکساں ہے -

آپ کا نام جو وحدت سے ہم آواز ہوا
شام غم ختم ہوئی صبح کا آغاز ہوا
آپ آئے تو بہاروں کو ملا کیف خرام
آپ آئے تو در قصر سکوں باز ہوا

(اقبال ارشد)

اقبال ارشد کے مزکورہ اشعار کا متن اس اہم نقطہ کی وضاحت کرتا ہے کہ گویا آپ کی آمد مبارک ہی اس کائنات اور دنیا کے لئے غم و آلام کے خاتمے کا سبب بنی اور اس کائنات نے مسلسل بہاروں کا پیغام سنا اور آپ بنائے سکوں اور باعث نجات ہیں -

اس کے علاوہ جواہر النعت میں جن دور جدید کے نعت گو شعراء کے کلام کا انتخاب پیش کیا گیا ہے ان میں اقبال عظیم ، ڈاکٹر مہتاب نظیری شاہ حسن عطا ، حقی شان الحق ، حنیف اسعدی ، راز مراد آبادی ، راغب مراد آبادی ، رحمٰن کیانی ، رزی جیپوری ، رئیس امروہوی ، شاعرلکھنوی منظور حسین شور ، شوق بریلوی ، صبا اکبر آبادی ، صہبا اختر ، عنبرچغتائی کوکب شادانی ، محسن احسان ، محشر بدایوانی ، نازش حیدری ، وسیم فاضلی انجم شادانی ، خالد بزمی ، انور دہلوی ، رحمٰن خاور ، درد کاکوروی مظفر ضیاء ، ڈاکٹر سرور اکبرآبادی ، سعید عباسی ، عنایت علی خان عنایت حمید فہمی ، ماہر القادری ، محسن علی خان ، منظر ایوبی ، قابل ذکی ہیں

اب چند مثالیں اس نعتیں کلام کی پیش کی جاتی ہیں جن میں عہد حاضر کے شعراء نے اپنی اپنی بساط اور توفیق کے مطابق حضور اقدس کی شان میں اپنی عقیدتوں کا اظہار کچھ اس طور سے کیا ہے کہ اس قسم کی شاعرانہ فکر اعلیٰ و رفع مقاصد کی نشاندہی کرتی ہے -

آپؐ شبِ ہستی کا سویرا صلی اللہ علیہ وسلم
فکرو نظر کا آپ اجالا صلی اللہ علیہ وسلم

لوحِ جہاں پہ حرفِ منوّر امی لیکن علم کا مصدر
دشت بلا میں خیر کا دریا صلی اللہ علیہ وسلم

(راز کاشمیری)

اس کا سنگ در چومیں رفعتیں دو عالم کی
سب حدیں بلندی کی جس نے توڑیں آکر

(شاذیہ اظہر)

تم آئے تو دشت کفر ہی میں
انسان نے سراغ اپنا پا یا

(شمس قادری)

جواہر النعت کے اس جائزے کے پیش نظر وہ دور جدید کے تمام ہی شعراء ہیں جن سے یہ نعتیہ انتخاب معرض وجود میں آیا ہے -

اختر ہوشیار پوری ۔ شمع خورشید بانو ۔ تبسم رضوانی ۔ شمیم صہبائی متھرادی ۔ سید عطا حسین کلیم ۔ گوہر ملسیانی ۔ مظہر عرفانی میکش عرفانی ۔ اظہر نادر ۔ نازش رضوی ۔ نشاط لکھنوی ۔ محمد خان نشتر سید علی نظامی ۔ محمد ابراہیم ۔ نظامی دہلوی ۔ محمد نواز ۔ وضاحت نسیم وفا یوسف پوری ۔ حسن اللہ ہما ۔ آباد محمدی احسانی ۔ ارم بریلوی شاہ انصار الہ آبادی ۔ جرأت رضوان عنایتی ۔ صفدر صدیق رضی ۔ حسین سحر ایوب صابر ا صابر ۔ صادق دہلوی ۔ طارق سلیمی ۔ عزیز صابری ۔ محمد عصام مشیر آبادی ۔ محبوب عالم عکس ۔ احمد فاخر ۔ اسلم فریدی ۔ قمر سہارنپوری انور کیف ۔ محشر بریلوی ۔ منصور گیاوی ۔ سعیدہ ناز ۔ ندیم نیازی ۔ نظام متھرادی جمیل احمد نظر ۔ مراد علی نور ۔ محمد اسلم نوید ۔ واثق ذاتی بنگلوری میر واصف علی ۔ واصل عثمانی ۔ وصی تیموری ۔ انور شاہین ہما ۔ شیخ نصیرالدین ہمایوں -

اس مجموعے کے تمام تر نعتیہ کلام سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ زبان و بیان کے اردو شاعری کے جملہ محاسن کو ذہن میں رکھتے ہوئے اور معائب سخن سے دامن بچاتے ہوئے دور جدید کے بیشتر شعراء نے سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنا نذرانہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس کے علاوہ نبی آخرالزماں صاحب رحمت بیکراں کے فضائل اسطرح بیان کئے ہیں کہ انبیائے ما سبق کے مقام نبوت کا استخفاف بھی نہ ہو۔ اور ذوق موازنہ میں کسی نبی کی تنقیص کا پہلو نہ نکل آئے اور آپ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اسطرح اجاگر کیا گیا ہے کہ ان سے شعراء کی قادرالکلامی اوراسلوب و لہجہ جذب و دروں اور اثریت بھی نمایاں ہے اور اس قسم کی شعوری کاوش اردو نعت کے جدید رحجان کے عین مطابق ہے۔

مرتب نے اس نعتیہ مجموعے" جواہرالنعت " کے مقدمے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے۔

جس طور پر کہ ادب کی تمام اصناف میں عہد بہ عہد تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں ان میں کچھ شعوری ہیں اور کچھ غیر شعوری ۔ اس طرح ہر عہد اپنے ساتھ ادب کی تخلیق کرنے کا بھی ایک رحجان لاتا ہے اور یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے ۔ جہاں دوسری اصناف ادب میں بھی تبدیلیاں ہوئی ہیں وہاں نعتیہ شاعری میں بھی ایک خاص شعور کا اضافہ ہوا ہے ۔

اب نعتیہ شاعری میں توانا رحجانات پیدا ہو رہے ہیں اور لہجے میں بھی خاص تبدیلیاں نظر آرہی ہیں ۔

مرتب کے اس خیال سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ نعتیہ شاعری میں یہ ترقی اور یہ تغیر اردو نعت کے جدید رحجانات کے موضوع کی وسعت کا آئینہ دار ہے ۔

جہاں قدماء میں بیشتر شعراء نے نبی اکرم کے صوری حسن و جمال کے بیان پر زور دیا ہے لیکن حالی ، مولانا ظفر علی خان اور اقبال کے متبع میں تعلیمات رسول اکرم ۔ موضوع سخن ہیں اور یہی رخ دور جدید کے نعتیہ رحجانات کی اہم صورت ہے۔ اچھی اور کارآمد شاعری کیلئے یہ نکتہ بہت اہم ہے۔

ابرِ کرم

یہ نعتیہ مجموعہ محمد اکرم نے ابرِکرم کے نام سے 1979ء میں مرتب کیا ہے۔ اس میں چند قدیم اور زیادہ تر جدید شعراء کی نعتوں سے انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کا نام مولانا احتشام الحق کا تجویز کردہ ہے جیسا کہ خود مرتب نے اپنے " تشکر" میں وضاحت کی ہے۔

اس نعتیہ مجموعے کے حرفِ آغاز میں ممتاز حسن مرحوم کے نعتیہ مجموعے " خیرالبشر کے حضور میں " کے پیش لفظ سے اخذ کرکے چند اقتباسات اس میں درج کئے گئے ہیں جن میں فن نعت گوئی سے متعلق خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ انہی خیالات کو مرتب کے رہنما اصول قرار دے سکتے ہیں جو انتخاب کے وقت پیش نظر رہے ہیں مثلاً یہ اقتباس ہے! —

میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں رحمت اللعالمین کی ذاتِ گرامی سے قریب لائے جس میں حضورؐ کی مدح ہو یا حضورؐ سے خطاب کیا جائے نعتیہ کلام کی معنوی قدرو قیمت کا دارومدار اس کے نفس مضمون پر ہے اگر اس کا مقصد ذات رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دوجہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کیلئے ہے اسے نمایاں کرتا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے۔ پیکر رسالت سے قرب کا جذبہ یقیناً ایک نعتیہ پہلو رکھتا ہے البتہ اگر شاعر کی توجہ صرف حضور کے حسن و جمال ظاہری پر رک جائے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے کہ حضور کے قد کا سایہ نہ تھا یا حضور کے سر کے بال آخر وقت تک سیاہ تھا تو اس شاعری کا درجہ وہ نہیں ہوگا جو حقیقی نعتیہ کلام کا ہے جیسے کسی نے کہا ہے۔

معراج کی رتیا دھوم مچی اک راج دلارا آوت ہے

یا ایک اور نعت ہے۔

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا
کملی والے مجھے کملی میں چھپالے آجا

اسی طرح کچھ اور گیت ہیں۔ جو دور قدیم کی عاشقانہ اور جذباتی شاعری کی یاد دلاتے ہیں جو ہندوؤں کے یہاں عام ہے۔

اس سے بھی آگے بڑھیئے تو اس قسم کے شعر نظر آئیں گے۔

اے دوستو فرقت میں مری مرتے ہو ناحق
اچھا نہ کبھی ہوں گا میں بیمار نبی ہوں

اور یہ اس ذات گرامی کے متعلق کہا گیا ہے جو جسم و روح کی بالیدگی اور توانائی کا سرچشمہ ہے۔ تقریباً یہی حال ہماری میلاد کی محفلوں کا ہے جہاں اکثر مقدس تذکرے کے بجائے ذکر رسول ایک افسانوی اور جذباتی رنگ اختیار کر لیتا ہے اور سننے والے نوع بشر کے سب سے بڑے نمائندے کی زندگی اور پیغام سے بڑی حد تک نا آشنا رہتے ہیں۔[1]

حالانکہ دور جدید کی نعتیہ شاعری میں تمام تر جدید رجحانات کا خلاصہ یہی ہے کہ ذات محمدی[2] کا ظہور کون و مکاں کی تخلیق کا نقطۂ عروج ہی نہیں بلکہ منتہائے مقصود بھی ہے۔ ذات محمدی الطاف ایزدی کی سب سے بڑی مظہر ہے وہ بجائے خود ایک رحمت ہے۔ سب سے بڑی رحمت جس جس کے بغیر زندگی اور کائنات کی کوئی صورت مکمل نہیں۔

۱۔ ابرکرم۔ محمد اکرم۔ کراچی۔ حرف آغاز۔ طباعت 1979ء۔ صفحہ 3، 4

ابر کرم میں جن دور جدید کے نعت گو شعراء کے کلام کا انتخاب پیش کیا گیا ہے ان میں مظفر وارثی ۔ سید سلیمان ندوی ۔ سردارعبدالرب نشتر مصطفےٰ زیدی ۔ جمیل الدین عالی ۔ اقبال عظیم ۔ وقار صدیقی ۔ شورش کاشمیری حافظ مظہر الدین ۔ اطہر مسعود ۔ ماہر القادری ۔ مولانا ظفر علی خان قابل ذکر ہیں ۔

ایسے نعتیہ کلام کی چند مثالیں پیش نظر ہیں جن میں دور جدید کے شعراء نے اپنی اپنی بساط اور توفیق کے مطابق حضور سرور کائنات کی شان میں اپنی عقیدتوں کا اظہار کچھ اس طور سے کیا ہے کہ انسانی حیات کے لئے اس قسم کی شاعرانہ فکر اعلی مقاصد کی نشاندہی کرنے کے علاوہ انسانی قلب و نظر کو تسکین سے آشنا کرتی ہے ۔

اشعار " ابر کرم " سے ماخوذ ہیں ۔

ہو لاکھ آفتاب قیامت کی دھوپ تیز
میرے لئے تو سایۂ دیوار آپؐ ہیں

مجھ کو کسی سے حاجتِ چارہ گری نہیں
ہر غم مجھے عزیز کہ غم خوار آپؐ ہیں

(احمد ندیم قاسمی)

ہر اک شے پہ ہے سایہ ذات اقدس
جمال مبیں ہر طرف آشکارا
نظر کو تمنائے دید نبیؐ ہے
نظر کو نہیں کوئی جلوہ گوارا

(بہزاد لکھنوی)

ابر کرم ہے ان کی ذات وجہ سکوں ہے ان کا نام
ان پر نثار جان و دل ان پر درود اور سلام

(کلیم عثمانی)

احساس عطر بیز ہے عنبر فشاں خیال
بیٹھے ہیں ہم مدینے کی نکہت لئے ہوئے

(شوکت تھانوی)

اگر اے نسیم سحر ترا ہو گزر دیار حجاز میں
مری چشم تر کا سلام کہنا حضور بندہ نواز میں
(اختر شیرانی)

تو مرے دھیان میں آتا ہے صبا کی صورت
دل میں کھلتے ہیں گل و لالۂ راحت تجھ سے
زندگی میری ہے طائف کے سفر کا پر تو
میں نے پائی ہے ستم سہنے کی قوت تجھ سے
(عارف عبدالمتین)

کیا شان ہے شان خیر بشر انا عطینک الکوثر
رحمن نے پکارا خود بڑھ کر انّا اعطَیناکَ الکوثر
(ادیب رائے پوری)

اک سجدہ ترے نقش کف پا پہ ادا ہو
اب ایک ہی مصرف ہے گنہگار جبیں کا
(ظہیر کاشمیری)

وہ آئے اور آئے بھی قرآں لئے ہوئے
تنظیم کائنات کا ساماں لئے ہوئے
(مولانا ماہرالقادری)

یہ کون طائر سدرہ سے ہم کلام آیا
جہاں خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
زباں پہ بارخدایا یہ کس کا نام آیا
کہ تیرے نطق نے بو سے مری زباں کے لئے
(ناصر کاظمی)

اس جائزے سے ظاہر ہے کہ اس نعتیہ انتخاب میں شعراء کی نعتیں رنگ جدید کی عکاسی کرتی ہیں اور یہ کہ ہر مکتبۂ فکر کے شعراء نے نعت گوئی میں دل چسپی لی ہے۔

مخزنِ نعت

یہ نعتیہ مجموعہ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے "مخزنِ نعت" کے نام سے مارچ 1979ء میں مرتب کیا ہے اس میں جہاں قدیم تو بیشتر جدید شعراء کی نعتوں سے انتخاب پیش کیا گیا ہے اور اس میں سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس انتخاب کے آغاز میں مرتب نے عربی اور فارسی کے نعتیہ کلام سے منتخب نعتیں بھی شامل کی ہیں اور بالخصوص عربی کی بھی وہ نعتیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور ہجرت نبوی کی نشاندہی میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ نعتیہ کلام کا یہ انتخاب کافی حد تک طویل ہے۔ چونکہ اس کتاب کا ایک حصہ عربی اور فارسی کے نعتیہ کلام پر مشتمل ہے اور دوسرے حصے میں دور قدیم کے شعراء کی نعتوں سے انتخاب مد نظر رکھا گیا ہے اور اسکے تیسرے حصے میں تمام نعتیہ کلام دور جدید کی نعتیہ فکر پر مشتمل ایک اچھا خاصہ انتخاب ہے۔ اس لحاظ سے اس کاوش کو مرتب کی منزل انتخاب پیش کرنے کی کاوش کہا جا سکتا ہے علاوہ ازیں اس انتخاب کی نعتوں کے حاشیے میں مرتب نے ایک انفرادی رجحان یہ کارفرما رکھا ہے کہ جا بجا قرآنی، علمی، شعری اور تاریخی اشارات دئیے ہیں۔

اس انتخاب کے حرفِ آغاز میں محمد اقبال جاوید نے ایک تو اس تمنا کا اظہار کیا ہے کہ اگر میں شاعر ہوتا تو نعت کہتا۔ مگر یہ وہ عطیہ ربانی ہے جو عطا ہوتا ہے لیا نہیں جاتا۔ پھر اپنی اس سوچ کو جن مقامات سے تقویت ملی اسکے ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری کے اس اقتباس کا ذکر کیا ہے جو کہ انہوں نے اپنی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" کے دیباچے کیں تحریر کیا ہے کہ

"یہ کتاب اردو کی نعتیہ شاعری کا ایک سرسری مبصرانہ جائزہ ہے ظاہر ہے کہ یہ جائزہ نعت کے سلسلے میں اس تنقیدی اور تحقیقی مواد کی کمی کو پورا نہیں کرسکتا"[1]

---

1 ۔ مخزنِ نعت ۔ مرجاوید ۔ اقبال پروفیسر ۔ طباعت 1979ء ۔ صفحہ 1

مرتّب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار اس سلسلے میں یوں کیا ہے کہ اس کتاب کا اصل مقصد اسی کمی کو پورا کرنا نہیں بلکہ کمی کا احساس دلانا ہے۔

پھر ممتاز حسن نے "خیر البشر کے حضور میں" جس آرزو کا اظہار کیا ہے وہ پیش کی ہے کہ

"میری تو تمنا ہے کہ ایسے اور انتخاب بھی چھپیں"

اسکے ساتھ ہی شبیہ احمد کے اس مضمون کا ذکر کیا ہے جس کا عنوان (نعت گوئی اور اس کا فن) ہے میں ظفر علی خان کے بعد نعتیہ شاعری میں ایک خلاء کا ذکر کیا ہے۔

دوسری طرف مرّتب کے اردو نعت کے لئے یہ رحجانات ملتے ہیں کہ دور جدید کا شاعر اب نعت کو وسیلۂ اظہار بنانے لگا ہے گویا یہ حقیقت ہے کہ اب بھٹکا ہوا آھو سوئے حرم لوٹ آیا ہے اور آج کے شاعر کو شدید احساس ہو گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے بغیر ذاتی اور کائناتی تزکیہ نا ممکن ہے۔ اُس مرکزِ رشد و ھدایت کے بغیر ظُلمتیں، نور کا لباس نہیں پہن سکتیں۔ اس کی مثال اشعار میں ملتی ہے۔ سے

ان کی محفل تجلّی کی روشن سحر
ان کی محفل سے باہر دھواں ہی دھواں

(ماہر القادری)

ایک شخص سراپا رحمت ہے اک ذات ہے یکسر نور خدا
ہم ارض و سما کو دیکھ چکے لیکن کوئی اس جیسا نہ ملا
سجدے تھے جبیں تک آ پہنچے یثرب کی زمیں تک آ پہنچے
ہم عین یقیں تک آ پہنچے ، اے صلی علیٰ ، اے صلی علیٰ

(آغا شورش کاشمیری)

وہ دشمنوں پہ مدا را وہ دوستوں پہ کرم
بقدرِ ظرف ترے در سے کس کو کیا نہ ملا

(حفیظ ہوشیارپوری)

مجھے اک بار قدموں میں بلا لیتے تو اچھا تھا
شہِ یثرب مری بگڑی بنا لیتے تو اچھا تھا
(سرمد مظاہری)

پیغام لئے پہنچا اسلام لئے پہنچا
دنیا کے بیاباں میں اک آبلہ پا تنہا
پہچان نہیں ممکن اللہ کی اب تجھ سے
ہے قبلہ نما یحییٰ تو مسلّی ملا تنہا
(انجم رومانی)

اس نے دنیا کو دیا انسانیت کا وہ پیام
جس کا اک اک حرفِ حق کا ترجماں بنتا گیا
اس نے قوموں کو دیا عدل و اُخوت کا سبق
اس کا دیں گہوارۂ امن واماں بنتا گیا
(محشر رسول نگری)

وہ اک اُمّی کہ ہر دانش کو چمکاتا ہوا آیا
وہ اک دامانِ بخشش پھول برساتا ہوا آیا
وہ اک نغمہ کہ انسانوں کو چونکاتا ہوا آیا
وہ اک جذبہ کہ ارمانوں کو دھڑکاتا ہوا آیا
(سید ضمیر جعفری)

نبی کی نعت میں جو لفظ کہہ دیا ہو گا
بروز حشر وہی میرا آسرا ہو گا
وہ خوش نصیب جنہیں تو نے راحتیں بخشیں
غم زمانہ انہوں نے بھلا دیا ہو گا
(غلام رسول عدیم)

کوہ فاراں پر جو چمکی برق ظلمت سوز کفر
گوشہ گوشہ اس کی ضو نے طور سینا کر دیا
میرے امی نے کہ طفلنا کا تھا گنجینہ دار
سر فیصلان تھرد خو کا لسیجا کر دیا

(فیاض ہریانوی)

اس قدر اونچا ہے رتبہ شہہ بطحا تیرا
سب جہانوں میں چمکتا ہے ستارا تیرا
بزم آفاق میں تا بندہ ہیں تیری یادیں
دل میں چاہت ہے تری سر میں میں ہے سودا تیرا

(محمد یعقوب حاکم)

ہر ذرہ کائنات کا گرداں ہے اس لئے
ہر لحظہ گنگنا رہے لبوں نعت مصطفےٰ

(قیوم نظر)

بچھاتے چشم و دل تھے راستوں پر ان کے شیدائی
مدینے کی زمیں کو یاد ہے اب تک خرام ان کا

(حلیم رودلوی)

وہ جس کے خلق کی شاہد ہے خود کتاب ہدیٰ
وہ جس کا حسنِ عمل شارحِ کتاب ہوا

(حضور احمد سلیم)

نظروں کو روکش غم دوراں بنا دیا
تیرے کرم نے مجھ کو سلطاں بنا دیا

(امیر ابن الناز ی طہٰ)

مقدر مجھے لے تو جائے مدینے ، کفِ پا اہل حرم چوم لوں گا
میں جھاڑوں گا پلکوں سے گلیاں وہاں کی نگاہوں سے بابِ حرم چوم لونگا

(بیدل جلپوری)

تیرا شہود باعث تکوین کائنات
تیرا وجود جوہر ارض تجلیات
(حکیم احمد شجاع ساحر)

کب سے ہوں سوختہ جاں میں بھی شتر کی صورت
وہ بھی دن آئے کہ دیکھوں ترے گھر کی صورت
(حافظ لدھیانوی)

محیط و ثابت و سیّار ہے، حضور کی ذات
تمام دہر کی مختار ہے حضور کی ذات
(سحر رومانی)

ارم آفریں خاکپائے محمدؐ
حریف سکندر گدائے محمدؐ
گریزاں گریزاں شب تار باطل
ضیائے حقیقت ضیائے محمدؐ
(اثر صہبائی)

در اور ہے کہاں در خیر البشر کے بعد
جھکتا ہے سر اسی جگہ قلب و نظر کے بعد
گویائی سنگ ریزوں کو بخشی حضور نے
سورج ابھرا ہے ڈوب کے شق القمر کے بعد
(انجم وزیر آبادی)

مخزن نعت سے ماخوذ دور جدید کے شعراء کے نعتیہ کلام کی مثالیں حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے ایسے اعلیٰ پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں کہ حب رسول ہمارا ایمان ہے۔ بلکہ ایمان کی تکمیل ہے۔ ناموس رسالت پر جان دینا مسلمان کی واحد آرزو ہے۔ اس نعتیہ کلام میں جا بجا اس قسم کے رحجانات کی ترجمانی نظر آتی ہے کہ انسانیت کی دینوی اور دینی سرخروئی کے رمز ہی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پوشیدہ ہیں۔

اس رحجان کی نشاندہی علامہ اقبال کے اس شعر سے بھی ملتی ہے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دور جدید کی نعتیہ فکر میں اس قسم کے احساسات اور خیالات کو پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ ہمارے ادبار و انحطاط کا باعث یہی ہے کہ ہم میں عشق رسول کا فقدان ہے - جب تک مقصد اور منزل معیّن نہ ہو ارادوں میں ولولے - نگاہوں میں رفعت - جذبوں میں مستی اور عزائم میں سر بلندی نہیں آتی - اگر مدعا سامنے ہو انسان جبر و عمل کی دنیا میں سرگرم رہتا ہے اسکی اہمیت یہ ہے کہ وہ اپنے تلوؤں سے کانٹوں کو دعوت نہیں دیتا ، انہیں خون جگر پلاتا اور صحراؤں میں باغبانی کی بنیاد رکھتا ہے - خیال کی لَو اور یاد کی ضو انسان کو ابھرنے اور بڑھنے میں مدد دیتی ہے -

آج ہماری نا مرادی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ نہ ہمارے تصور میں اپنے محبوب کی دلکشی ہے اور نہ منزل کی تمنّا - یہ وہی غفلت اور بے راہ روی ہے جسکے نتیجے میں ہماری صفیں کج ہیں - دور جدید کی اردو نعت میں جا بجا انہی احساسات و رحجانات کی عکاسی کی گئی ہے کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک ساز رگ جاں نہیں بنتا ، جب تک اسوہ رسول محوِر حیات نہ ہو اور اسوہ رسول جزو کردار نہیں بنتا جب تک قرآن پیش نظر نہ ہو - گویا عشق رسول کا حاصل خوف خدا ہے ایمان کی اسی استقامت اور انہی رحجانات کی جھلک چند اور نعتوں کے اشعار میں بھی ہے -

مرے شہ کونین ، در پر غیر کے جھکتا نہیں
تیرے سنگ آستاں کے واسطے جو سر بنے

(خوشی محمد ناظر)

دربار شہہ میں بھی میں اگر سرکشیدہ ہوں
اس کا ہے یہ سبب مرا پندار آپؐ ہیں

(احمد ندیم قاسمی)

ظلمتوں پر کل جہاں کی چھا گیا بطحا کا چاند
مستقل اک روشنی پھیلا گیا بطحا کا چاند

(جوش ملیح آبادی)

کمال صانع صنع ازل تری تخلیق
ترے وجود سے روشن یہ خاکدان وجود
ترے فیوض سے ادنیٰ گدا بھی اسکندر
ترے جلال سے لات و ہبل بھی سربسجود

(مظہر عارف)

ہر ابتدا سے پہلے ہر اک انتہا کے بعد
اعلیٰ ہے سب سے ذاتِ محمد خدا کے بعد
شاید اسی کا نام ہے تو ہین جستجو
منزل کی ہو تلاش ترے نقش پا کے بعد

(قتیل شفائی)

بگڑے ہوؤں کو کس نے سنوارا ترے بغیر
ڈوبے ہوؤں کو کس نے ابھارا ترے بغیر

(اعظم چشتی)

دشمن بھی ترے خلق و دیانت کا معترف
کافر بھی تیرے لطف و عنایت سے شرمسار

(نذیر لدھیانوی)

حبیب کبریا بن کر شفیع بحر و بر ہو کر
فضائے لامکاں تک چھا رہے ہیں وہ بشر ہو کر

(کوثر قریشی)

دامن سلطان بطحا سر پہ ہے جلوہ فگن
حشر میں جنت بداماں ہیں غلامانِ حجاز

(ذاکر قادری بدایونی)

آپ کے دم سے مشرّف ہو گئی خاک حجاز
ورنہ دکانہ مٹی کے لئے کیسا شرف کیا امتیاز

(جعفر حسن جعفر)

آلام جہاں لاکھ ہوں جانکاہ و غم انگیز
ہے عشق محمد دل محزوں کو طرب خیز

(مسلم ناصری)

ختم رسل کے بعد پیمبر غلط غلط
نازل ہو اب کتاب کسی پر غلط غلط

(امین گیلانی)

جب نظر داتا کی اٹھی قلب سائل کی طرف
عرش سے اک موج نور آنے لگی دل کی طرف

(رضا اکبر آبادی)

تو روح ازل ، نور ابد ، جان دوعالم
محبوب خدا یوسف جاناں د و عا لم

(یُوسف ظفر)

حسن سراپا عشق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
روئے منوّر گیسوئے پر خم صلی اللہ علیہ وسلم

(مسافر نظامی)

جہد و عمل بھی استغنا بھی ، سعی و طلب بھی جود وسخا بھی
گھر گھر روشن شمع قناعت صلی اللہ علیہ وسلم

(روشن صدیقی)

جلوہ ذات کی حامل نہ ہوئی چشم کلیمؑ
یہ ہیثا کی قسم ۔ طور تجلی کی قسم

(ضیاء القادری)

ان کی نظر کے فیض سے خار بھی پھول ہو گئے
انکے قدم سے مل گیا خاک کو عرش کا مقام

(کلیم عثمانی)

جھکی ہوئی سر قرطاس ہے جبینِ قلم
ہے محو ذکرِ جمیل پیمبرِ اکرمؐ

(انور مسعود)

عظمت آدم ۔ نازش حوّا ۔ صلے اللہ علی وسلم
حیرت موسیٰ ۔ غیرت عیسیٰ ۔ صلّی اللہ علیہ وسلم

(علیم الدین ارشد)

طلعت جس کی سب سے مطہر بعثت جس کی سب سے مؤثر
خلقت جس کی سب سے مقدم صلّی اللہ علیہ وسلم

(اقبال احمد سہیل)

فخر رسل کی امت نے بھی فخر امم کا رتبہ پایا
رحمت حق کی بارش اور ہم صلّی اللہ علیہ وسلم

(کلیمؔ)

جان طریقت دولت عرفاں ، روح شرافت ، غیرت ایماں
شوکت انساں عزّت آدم صلی اللہ علیہ وسلم

(ظفر زیدی)

ساری دنیا جا رہی تھی راہ کفر و شرک پر
آپ نے آکر دیا رشد و ہدایت کا پیام

(نور محمد انور)

بحرِ عنایت قلزمِ شفقت صلی اللہ علیہ وسلم
منبعِ عرفاں ، مخزنِ حکمت صلی اللہ علیہ وسلم

(فیض سمبلپوری)

سکونِ روح راحتِ قلبِ حزیں ہو تم
میری نظر میں ، روح میں ، دل مکیں ہو تم

(سید الظفر سلطان پوری)

مسافروں کو ترا در ہے منزلِ آخر
یہیں سب اپنی مسافت تمام کرتے ہیں
جنہیں جہاں میں کہیں بھی اماں نہیں ملتی
وہ قافلے یہاں آکر قیام کرتے ہیں

(ناصر کاظمی)

نگاہِ کرم سے نہ محروم رکھیو
تمہارا ہوں میں گر بھلا یا برا ہوں

(سردار عبدالرب نشتر)

گدائے کوئے محمد کی شان کیا کہئے
کہاں یہ شان ہے دنیا کے بادشاہوں میں

(شرقی بن شائق)

تیرے عاشق ہی زمانے میں رہینگے ممتاز
جرأت و حوصلہ و عزم و یقیں ہے دل میں

(کیپٹن منظور حسن)

آؤ کہ ذکرِ حسنِ شہ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں شبِ غم کی سحر کریں کریں

(حافظ مظہر الدین)

جو آئی یاد مدینہ تو آنسوؤں کی طرح
چھپا لیا ہے اسے بے قرار آنکھوں میں
(شاعر لکھنوی)

دل و نگاہ کو یوں شاد کام ہم بھی کریں
پہنچ کے باب نبی پر سلام ہم بھی کریں
(غافل کرنالی)

مخزن نعت کے دور جدید کے شعراء کی نعت گوئی اور جدید رحجانات جو ان کی نعتوں میں نظر آتے ہیں ان کی مثالیں کافی حد تک اس جائزے میں پیش کی گئی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ جن دور جدید کے نعت گو شعراء کے کلام کا انتخاب پیش کیا ان میں۔ فضل حق ، اقبال شوقی عبدالحمید شوق عبرت صدیقی ، تبریزدانی ، دانا اکبرآبادی ، سعید سہروردی ، ضیاءالحسن ضیاء عروج ، شاغل نظامی ، ساجد صدیقی ، تسکین قریشی ، نشترجل لندھری ملک منظور حسن منظور ، انور صابری ، عزیز حاصل پوری، راسخ عرفانی ابو سعید حیرت جلالپوری ، خالد بزمی ، راز کاشمیری ، محمد خان کلیم جمال سویرا ، بشیرصدیقی ، سرور سنبھلی ، خلوت ، عبدالعزیز خالد ، حفیظ تائب ، نازش پرتاب گڑھی ، غلام زہیرنازش ، جاوید اله آبادی ابو الاثر حفیظ جالندھری ، ثقلین احمد منوربہ ایوانی ، مرزا محمد منور حکیم خادم علی ، ولی وارثی ، محمد اکرم رضا ، نثاربارہ بنکوی ، عابد نظامی ابو طاہرمصلح الدین ، عبدالمنان شاہد ، علیم محشرچھتاری ، عبدالصبور طارق شوکت تھانوی ، ذکی کیفی ، علامہ غلام یعقوب انور ، مظفر گجراتی ، مولانا مفتی شفیع صوفی غلام مصطفےٰ تبسم ، احسان دانش ، عارف عبدالمتین ، مولانا کوثر نیازی شہزاد احمد ، حمید صدیقی لکھنوی ، راجا رشید محمود ، نصرت نوشاہی اصغر سودائی ، حافظ ظہیرعزم صدیقی ، اکبرکاظمی ، محمد سبطین شاہجہانی ادب سہابی ، ذوقی مظفر نگری ، بشیر گجراتی ، عارف سیالکوٹی ، علی احمدصابر وصی سیتا پوری ، سید محمود علی مائل کرنالی ، ارشاد علی ارشاد کرنالی قیصر وارثی ، لطیف احمد ریحان ، شرقی جالندھری قابل ذکر ہیں۔

اس جائزے سے ظاہر ہے کہ اس نعتیہ انتخاب میں شعراء کی نعتیں جہاں حضور اقدس کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ ملت کے حال زار ، زمانے کی تلخیوں اور وقت کی سنگینیوں کو دربار رسالت میں پیش کرتی ہیں کہ آپ کی ذات درد کا درماں اور زخم کا مرہم ہے اس نعتیہ شاعری کے تصور کے نزدیک آپ ہی وہ ماہ تمام ہیں جس کی تابشیں لٹی ہوئی صبحوں اور بجھی ہوئی شاموں کو منور کرتی ہیں جدید نعتیہ شاعری کا اہم ترین رجحان یہی ہے کہ اس کی ذات میں کائنات سمٹ کر حضوری کے روبرو پیش ہوتی ہے اور اس میں صوری محاسن کا ذکر بھی ہوتا ہے مگر تاریخ اور سیرت پر بھی روشنی ملتی ہے اور یہی وہ خوبی ہے جس نے نعتیہ شاعری کو رسم وروایت سے نکال کر ایک عظیم مقصدی ادب بنا دیا ہے چنانچہ اس انتخاب میں انہی افکار و خیالات کی نعتیہ شاعری ملتی ہے جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے اور جہانتک تغزل کی لطافت شعر کی حلاوت اور ادب کی چاشنی کا تعلق ہے تو اس میں ان شعری اسباب کی بھی کمی نہیں ہے -

----

باب ۱۳

باب سیز دہم

دور حاضر کے ممتاز نعت گو اور ان کے نعتیہ مجموعے

(تبصرے)

قندیل نور

محمد ایوب قریشی صابر کا سگنجوی کا نعتیہ مجموعہ " قندیل نور" کے نام سے پہلی مرتبہ 1977ء میں اور دوسری بار 1982ء میں اشاعت پذیر ہوا ۔ اس نعتیہ مجموعے کا آغاز حمد سے ہوا ہے اور اس کے بعد دعا ہے جو حمد میں نعت کے رجحان پر مشتمل ہے ۔

قندیل نور کی نعتیہ شاعری میں عقیدت اور روایت اپنی آب و تاب سے عکس جماتی ہوئی نظر آتی ہے ۔ ایسے احساسات اور جذبوں میں عشق و محبت کی فراوانی اور حضور اقدس کی ذات مبارک کے حسن و جمال توصیف و تعریف کا پرتو صاف نظر آتا ہے ۔ گو ایک طرف تو عشق رسول سے سرشار خیالات مسلمان کے جذبے کی صداقت کا اظہار ثابت ہوتے ہیں جیسے کہ "قندیل نور" کی نعتیہ شاعری میں ایک مقام پر حدیث مبارک کو قلم بند کیا گیا ہے کہ حضور سرور کائنات نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے والدین ، اولاد ، دنیا کے مال و متاع حتیٰ کہ ہر شے سے زیادہ عزیز نہ سمجھے ۔

اور اسی طرح ان اشعار میں ایک مقام پر معراج کے واقعے کا بیان یا دوسرے اسلامی تاریخ کے شواہد ہیں کہ حضور اقدس نے جو ضابطۂ حیات اُمت مسلمہ کے لئے پیش کیا اس پر چلنے کی تلقین یا آپ کے اعمال مبارک اور اخلاق حسنہ آپ کے افکار ۔ آپ کے نظریات آپ کے رجحانات ، آپ کا طرز عمل آپ کا عدل ، آپ کا انصاف ، آپ کا ایثار ، آپ کا عجز و انکسار ، آپ کا خلوص آپ کے فیصلے ، آپ کا نقش قدم ، آپ کے اصول ۔ اگر اس رجحان کی حامل قندیل نور کی نعتیہ شاعری ہوتی تو اس کے تمام افکار و نتائج اردو نعت کے جدید رجحانات کی شکل میں برآمد ہوتے لیکن اس کتاب میں حقیقتاً تو نئے

انداز اور ملانات کی کمی ہے صرف اتنا ضرور ہے کہ اس نعتیہ مجموعے کے چیدہ چیدہ اشعار کو اردو نعت کے جدید رحجان کے تحت شمار کیا جا سکتا ہے اس ضمن میں چند اشعار قابل ذکر ہیں۔

دیا ہے زمانے کو درس محبت
زمانے کے اخلاق تم نے سنوارے

مرتب ہے قرآں سے سیرت نبی کی
ہے سیرت نبیؐ کی یہ قرآں سارا

قندیل نور کے نعتیہ کلام کی تفصیل کچھ اس طرح سامنے آتی ہے کہ ذاتی غم و آلام کے ازالے کی آرزو یا آپ کے در اقدس سے دوری - یا آپ کے ہجر کی تڑپ اس نوعیت احساسات و خیالات اس شاعری کا تمام پس منظر پیش کرتے ہیں -

قندیل نور کی نعت فنی اعتبار سے جدت ادا سے عبارت ہیں -

فار قلیط

"فار قلیط" ستمبر 1964ء میں شائع ہوئی - فار قلیط دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نام پاک ہے - یہ وضاحت مصنف نے کی ہے انجیل میں مزکور ہے اور عبرانی زبان میں عربی احمد کا مترادف ہے - قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی زبانی یوں آیا ہے

" و بشر الرسول یا تی من بعدی اسمہ احمد "

اور میں خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسولؐ کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا اور انجیل میں ہے -

دان اطلب من الاب معطیکم فارقلیط (اور میں مانگوں گا باپ سے سو وہ تم کو فارقلیط دے گا)

جناب عبدالعزیز خالد نے اپنی طویل نظم کیلئے فارقلیط کا نام اختیار کرکے جدت اور جودت کا اظہار تو کیا ہی ہے اس کے علاوہ اہل قلم کے لئے اس میں اشارہ بھی ہے کہ ان کا ممدوح ایک ایسی ہستی ہے جس کا رسول خدا اور احمد مجتبیٰ ہونا قرآن مجید ہی سے نہیں بلکہ بعض دوسرے صحیفوں کی طرح انجیل مقدّس سے بھی ثابت ہے پھر یہ مجموعہ ہے تو نعتیہ اشعار پر ہی مشتمل لیکن اس کیلئے یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ اس کا موضوع خالد صاحب کا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اظہار محبت ہے یہ کتاب بالکل نئے اور اچھوتے انداز کی نعتیہ شاعری پیش کرتی ہے یہ دوسرے نعتیہ شعری مجموعوں میں عموماً مختلف اوقات میں کہے ہوئے اشعار کو یکجا کر دیا گیا ہے لیکن اس مجموعے کا انداز بالکل ایسا ہے جیسا کہ عام نثری تصانیف میں اختیار کیا جاتا ہے کہ کسی ایک موضوع کو سامنے رکھ کر پوری کتاب میں اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور کتاب مختلف ابواب و فصول میں منقسم ہوتے ہوئے بھی ایک مربوط اکائی ہوتی ہے فارقلیط کے سات حصّے ہیں اور ان حصوں کو پہلی دوسری اور تیسری کتاب کہا گیا ہے ۔ اس طرح سات " کتابوں " کے بعد صحف کی تقلید میں " الواح " کے عنوان سے عربی ، انگریزی اور اردو اقتباسات کا ایک سلسلہ ہے جو تشریحی ہے ۔ تعلیقات و حواشی کو اس انداز سے پیش کرنا بھی جناب عبدالعزیز خالد کی جدت ہے اور اردو نعت میں جدید رجحانات کی اس سے بہتر مثال کم ہی ملے گی ۔ پوری کتاب کو قصیدے کی طرح ایک ہی ضمن میں شروع سے آخر تک پیش کرنا اور سال اشاعت کی رعایت 1384 اشعار اور 1384 ہجری میں کہنا بھی ایک جدت ہے جو مصنّف کی جودت طبع کی شاہد ہے ۔

میں فرش زمیں ہوں تو سقف سما ہے\
میں سانسوں کا مہمان تو موج ہوا ہے\
قلمبند ہو کس طرح برگ نے سے\
بیاں شرحِ حسنِ گلو سوز کا ہے

سنی ام معبد سے تعریف تیری
بہت تجھ سے ملنے کو جی چاہتا ہے
دم گفتگو منہہ سے کرنوں کی بارش
دہن مہر تاباں کو شرما رہا ہے

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ خالد صاحب سادگی پسند ہیں لیکن تبحّر علمی کی وجہ سے اغلاق کی طرف مائل ہو جاتے ہیں غالباً اسی وجہ سے ان کی نعتیہ شاعری عام فہم نہیں ہے اور ان کی مقبولیت کی راہ میں بھی حائل ہے ۔ ان کا ایک انفرادی رحجان شعری ہے ۔ اسی مجموعے کی پہلی کتاب کے اشعار سے بخوبی ان کے اس رحجان کی عکاسی ہوتی ہے ۔

ضلیعُ الفم ۔ اشکلُ العینَ ۔ ابیضُ
نہ تابِ نظارہ نہ تابِ شاہد ہے
ہے ضربُ المثل خائضُ الطّرف ۔ اکحلؔ
یہ اثمد کا سرمہ بھی کحل دجی ہے

اس کتاب کے آخر میں تعلیقات و حواشی کا ضمیمہ ایک مسلم معاشرے کے علمی زوال کا نوحہ پڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے ۔ لیکن خالد صاحب کا یہ نعتیہ مجموعہ محض اظہار جذبات کا ذریعہ نہیں بلکہ ابلاغ کا مظہر ہے اور یہ ابلاغ ایک مبلّغ کا نہیں ہے بلکہ ایک شاعر کا جو اپنے فن کی نزاکتوں کو مجروح نہیں ہونے دیتا ۔ یہ اشعار اس قدر لطیف نظر آتے ہیں ۔

کہاں قلب کافر میں رحم و مروّت
ہیولیٰ ہے جاں داوۂ مادہ ہے
وہ طاقت سے دیتا ہے تا سیم و زر کو
ابھرتا ہے سورج تو سر پھٹکتا ہے
ہے لالچ ہی کھوٹے کھرے کی کسوٹی
کہ نقدہ طلاح سک عادلیہ ہے

اتر   اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے
اسی طرح قرآں نازل ہوا ہے
ہے نور سحر کی طرح راہ صادق
کہیں چاند بھی راستے بھولتا ہے

پھر ہندی لب و لہجہ اور دیومالائی علوم سے واقفیت ہندی علوم میں تبحّر اور مہارت کی شہادت اور فنی لطافت و نظامت کی مثالیں ان اشعار میں ملتی ہیں۔

میں شبدوں کی پیاسی ۔ میں چرنوں کی داسی
تیری جستجو مجھکو صبح و مسا ہے
نشیلے کنول ۔ نین کجرالے تیرے
چھپا کر نظر دل تجھے دیکھتا ہوں

اسی نوعیت کے کچھ اور بھی اشعار ہیں مثلاً

میں جوگن بروگن میں کلی کمینی ۔ تو سرتاج میرا ۔ میرا دیوتا ہے
تو دیپک میں کاجل تو درپن میں سکھ ۔ میں کالک تو پربھات کی لالیما ہے
میں ڈھیلا تو پارس میں کنکر تو ہیرا ۔ میں مٹی کی گڑیا تو ابرو بنا ہے
تو ساجن سوامی میں باندی بیاکل ۔ میں مورکھ نماٹی تو گن ہے کلا ہے
ٹپکتی ہیں بوندیں دہکتے ہیں آنسو ۔ ابھاگن کے ساتھ آسماں رو رہا ہے
میں نسدن پریتم کے درشن کو ترسوں ۔ جو من بھاؤنا ہے جو جگ موہنا ہے
امر بیل سینچی ہے پریم آنسوؤں سے ۔ میں مالن تری تو مرا باغیچہ ہے

اسی طرح مسلسل تریسٹھ اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اعداد کے مطابق کہے ہیں ۔ یہ بھی کلام کی ندرت اور خیال آفرینی ہی کا کھلا ہوا ثبوت ہے اور قابلِ تحسین و آفریں ہیں

پھر تجاہل عارفانہ کے ساتھ کس قدر اعلیٰ لطافت ہے ۔

تو ماہی ہے اے کملی والے کہ ماہی
دل خالد آسوختہ بھولتا ہے
تو حاشہ بھی عاقب بھی شاہ زمن بھی
ترے گرد سارا جہاں گھومتا ہے
تو اصل اور کون و مکاں فرع تیری
تو کندن ہے دنیا تیں ناسرہ ہے

خالد صاحب کی یہ کتاب محض عقیدت نہیں ہے بلکہ سیرت پاک کا ایک مختصر جائزہ اسے اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔ اس کے نعتیہ اشعار میں ایسے حالات اجمالاً پیش کئے گئے ہیں جن کی موجودہ معاشرے میں بار بار یاد دلانے کی ضرورت ہے ۔ مغرب کی اندھا دھند پیروکاری ، شراب خوری ، دین سے بیزاری اور فسق و فجور کی آلائشوں میں مبتلا رہ کر قرآنی تعلیمات کا مذاق اڑانا اور تاویلات کے فریب دینا وغیرہ ایسے معاشرتی عیوب ہیں جن کے خلاف حکمت و موعظت حسنہ کے ذریعہ شاعرانہ ابلاغ ہی مفید اور مستحسن ہو سکتا ہے ۔ پھر موجودہ شاعر ایسے بھی ہیں جو کسقدر واہی اور اول فول بکنے کو شاعری سمجھتے ہیں اور سازندوں جیسے ساز اور پردرد آواز کو وسیلہ بنا کر فوقیت جتانا چاہتے ہیں اس مجموعے کے اشعار میں انہی احساسات کی غمازی کی گئی ہے ۔ مسلم قوم کی بے حسی اور مردہ ضمیری کا رونا ہے ۔
بنے اہل اسلام رقاص و مطرب ۔ یہ شہر نبیؐ ہے کہ شہر نوا ہے
نہیں انجمن کوئی بے رنگ و راش ۔ وسیلہ تقریب تشہید و غنا ہے
ہوں شیر و شکر خوش گلی خوش گلوئی ۔ تو وصدق صدی کا محض ادعا ہے

اس طویل نعتیہ نظم کے تمام اشعار میں جو رجحان ملتا ہے اسکے زریعے اصلاح قوم اور معاشرے کے لئے ایک ایسی راہ کا تعین ہو سکتا ہے جو فرد اور قوم کی زندگی میں فلاح اور نیکی کی ضامن ہونے کے ساتھ اس کی خودی اور زندہ ضمیری انسانیت شناسی میں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہے جو مقصدی

ہونے کے ساتھ انسانی اذہان پر اپنا نقش مرتب کرتی چلی جائے ۔ خالد صاحب کی نعتیہ شاعری اسی رحجان کی بناء پر اہمیت اور انفرادیت کی حامل ہے ۔

نور کی ندیاں رواں

نعیم صدیقی کی یہ کتاب " نور کی ندیاں رواں " کے نام سے پہلی مرتبہ نومبر 1987ء ربیع الاول 1408ھ میں شائع ہوئی ہے اس کتاب کا تمام تر شعری سرمایہ " اردو نعت کے جدید رحجانات " کی عکاسی کرتا ہے اس کی نعتیہ شاعری میں بہت کم نعتیں ایسی ہیں جو روائیتی یا رسمی انداز پر لکھی گئی ہیں ورنہ تو اس مجموعے کی نعت اس شعور اور احساس کو اجاگر کرتی ہے جس نے عام نظم و نثر کے میدان میں ایک مقصدی روش کو راہ دی ہے ۔

" نور کی ندیاں رواں " کی نعتیہ شاعری اس انقلابی رُخ سے کافی حد تک متاثر نظر آتی ہے جس نے ترقی پسندی کے دورِ عروج میں سر اٹھایا چونکہ اس دور کے شعر و ادب نے انقلاب کی باتوں کو اپنا مطمحِ نظر سمجھا چنانچہ عام شاعری کے برعکس نعتیہ شاعری میں بھی یہی رخ نظر آنے لگا ۔

اس کے علاوہ دوسرا خاص پہلو اس مجموعے کی نعتیہ شاعری میں یہ ہے ۔ اس کے اشعار میں جذبوں کی بے تابی ہے اور شدید کرب کے ساتھ ان اشعار میں خلوص جھلکتا ہے ۔ ان میں رُوح معنویت کسی مقام پر بھی مجروح ہوتی نظر نہیں آتی ۔

اس مجموعے کی نعتوں میں کچھ بڑے اہم فنی تقاضے نظر آتے ہیں اوّلاً یہ کہ حضور کی دعوت انقلاب کا اُبھارنا ۔ یہ تصّور ان میں ملتا ہے اس کے ساتھ نئے اضافی تجربے بھی ان کی روح ہیں ۔ الفاظ اور تراکیب کے دائروں میں بھی نئے پن کا اظہار موجود ہے ۔ گوکہ نعت کے پیرایوں میں نئے اضافی تجربے بہت کم اردو کی نعتیہ شاعری میں نظر آتے ہیں ۔

" نور کی ندیاں رواں " کی نعتوں میں فنی و لسانی حسن اور لطافت کی نزاکت موجود ہے اور ان نعتوں کو جس پہلو سے بھی دیکھا جائے ایک متاعِ خیر یا سرمایۂ جمال ان کی تخلیق سے نمایاں ہوتا ہے - اس رجحان کی مثالیں چند اشعار میں پائی جاتی ہیں -

یہ تیرے عشق کے دعوے یہ جذبہ بیمار
یہ اپنی گرمئ گفتار، پستیٔ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار، کھوکھلی تلوار
حسین لفظوں کے انبار، اڑ گیا مضمون!
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟
ترے مقام کی عظمت بھلا کے بیٹھے ہیں
ترے پیام کی شمعیں بجھا کے بیٹھے ہیں
ترے نظام کا خاکہ اڑا کے بیٹھے ہیں
ضمیر شرم سے پرداغ قلب ہے محزون
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟

اس نعتیہ مجموعے کی نعتیہ شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ حالاتِ حاضرہ کا المیہ اور مسلمانوں کے اجتماعی مصائب اس میں اسی طرح داخل و شامل ہیں جسطرح کہ اسی اندازِ فکر کی مثال اور مماثلت حالیؔ کی مشہور نعت (" اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ ") میں ملتی ہے یا پھر مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خاں کی درخشاں نعتوں کے ساتھ اقبال کے " طرابلس کے شہیدوں کے لہو " جیسے فن پاروں کے علاوہ " فریادِ امت " جیسی طویل نظمیں لکھیں اور آہستہ آہستہ حضورؐ کی محبت ان کے کلام پر پوری طرح چھا گئی - اس مجموعے کی نعتوں میں بھی کافی حد تک اسی قسم کے رجحانات ملتے ہیں اور ان کا سرچشمۂ تخلیق محبتِ رسولؐ ہے حتیٰ کہ اس کی آزاد نظموں کی روح بھی جذبہ عقیدتِ رسالت ہی ہے اس اندازِ فکر کی آئینہ داری چند اشعار کرتے ہیں -

انشا ہوں محمد کے جلوے ، اور گرد کے جو طوفاں اٹھے ہیں چاروں طرف وہ چھٹ جائیں
کوئی ایسی زندہ نعت کہو !
ہر مقتل دل بن جائے کھنڈرا ، دولت کے منارے ٹوٹ گریں ، نخوت کے غبارے پھٹ جائیں
کوئی ایسی زندہ نعت کہو !

اس کے علاوہ بھی اس کتاب میں ایسی نعتیں موجود ہیں جن کے اشعار مختلف قسم کے رحجانات اور خیالات کو پیش کرتے ہیں - ان میں سے بعض اشعار پیش نظر ہیں -

ہر لمحے آلام - ہر جانب آفات
نالوں کے طوفاں - اشکوں کی برسات
اپنے گل بھی خار - اپنے دن بھی رات
یہ ہے روشن دور - اک بحرِ ظلمات

شبہائے حادثات میں تو روشنی کی لہر
صحرائے کن فکاں میں ہے تو چشمۂ کرم

بستی بستی ، وادی وادی ، صحرا صحرا خون
امت والے ، امت کا ہے کتنا سستا خون
انسانیت کی ہیں قدریں ہر جانب پامال
اتنے زخمی اتنی لاشیں ، اتنا بہتا خون

انہی مختلف رحجانات میں سے ان کی ایک رحجان اس ایک اور نظم کے اشعار سے بھی برآمد ہوتا ہے - جو کچھ اس دور میں ہو رہا ہے وہ کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے -

اے میرے نبی صدق و صفا ، جب دل پہ شب غم چھاتی ہے
ہاں جھوٹ گواہی دیتا ہے جب سچ کا غازہ رُخ پہ مسلے
کرتا ہے امانت کفر یہاں جب تقوائے کی محراب تلے
طاغوت کی جب بے باک ہنسی غیرت کو ضرب لگاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل ایسے میں تری یاد آتی ہے

اس کتاب کی نظموں کے علاوہ نعتیہ غزلوں میں بھی فنی محاسن عروج پر ہیں ان میں بھی عصری آگہی اور مسلم معاشرے کی بدلتی ہوئی اقدار کا ذکر موجود ہے۔

لبی جنوں کی بات ہے اور ایک رات ہے
دکھوں کی کائنات ہے اور ایک رات ہے
صدیوں کی داستاں ہے مگر چند ساعتیں
طوفان واردات ہے اور ایک رات ہے

اس نعتیہ مجموعے کی خوبی یہی ہے کہ عصری آگہی اور سماجی شعور کے علاوہ فنی اور لسانی خوبیاں بھی خاص طور پر نمایاں حیثیت رکھتی ہیں

صلو علیہ وآلہ

حفیظ تائب کا یہ مجموعہ نعت صلو اعلیہ وآلہ کے نام سے 1398 ھ 1978ء میں شائع ہوا ہے۔ اردو نعت کے جدید رحجانات کے مطابق نعت گوئی میں حفیظ تائب منفرد و ممتاز ہیں۔ ان کی نعت میں عشق و عقیدت کی وارفتگی کے ساتھ تمام ممکنہ فنّی محاسن بھی ہیں اور ایک کڑی حدِ ادب قائم رکھ کر اس دور میں جو سند کا درجہ رکھتی ہو۔ اعلیٰ معیار اور جدید انداز میں نعت کہنا حفیظ تائب کا امتیاز ہے۔

حفیظ تائب کی ہر نعت سے اس کیفیت کا اظہار ہوتا ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری صرف آواز اور لہجہ کی شاعری نہیں ہے اس میں حرف مطلب

ہے - یعنی وصف حسن بھی ہے مگر غزل کے انداز میں نہیں گیت کے رنگ میں نہیں اور نہ توصیف کا انداز قصیدے کے طرز کا ہے اس میں التجا اور تمنا ، طلب و تقاضا ہے لیکن اپنی اغراض و مقاصد کی تکمیل کی تمنا نہیں ہے صرف انسانیت کے لئے چارہ جوئی کا تصور ہر قدم پر دامن گیر ہے -

حفیظ تائب کی نعت کے چند اشعار اسکا ثبوت فراہم کرتے ہیں -

یوں ذہن میں جمال رسالت سما گیا
میرا جہانِ فکر و نظر جگمگا گیا
اس کے قدم سے پھوٹ پڑا چشمۂ بہار
وہ دشت زندگی کو گلستاں بنا گیا

حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری کا فکری اور عملی پہلو بڑا اہم ہے وہ اپنی نعت میں دور جدید کے انسان کی ضرورت اور احتیاج کی بات کرتے ہیں اور اس میں بھی انہوں نے آج کے انسان اور مسلمان کے تصورات کے حوالے سے ترجمانی کی ہے - مثلاً

شہر دیں کے فکر و نگاہ سے مٹے نسل و رنگ کے تفرقے
نہ رہا تفاخر منصبی نہ رعونت نسبی رہی

حفیظ تائب نے ذیل کے شعر میں امتی کی حیثیت سے حضور سرور کائنات کی امت کی مشکلات کو اس طرح پیش کیا ہے -

اپنی امت کے برہنہ سر پہ رکھ شفقت کا ہاتھ
پونچھ دے انسانیت کی چشم تر خیرالبشر

موجودہ معاشرے کے اخلاقی زوال پر اظہار ملال ہے اور حضور سے چارہ گری کی تمنا ان اشعار میں جا گزیں ہے -

اخلاق کا یہ کساد مولیٰ
انصاف کا یہ زوال آقا
جاری ہے زیست کی رگوں میں
زہر زر و سیم و مال آقا
دیکھا تھا نہ چشم آدمی نے
اخلاص کا ایسا کال آقا

اور ان کی نعت کے مضامین میں قرآن پاک کے رحجانات کی عکاسی بھی نظر آتی ہے مثلاً

نہ جھپکی آنکھ جس کی رو بروئے جلوۂ باری
سر قوسین ذات رب عزّت دیکھنے والا
(النجم 17)

خُلق عظیم و اسوۂ کامل حضور کا
آدابِ زیست سارے جہاں کو سکھا گیا
(القلم 4
الاحزاب 21)

یہ حریص علیکم کی تفسیر ہے
مفلسوں بیکسوں کے نصیر آپؐ ہیں
(التوبہ 128)

اس عابد حرا کی ترتیل و خامشی پر
قربان ہیں سب ترنم ، صدقے ہیں سب تکلم

(المزّمّل 3 - 4)

اے رحمت عالم تری یادوں کی بدولت
کس درجہ سکوں میں ہے مرا قلب تپیدہ

(الانبیا 107)

معنوی محاسن کے علاوہ صلو علیہ وآلہٖ میں ذخیرۂ الفاظ بھی وسیع ہے اور الفاظ کی بندش میں دلکشی بہت ہے مثلاً ایک نعت اس کی مثال ہے

خوش خصال و خوش خیال و خوش خبر خیر البشرؐ
خوش نژاد و خوش نہاد وخوش نظر خیر البشرؐ
دل نواز و دل پزیر و دل نشیں و دل کشا
چارہ ساز و چارہ کارو چارہ گر خیر البشرؐ

اس کے علاوہ عمدہ ردیفوں کا استعمال بھی ان کے یہاں بہت ہے مثلاً ؎

سبحان اللہ ۔ الحمد للہ ۔ اللہ اکبر ۔ علی علیؑ ۔ سید الوریٰ وغیرہ ترکیبات اور تشبیہات و استعارات بھی بکثرت ہیں ۔ بعض مقامات پر علامہ اقبال کا پر تو نظر آتا ہے مثلاً ؎

اے روح تخلیق اے شاہ لولا ک
ہو جائے پر نور کشکول ادراک
انوار تیرے ۔ آثا ر تیرے
از دامن خاک تا اوج افلا ک

بہرحال صلوا علیہ وآلہٖ کی تمام نعتیہ شاعری کے رحجانات کا سب سے اہم نکتہ یہی ہے کہ خواہ فروغ تمدّن کا معاملہ ہو یا تہذیب کی جلا وبقا ازل سے تا ابد سب آپ کی ہی سیرت کا پر تو ہے انسانی حیات کے لئے اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔

حمد و نعت

....

ابو الامتیاز ع - س مسلم کا یہ مجموعۂ حمد و نعت نومبر 1984ء میں پہلی بار شائع ہوا ہے اس مجموعے کا نصف سے کچھ کم حصہ حمد ومناجات پر مبنی ہے اور بقیہ حصہ نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے -

اس مجموعے کی نعتیہ شاعری اسی سرزمین پر معرضِ وجود میں آئی جس سے کہ اس کا تعلق ہے یعنی شاعر موصوف نے اس مجموعے کی بعض نعتیں حج کی سعادت کے دوران لکھی ہیں اور کچھ ان شہروں کی دین ہیں جن کا تعلق سعودی عرب سے ہے مثلاً مدینہ منورہ ، ریاض ، اور شارجہ وغیرہ چنانچہ عقیدت اور محبت عجز و انکساری ان نعتوں میں بدرجۂ اتم محسوس ہوتی ہے اور یہ احساسات و جذبات سب کے سب اسی فضا کا حاصل ہیں جہاں کہ یہ نعتیہ شاعری پروان چڑھی - مسلمان ہونے کے ناطے اسی قسم کی فکر کا اشعار میں تشکیل پانا ایک لازمی امر ہے ان مقامات پر پہنچ کر جہاں عقل کی رسائی بھی ممکن نہ ہو -

اس کتاب کی نعتیہ شاعری پورے طور پر عقیدت و روایت کی گرفت میں نظر آتی ہے اور یہ رحجان اس میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے مثلاً ؎

غزل کے لئے ہو مچلتی طبیعت تو پھر نعت کہئے
محمد کی دل میں ہو جاگی محبت تو پھر نعت کہئے

اے کاش مقدر ہو مدینے کا سفر بھی
دل تو ہے ترا نذر کروں جان و جگر بھی

اہم ترین بات یہ ہے کہ اس مجموعے کی نعتیہ شاعری اردو نعت کے جدید رحجانات کی ترجمان اس لئے ہے کہ اس میں یہ شعور موجود ہے کہ حضور اقدس کے اسوۂ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو قرآن پاک کے حوالوں اور فلسفے کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے - یہ نظریہ منفرد بھی ہے اور

اس نعتیہ شاعری کی تشکیل میں ایک قسم کی مشکل پسندی کا اظہار بھی ہے اسکے علاوہ اس نعتیہ شاعری میں ہندی زبان کے الفاظ فارسی تراکیب اور عربی الفاظ و فقرے شامل ہیں اس آمیزے سے اس شاعری کو تخلیق کیا گیا ہے اور پھر اس کو اردو کے قلب میں ڈھالنے کا کام ایک مشکل ~~پہنچ~~ کی طرف لے جاتا ہے ۔ چناچہ مختلف زبانوں کے امتزاج سے جو قدرت خیال نازک خیالی اور حسن اس مجموعے کے نعتیہ اشعار میں نظر آتا ہے اس نوعیت کے اشعار کی مثالیں اردو نعت میں کم نظر آتی ہیں ۔ سوائے چند قدیم نعت نگار شعراء کے ۔ نظموں کے مطالعے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ نظیر اکبرآبادی کی روایت کو ایک نئی فضا سے ہم آہنگ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے ۔

ان اشعار میں قرآنی افکار کی روشنی میں حضور اقدس کی حیات مبارکہ کے کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے ۔

یا محمدؐ ۔ مصطفےٰ ۔ خیرالبشر
تیری اصلی شان مازاغ البصر ۹۶
خلق تیرا فاتح قلب جہاں
معجزہ ادنیٰ تیرا شق القمر ۸۵
امر حق جیسے ہو کوندا برق کا
لفظ کن یعنی کلمح بالبصر ۸۶

۹۲
تو ہے امی پر مجسم شہر علم و آگہی
تاجدار انبیاء ختم نبوت کا نگیں
۹۳
یا بشیر اہل ایماں ۔ یا نذیر کافراں
یا سراج رشد و نور ہادی و حق مبیں

محمد پہ لاکھوں درود و سلام

محمد پہ لاکھوں درود و سلام

صف انبیاء کا امیر و امام — مبشر ، مکرم ، مدارالمہام

مکمل ہوا جس پہ دیں کا نظام — وہ قرآں ناطقؐ ، دلیلِ تمام

کلام محمدؐ خدا کا کلام

محمد پہ لاکھوں درود وسلام

اب چند ایسی نعتوں کے اشعار بھی موجود ہیں جن میں فارسی عربی الفاظ و ترکیب کو استعمال کیا گیا ہے ۔ اور ہندی الفاظ بھی ان میں سے بعض اشعار میں نظر آتے ہیں ۔

ہادیٔ مہرباں ہے محمدؐ

رہبر رہبراں ہے محمدؐ

اس سے روشن ہیں ساری دلیلیں

تا ابد ضو فشاں ہے محمدؐ

دل میں کیوں کر نہ قرآن اترے

شارح و ترجماں ہے محمدؐ

آنسو کی شبنم میں پھولوں کی خوشبو کو گھولوں

تیرے نام سے پہلے مولا مشک سے منہہ کو دھولوں

تیرے پاس یہ ٹھان کے آئی حالت ساری بولوں

منہہ سے بات نہ نکلے مولا آنچل نیر بھگولوں

اے بطحا کے چاند محمد ہے چاروں کے سوامی

تیرے بن یثرب کے والی کون ہے میرا حامی

کس کے ہاتھ سندیہ بھیجوں ، میرا کون پیامی

دل کے بھید تو سارے جانے ، تو ہی انترجامی

مزکورہ بالا نعتوں کے اشعار مختلف زبانوں کے الفاظ کے ذریعے معرضِ تخلیق میں آئے بہرکیف " حمد و نعت " کی نعتیہ شاعری کے طرزِ نگارش کو دیکھتے ہوئے یہ چیز بھی سامنے آتی ہے کہ اردو کے حروف نعت گیو عبدالعزیز خالد کی طرح یہ بھی مختلف النوع زبانوں کے صد رنگ نمونے پیش کرتی ہے اور مشکل پسندی کی طرف بھی مائل ہے -

جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا گیا ہے اس مجموعے حمد و نعت میں ایسے اشعار بھی ہیں جن کا تعلق نعت کے جدید رحجانات سے ہے اور یہ شاعری سماجی دکھوں کرب و انتشار ظلم و نفرت کے خلاف بھی آواز بلند کرتی ہوئی نظر آتی ہے -

نہ کچھ بزم میں تھا بجز رقصِ ظلمت
جہانیان حق کی ضیا ہیں محمدؐ

معدن جو دو کرم تو منبع علم و حکم
بے کراں رحمت تیری فیضان تیرا ہے وسیع
خلق تیرا اسوۂ حسنہ ۔ سخن وحیِ خدا
ہر عمل تیرا سند ۔ ہر قول تیرا ہے وقیع

اے موجۂ جاں پرور ۔ اے لالۂ صحرائی
اے نور شب ظلمت ۔ اے پیکر دانائی
کچلے ہوئے انساں کی تقدیر نے کروٹ لی
ویران گلستاں میں یوں فصلِ بہار آئی

صلی علیٰ محمد

عابد نظامی کا یہ نعتیہ مجموعہ صلی علیٰ محمد کے نام سے 1985ء میں شائع ہوا ۔ اسی مجموعے کے آغاز میں انتساب خود مصنف نے تحریر کیا ہے ۔ اسکے علاوہ ایک طویل مضمون " صلی علیٰ محمد " کی نعتیہ شاعری نعت کی تاریخ اور عربی فارسی نعت کے آغاز و ابتدا پر عارف عبدالمتین نے تحریر کیا ہے ۔ مضمون معلوماتی حیثیت رکھتا ہے ۔

اس نعتیہ مجموعے کی ابتدا حمد سے کی گئی ہے ۔ حمد سے پہلے ایک طویل مناجات ہے اسکے علاوہ بھی کئی حمدیہ تخلیقات نظر آتی ہیں یہ ایک علیحدہ تاثر ہے دوسرے عصر حاضر کے نعتیہ مجموعوں میں ایک حمد یا مناجات سے آغاز ملتا ہے ۔ اس سے زیادہ نہیں ۔

" صلی علیٰ محمد " کی نعتیہ شاعری میں سرفہرست دو رحجانات نظر آتے ہیں ایک طرف تو یہ نعتیہ شاعری روائیتی انداز پر مبنی ہے اور نعت کے قدیم رحجان کی جھلک اس میں نمایاں ہے ۔

یا رسول اللہ دیکھوں میں بھی روضہ آپؐ کا
بے سروساماں سہی ، ہوں تو شیدا آپؐ کا

زر کی ہے آرزو نہ تمنائے مال کی
اللہ تجھ سے عشق نبی کا سوال ہے
یا رب درِ حبیب کی ہو حاضری نصیب
لاہور میں تو وقت گزرنا محال ہے

اس نعتیہ مجموعے " صلی علیٰ محمد " میں ایسی نعتوں کی کمی نہیں ہے جن میں عشق رسول کائنات ہر مقام پر نظر آتا ہے یہی دور قدیم کی نعت کا بھی بنیادی مقصد رہا ہے ۔

اس نعتیہ شاعری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کے اسوہ حسنہ کو بنیادی محرک کی صورت میں پیش نظر رکھا گیا ہے اور

اردو نعت کے جدید رجحانات کا یہی تقاضا ہے آنحضور کی شخصیت عظمیٰ کے معنوی محاسن سے استفادہ کیا جائے اور اس رجحان پر مبنی نعتیہ شاعری ہی امت مسلمہ کو ایسے شخصی انقلاب سے ہمکنار کرنا ہے جو اپنی منطقی انتہا پر جا کر نشاۂ ثانیہ کی ضامن بن سکتی ہے۔

اس رجحان کی مثال چند اشعار ہیں۔

پیش نظر جو ہر گھڑی اسوۂ نبیؐ کا ہے
یعنی تو حیات کا یہ سفر روشنی کا ہے
بھٹکے ہوؤں کو ہادیٔ دوراں بنا دیا
یہ معجزہ حضور ہی کی رہبری کا ہے

اے مسلمو! یہی تھا پیامِ شہِ عرب؟
الجھے ہوئے ہو فرقہ بازی میں یہ سب
جس دین کی حضور نے تعلیم دی ہمیں
اس دین میں روا نہیں فخر زرو نسب

اس کے علاوہ ایک اور اہم رجحان اس نعتیہ مجموعے ملی علیٰ محمد کی نعتیہ شاعری سے نمایاں ہوتا ہے کہ " سرور کائنات سراپا قرآن ہیں " لہذا آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی خالق کونین کی خوشنودی کے مترادف ہے اور جو تمام انسانیت پر اس کے انعامات کے دروا کر کرتی ہے۔ نعتیہ کلام میں قرآنی تعلیم کا رجحان بھی کارفرما ہے۔

محبوب حق کی پیروی ہے حق کی پیروی
طیبہ نہیں کسی کی یہ قرآں کی بات ہے

اس نے دنیا سے مٹایا رنگ و خوں کا امتیاز
اس نے برپا کر دیا قلب و نظر میں انقلاب

فصیل ظلمت دوراں کو توڑنے کے لئے
وہ نکلا غار حرا سے لئے ہوئے مشعل

دو چادریں کہ چمن میں تھے پیوند بے شمار
وقت وصال تھا یہی سامان مصطفےٰ

اس نعتیہ مجموعے " صلی علیٰ محمد " کی نعتیہ شاعری دو رحجانات پر مشتمل ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی تشکیل میں الفاظ و معنیٰ اور ترکیب لفظی کا استعمال بھی اعلیٰ پایہ کا نظر آتا ہے -

جا بجا فارسی اور عربی کے الفاظ کا بھی استعمال بھی اس میں موجود ہے - سیرت مبارکہ کے تاریخی شواہد اور حوالوں کا بیان بھی اس مجموعے کے نعتیہ کلام کے جائزے میں قابل توجہ ہے -

کاروان شوق

محمد ایوب ناظم بزمی کا یہ نعتیہ مجموعہ " کاروان شوق " کے نام سے اول بار نومبر 1984ء میں شائع ہوا ہے -

اس نعتیہ مجموعے کا آغاز بھی دوسرے نعتیہ مجموعوں کی طرح حمد سے ہوا ہے " کاروان شوق " کی نعتیہ شاعری نعت کے قدیم دور کی ترجمان ہے - اس شاعری کا حاصل عشق رسول کی سرشاری - آپ کے ہجر کا بیان اور آپ کا دیدار ہونے کی تمنا - شب و روز آپ کے دراقدس سے دوری ختم ہونے کی آرزو - آپ کے حسن مبارک کی تعریف وغیرہ - اس تمنا کا مقصد سوائے اس کے مسلمان اس محبت اور عقیدت کو اپنا فرض سمجھتا ہے - حیات و کائنات میں اگر اس قسم کے رحجان سے انسانیت کی بقا و فلاح کیلئے روشنی حاصل کی جا سکتی تو یہ عقیدت کوئی کارآمد و مفید نتیجہ فراہم کر سکتی تھی - لیکن " کاروان شوق " کی نعتیہ شاعری میں اس قسم کے رحجان کی ترجمانی کسی مقام پر بھی نظر نہیں آتی -

دوسرا اہم پہلو اس نعتیہ شاعری میں یہ نظر آتا ہے کہ کسی اعلیٰ قسم کے فنی و شعوری شعور کا لحاظ اس میں مد نظر نہیں رکھا گیا ہے حتی کہ الفاظ اور بعض اشعار کے مصرے اس طرز کے نظر آتے ہیں مثلاً بعض اشعار میں حضور اقدس کو " یار " کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے " دل مرا تلملائے " اور جیسے یہ شعر

جلتے ہیں جدائی میں ہزاروں سانپ سے دل میں
تصور میں جہاں وہ گیسوئے خم دار آتے ہیں

آپ سرور کائنات کی زلف مبارک کو " سانپ " سے تشبیہہ دینا سوائے شعری تخیل کے پست ہونے کی دلیل کے اور کچھ نہیں ہے ۔ اس مقام پر آپ کی اہمیت اور احترام کے مجروح ہونے کے خیال کو بھی قطعی نظرانداز کر دیا گیا ہے ۔

اس کتاب کا جسقدر بھی شعری سرمایہ ہے اسکا معیار اور انداز اس نوعیت کا ہے جیسے میلاد کی محفل میں نعتیں پڑھنے والی کوئی یا رگی سب اشعار کو جمع کرکے کتاب مرتب کر لے ۔ یا قول اپنے نعتیہ کلام کو کتابی شکل دیکر شہرت کے خواب دیکھ کر تعبیر کے پیچھے دوڑنے کے لئے بیتاب ہو اس قسم کی کتابوں کی حیثیت علمی و ادبی رحجانات و نظریات کے لئے سوائے یکسانیت کے اور ندامت کے کچھ نہیں ۔ اس کتاب میں یہی چند اشعار ہیں جن میں قدر جدید رحجان پایا جاتا ہے ۔

پھیلے گی جہاں میں جسکی ضیا وہ ماہ منور آتا ہے
کل تک جو مقیم عرش رہا لو آج زمیں پر آتا ہے

ٹوٹے گا طلسم ظلم و جفا تفریق دلوں سے ہوگی ہوا
دنیا کے لئے رحمت بن کر وہ دین کا سرور آتا ہے
اطوار شریعت کا پیکر اسرار حقیقت کا مصدر
ایثار و اخوت جس کا سبق وہ ہادیٔ و رہبر آتا ہے

مختار کل

انور فیروز پوری کا یہ نعتیہ مجموعہ "مختار کل" کے نام سے اول بار 1977ء میں شائع ہوا - عصر حاضر کے دوسرے نعتیہ مجموعوں کی طرح اس کے آغاز میں بھی حمد اور مناجات ہے - کتاب کے آخر میں چند نعتیں فارسی زبان میں ہیں - کتاب کا اختتام منقبتوں پر ہوتا ہے -

" مختار کل " کی نعتیہ شاعری اپنے انداز و اسلوب کے اعتبار سے کوئی نئے انداز کی نعتیہ شاعری نہیں ہے بلکہ پورے مجموعے کا مطالعہ کرنے سے جو پہلو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس نعتیہ شاعری میں شعری تاثراور تشکیل میں کسی مقام پر بھی طرز جدید کی معمولی سی جھلک بھی تلاش کرنا مشکل ہے - اس شاعری کا حاصل عشق و عقیدت میں ڈوبی ہوئی فضا ہے حتیٰ کہ حضور اقدس کی ذات با برکات کے حسن و جمال کے چرچے اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے عبادت و پرستش کی صورت اختیار کر لی ہے - مسلمان کے لئے عقیدت و محبت میں رنگا ہوا یہ فلسفہ شعری صداقت ایمانی کی دلیل ہے اور ایسی توفیق کی خواہش ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے لیکن جہاںتک عصر موجود کی نعتیہ شاعری کے رحجان اور تکنیک کا تعلق ہے اس لحاظ سے "مختار کُل" کی نعتیہ شاعری کی حیثیت سوائے پرانے انداز اور رحجان کے اور کچھ نہیں -

تاہم " مختارکُل " کی نعتیہ شاعری میں فکری اعتبار سے جن اشعار سے "اردو نعت کے جدید رحجانات" کی ترجمانی ممکن ہے - انہیں صرف خیال وفکر کے ضمن میں جدید رحجانات کا حامل کہا جانا درست ہے - لیکن اسلوب کے اعتبار سے ان نعتوں کے اشعار بھی قدیم ہی روش کی غمازی کرتے ہیں مثلاً

کیا اسرار کل سے حق نے واقف
ازل سے واقفِ اسرار کل ہیں

نظر آیا قول خدا کا رخ مجھے ہر حدیث حضورؐ میں
جسے کہیے شرح کلام حق وہ حضورؐ ہی کا کلام ہے

تخلیق

تخلیق کائنات کی پہلی کرن ہیں آپؐ
آئینۂ کمال ید ذوالمنن ہیں آپؐ
پیدا یہ کائنات ہوئی آپ کے لئے
فخر جہاں بنائے زمین و زمن ہیں آپؐ

اسلوب کی قدامت کے باوجود اس نعتیہ مجموعے "مختار کلؐ" کی بعض نعتوں کے اشعار سماجی شعور و آگہی کے تصور کو نمایاں کرتے ہیں حضور سرور کائنات کی دنیا میں آمد کے بعد دنیائے انسانیت جس فطری اور نظری انقلاب سے روشناس ہوئی اور آپ نے دنیا میں تشریف لانے کے بعد انسانیت کیلئے جن مقاصد کی تکمیل فرمائی اس کی ترجمانی بھی ان میں نظر آتی ہے

ظہور کائنات ان کی بدولت
سراسر موجب اظہار کل ہیں

عرش کرسی آسماں شمس و قمر پیدا ہوئے
حور و غلماں و ملک جن و بشر پیدا ہوئے
روز و شب پیدا ہوئے شام وسحر پیدا ہوئے
جنت و کوثر بنے نخل و حجر پیدا ہوئے
آپؐ کے صدقے میں جملہ بحر و بر پیدا ہوئے

ایماں ان کی جاگیر میں ہے قرآن ان کی تفسیر میں ہے
ایماں کا منبع سیّدنا قرآن مکمل سیّدنا
میں ان کی فراست کے قرباں میں اسوۂ حسنہ کے صدقے
ہر بات اٹل پختہ ان کی ہر وصف میں اکمل سیّدنا

گو کہ " مختار کل " میں مختلف اصناف شاعری میں نعتیں نظر آتی ہیں مثلاً

قطعات ، رباعیات ، غزل ، سلام ، مخمس وغیرہ ۔ لیکن عصرحاضر کی جدت اور تازگی سے بھی اور شعور و آگہی کے مزاج سے بھی اس نعتیہ مجموعے کا تمام کلام محروم نظر آتا ہے ۔ اس کے اشعار میں لفظیات تک استعمال میں قدیم روش کو اپنانے کی خاطر خواہ کوشش نظر آتی ہے ۔

مختار کل کا جائزہ انہی خیالات کی نشاندہی کرتا ہے جس کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ۔

"نعم"

کرم حیدری کا یہ مجموعۂ جو حمد و نعت اور منقبت پر مشتمل ہے نعم کے نام سے پہلی مرتبہ 1400ھ میں شائع ہوا ہے ۔ ستر صفحات کے اسی مختصر مجموعے میں 14 نعتیہ منظومات شامل ہیں ۔ دور جدید کی نعتیہ شاعری میں جو نیا رحجان نظر آتا ہے اس کی پیروی کرم حیدری کی نعتیہ شاعری میں ملتی ہے لیکن اس کے باوجود قدیم نعتیہ شاعری سے ان کی فکر کا رشتہ منقطع نہیں ہوا ہے انکے اس مجموعے " نعم " کے مختصر نعتیہ کلام میں جدید اور قدیم رنگ کا خوبصورت امتزاج محسوس ہوتا ہے ۔

اس کے علاوہ اس مجموعے میں شاعری کی مختلف اصناف میں نعتیں ملتی ہیں کہیں نظم کا انداز ہے کہیں نظم مسلسل ہے اور بعض نعتیہ غزلیں ہیں اشعار میں الفاظ کا استعمال بالخصوص ان کی سلیقہ مندی کو ظاہر کرتا ہے ۔

حضور اقدس سے گہری عقیدت اور والہانہ محبت کے انہی جذبوں اور احساسات کی کچھ مثالیں اشعار میں بھی ملتی ہیں ۔

حق طالب ، مطلوب محمد ۔ صلی اللہ علیہ وسلم
شمع احد اور روشنی احمد ۔ صلی اللہ علیہ وسلم
وہ تخلیق کے معنی و مقصد ۔ صلی اللہ علیہ وسلم
اقدس و اطہر ۔ اکمل و ارشد ۔ صلی اللہ علیہ وسلم
ناف زمیں ہے ان کا مولد ۔ مرکز دیں ہے انکی مسجد
شمع یقیں ہے ان کا مرقد ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ جو ازل سے ہمدم نُور قدیم تھا
آیا جب اس جہاں میں تو شمع یتیم تھا
بچپن سے ہی تھا صدق و امانت میں بے مثال
آغاز ہی سے فکر و عمل میں عظیم تھا
اپنی ہر امتی کا نگہباں ہے تا ابد
اب بھی ہے جیسا پہلے خبیر و علیم تھا

ان کے خیال کی ندرت کی ضامن نئی نئی تشبیہات ان کے اشعار میں موجود ہیں اور ایک اہم فکر کی عکاسی اسطرح ہوتی ہے کہ انکے اشعار حضور سرور کائنات کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں اور یہ بھی تلقین ملتی ہے کہ مسلمانوں کے لئے آپ کے نقش قدم کی پیروی ہی ازلی اور ابدی جلاد و بقا کی ضامن ہے اس کی مثال چند اشعار میں پائی جاتی ہے ۔

ایک اک لفظ میں ہیں دانش و حکمت کے گہر
بحر ذخار ہے سرمایہ گفتار ترا
تیری تعلیم مقدس میں کوئی پیچ نہ خم
دین آسان ترا ۔ راستہ ہموار ترا

وہی سروں سے بلاؤں کو ٹالنے والے
گرے ہوؤں کو اٹھانے سنبھالنے والے
انہی کے فیض سے روشن ہے آرزو کی سحر
وہی ہیں غم کی شبوں کو اجالنے والے

اس مجموعے کی نعتوں کے بعض اشعار میں شاعر نے قرآنی مضامین نظم کئے ہیں - دور جدید کی نعتیہ شاعری میں قرآن اور احادیث کے مضامین کو برتنے کا رحجان عام ہو رہا ہے اور یہ رحجان نعتیہ شاعری کے لئے اچھی فکر اور روشن مستقبل کی دلیل ہے - کرم حیدری کی نعتوں کے ان اشعار کی مثالیں بھی ہیں جن میں انہوں نے قرآن پاک سے مضمون اخذ کرکے اشعار میں پیش کیا ہے - ؎

قائم ترے انوار سے	کون و مکاں کی آبرو
باغ جہاں تری رضا	تسنیم و کوثر گفتگو
طوبیٰ کی ٹھنڈی نرم چھاوں	تیری روائے مشک و بو
تیرا کرم ، تیری سخا	دریا بہ دریا جو بہ جو
انعام تیرا لاتحزنوا	احسان ترا لا تقنطوا ؎

؎ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ — اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا -

اسی قسم کے مضامین کی چند مثالیں اور نظر آتی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد کیا گیا ہے اور اسی احساس کو شاعر نے اشعار میں سمویا ہے - ~

اے مصطفٰے اے مجتبٰے !

اے مقتدائے انبیاء	اے پیشوائے اولیاء
اے افتخار اصفیاء	اے افتخار اتقیاء
اے جستجوئے اہل دل	اے مقصد اہل وفا

کس کس ادائے شوق سے

حق نے پکارا ہے تجھے

یٰأیُّھا المزمل ۲

اے خود کو لپٹائے ہوئے

یٰأیُّھا المدثر ۳

اے سمٹے سمٹائے ہوئے

اے سمٹے سمٹائے ہوئے

اے سردار ارباب جہاں

اے حماد رب انس و جاں

اے طاہر سدرہ مکاں

یٰسٓ ٥

طٰہٰ ٥

المزمل ٥

شاہد ، مبشر اور نذیر

ہیں تیرے اوصاف عیاں

ہے لفظ سادہ عبد تنا

کتنا محبت ترجماں

قم اللیل الا قلیلا ٥

۲ یٰأیُّھا المزمل ٥ (المزمل : ۱ ، ۲)

اے محمد جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو رات کو نماز کو کھڑے ہوا کرو مگر تھوڑی سی رات -

۳ یٰأیُّھا المدثر

یٰسٓ طٰہٰ محمد

آخر میں ، میں کرم حیدری نے " سلام " کے تحت اپنی عقیدت و محبت کا اظہار بارگاہ رسالت میں کیا ہے سلام کی شکل میں ہے -

سلام اے شہ رحمت نشاں سلام علیک
سلام راحتِ دل خستگاں سلام علیک
خرد کے واسطے سرچشمہ صفات ہے تو
نگاہ عشق میں عکس جمال ذات ہے تو
ضمیر دہر ہے تو رُوح کائنات ہے تو
جسد یہ سارا جہاں تو ہے جاں سلام علیک
سلام سرور کون و مکاں سلام علیک

سلام کے بعد مناجات ہے کو کہ مناجات وہ دعائیہ انداز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی کے حضور شاعر اپنے احساسات و جذبوں کا اظہار کرتا ہے لیکن کرم حیدری نے اس مناجات میں بھی سرور کائنات کے حضور امتِ مسلمہ کی بے راہ روی اور بے جا قسم کی آزادی ، دین سے غفلت اور بیگانگی کج روی ، نا اتفاقی ، اخلاق و کردار کی پستی ، حسد و کینہ ، آپس میں الفت و وفا کا فقدان عدل و انصاف و مساوات سے دوری پر دل کھول کر آنسو بہائے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے اس دور میں امت مسلمہ اسی درد و کرب سے گزر رہی ہے - اس کی مثالیں مناجات کے چند اشعار میں جو حالی کی مشہور نظم کی تقلید میں کہے گئے ہیں نظر آتی ہے -

امت تری بے طرح گرفتار بلا ہے
اے خاصۂ خاصانِ رسُل وقت دعا ہے
بچ نکلا تھا طوفاں سے تو ٹھیرا اپنا سفینہ
ساحل پہ جو پہنچے ہیں تو دل ڈوب رہا ہے
ایمان کی دولت تھی غلامی میں سلامت
آزاد ہوئے ہیں تو یہ سرمایہ لٹا ہے
رغبت سے کبھی سر بھی نہ جھکتا تھا ہمارا

لیکن در اغیار پہ اب دل بھی جھکا ہے

وہ برق جو گرتی رہی ہر دور میں ہم پر
اب روشنی قلب و نظر آپؐ کی ضیا ہے

حدیث شوق

راجا رشید محمود کا یہ مجموعہ نعت " حدیث شوق " کے نام سے 1982ء میں شائع ہوا ہے اس سے قبل ان کا ایک اور نعتیہ مجموعہ ورفعنا لک ذکرک کے نام سے شائع ہو چکا ہے اسکے علاوہ ان کی نعتیہ شاعری میں دو رنگ خاصے نمایاں ہیں ایک میں جذبات و جذبے عشق و شگفتگی میں ڈوب کر اظہار کے مواقع تلاش کرتے ہیں اور انہی کے تحت رحمت و رافت پر اعتماد و بخشش کی امید - مدینے پہنچ جانے اور وہیں پر جان دینے کی تمنا یا حضور اکرم کے حسن صورت اور آپ کے شمائل کا تذکرہ بھی موجود ہے -

دوسرے رحجان کی عکاسی ان کی نعتیہ شاعری میں یہ نظر آتی ہے حضور سے قوم کے مصائب و مشکلات کے حل کے لئے تمنا کی گئی ہے - اہم ترین گوشہ " حدیث شوق " کے نعتیہ موضوعات کا یہ ہے کہ آپ کی تعلیمات اور آپ کے حسن سیرت و کردار کو موضوع سخن بنایا گیا ہے اور آپ ہی کے اسوہ حسنہ کی اتباع اور پیروی کو ملت اسلامیہ کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے اور محبت ساتھ ہی اطاعت کو بھی لازم و ملزوم رکھا گیا ہے -

اگرچہ عقیدت کے جذبوں کو اظہار کا ذریعہ بنایا گیا ہے لیکن الفاظ و تراکیب اشعار کی معاونت کیلئے موجود ہیں - اس رحجان کا گہرا تاثر حدیث شوق کی نعتیہ شاعری پر چھایا ہوا ہے -

چند اشعار اس رحجان کے آئینہ دار ہیں -

تم جو ہونٹوں پر کھلاؤ گے عقیدت کے گلاب
بالیقیں ہو جاؤ گے دونوں جہاں میں کامیاب
ابرِ رحمت کھل کے برسے گا شعورِ زیست پر
پھلے ہو دربار ذکرِ پاک میں چشم پُر آب

دوسرا رنگ اور رحجان حدیث شوق کی نعتیہ شاعری میں ملتا ہے جس کا تذکرہ اس جائزے کے شروع میں کیا گیا ہے اس میں تمام تر شعری فلسفہ حضور اقدس کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں

ذکرِ حق کے بعد ذکرِ مصطفےٰ کرتے ہیں لوگ
اپنے کاموں کی کچھ ایسے ابتدا کرتے ہیں لوگ
اپنی ہر مشکل میں سرکار دو عالم کے سوا
کون سا در ہے ۔ جہاں جاکر صدا کرتے ہیں لوگ

خواب دنیا کی تعبیر ان سے ملی
بزمِ دنیا کو تعبیر ان سے ملی
حق کے عرفاں کو تنویر ان سے ملی
ان کی سیرت سے تفسیر ہو ہوگئی

" حدیث شوق " میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عروج بھی ہے حدیث شوق کی جذبے کی صداقت کے ساتھ جوش و ولولہ سے معمور عقیدتوں سے بھر پور اعلیٰ اور معیاری نوعیت کی حامل ہے ۔ ایک اور خوبی کی بات اس میں یہ ہے کہ عقیدت و محبت سے لبریز نعتیہ شاعری تو دور قدیم سے ہی لکھی اور پیش کی جاتی رہی " لیکن حدیث شوق " کی نعتیہ شاعری میں ایسی عاشقانہ روش سے گریز نظر آتا ہے جس سے حد ادب ختم ہو جاتی ہے

رشید محمود کے اس نعتیہ مجموعے " حدیث شوق " کے اختتام پر جن حضرات نے اظہار خیال کیا ہے ان میں احمد ندیم قاسمی ، احسان دانش مرحوم طاہر احمد سعید کاظمی ، ڈاکٹر سید عبداللہ ، شیر افضل جعفری ، سلیم محمد احمد برکاتی ، قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم ، پروفیسر مرزا محمد منور ، اخترالحامدی اشفاق احمد ، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا ، محمد اسمعیل بھٹی ، چودھری رفیق احمد باجوہ ، حفیظ تائب ، حافظ لدھیانوی ، ریاض حسین چودھری ، خالد بزمی سید ہاشم رضا ، انور کمال ، راز کاشمیری ، مقبول جہانگیر ، محمد حسین آسی اصغر حسین نظیر لدھیانوی ، گوہر ملیانی ، منیر قصوری ، منصور احمد خالد آفتاب احمد نقوی ، محمد اکرام رانا ، نزہت اکرام ، آغا برنی ، یونس حسرت اقبال احمد راہی ، قمر یزدانی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں -

اور اسی نعتیہ مجموعے کے آخر میں رشید احمد کے کلام اور " حدیث شوق " پر قمر یزدانی ، پروفیسر محمد یونس حسرت ، اقبال احمد راہی کی توصیفی نظمیں اور تقریظیں ملتی ہیں جو بہرحال اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں -

" حدیث آشنا "

اقبال صلاح الدین کا نعتیہ مجموعہ " حدیث آشنا " کے نام سے پہلی مرتبہ دسمبر 1981ء میں شائع ہوا ہے - عصر جدید کے دوسرے نعتیہ مجموعوں کی طرح " حدیث آشنا " کا آغاز بھی حمد باری تعالی کے تحت ہوا ہے یہ رحجان چونکہ بہت عام ہو چکا ہے اس لئے اس میں کوئی جدت محسوس نہیں ہوتی -

اس کتاب کی ابتدا میں اردو کی نعتیہ شاعری کے آغاز و احترام اس کا اور تاریخ کے ضمن میں ایک طویل مضمون عشق رسول میں سرشار لہجہ کے عنوان سے ہے جسے ذوالفقار احمد تابش نے تحریر کیا ہے اسی مضمون کے ذریعے " حدیث آشنا " کی نعتیہ شاعری کے رموز و افکار کی گئی ہے - اسی کے تحت اس کتاب کی نعتیہ شاعری کے منفرد لہجے اور شناخت کا بیان ہے -

مضمون نگار کے نزدیک کسی بھی فنی تخلیق کا اسلوب اور لہجے کی انفرادیت کا حامل ہونا بڑا اعزاز شمار ہوتا ہے - ورنہ دوسرے شعری محاسن ثانوی درجہ اختیار کر لیتے ہیں - اسی مضمون کے مصنف کا ایک بیان اور درج ذیل ہے -

" کہ اگر کسی شاعر کے پاس جملہ شعری محاسن عروض ضائع و بدائع شکوہ الفاظ تو ہیں لیکن اس کی اپنی شناخت کا سامان موجود نہیں ہے تو وہ اسکی شاعری کو پائیداری نہیں بخش سکتے - "

" حدیث آشنا " کی نعتیہ شاعری کا سب سے روشن پہلو جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اسکی تمام نعتوں میں اردو نعت کے جدید رحجانات سرفہرست ہیں - اس کے علاوہ نعت کی قدیم روایت سے بھی اس شاعری کا تعلق منقطع نہیں ہوا ہے -

حدیث آشنا کی پوری نعتیہ شاعری جدید دور کی نعت کہلانے کی مستحق ہے اسکی مثال میں چند اشعار پیشِ نظر ہیں جو نعتیہ نظم سے ماخوذ ہیں - یہ نظم مکالماتی انداز میں کہی گئی ہے -

ادا ——— حسُن ہے
دلکش و دلربا نہر کی لہر ہے
خوبی و خوشحالی کا اک شہر ہے
یہاں ——— !
محبت کا نورین وجود ——— اس سے ہے
اور جبینوں کو شوقِ سجود ——— اس سے ہے
پھول کی زیب و زینت ———
کلی کی صباحت
نسیم سحر کا خرام حیات آفریں ——— اس سے ہے

" حدیث آشنا " کی نعتیہ شاعری میں درد مندی ، انکساری اور محبت کی ایک خاص نوعیت کی کیفیت نظر آتی ہے یہ ایسی سرشاری کی کیفیت ہے جسے ہجر یا فراق کا درجہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس کے پیچھے جذبہ عشق کار فرما ہے ۔ تاہم ایک اور فلسفۂ شعری حدیث آشنا کی نعتوں میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ عشق قلب کی وسعت اور آدمیت کا شرف اور کائنات کے مظاہر سے رابطہ قائم کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور عشق کو ادراک کا سبب اور نتیجہ قرار دیا ہے اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اس قسم کی نعتیہ شاعری پرانے دور سے ہورہی ہے ۔ جس میں اردو کے نعت گو حضرات نے حضور اقدس سے عشق و محبت کی سرشار کیفیات کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے ایسے احساسات اور جذبات کی عکاسی میں حدیث آشنا کی نعتیہ شاعری دور قدیم کی صف میں نظر آتی ہے تاہم اس میں اظہار بیان کا پیرایہ برجستگی ، الفاظ کا استعمال طرز نو کی ترجمانی کرتا ہے ۔ پیش نظر اشعار میں عشق و مستی کی بھرپور کیفیت نظر آتی ہے ۔

اے سانول سرکار محمد دل کو لبھائے تیرا نام
شام سویرے جب بھی میرے لب پر آئے تیرا نام
سورج دیکھوں ، چندا دیکھوں یا دیکھوں میں تاروں کو
روشنیوں کے جھرمٹ میں دولھا بن جائے تیرا نام

یوں تو نگاہ شوق میں ایسی کمی نہ تھی
سوئے ادب کے خوف سے لیکن اٹھی نہ تھی
وہ رات بھی تھے جلوہ فگن میرے سامنے
دیکھوں میں اک نظر انہیں ہمت پڑی نہ تھی

اشعار حضور اقدس کی ذات با برکات کے عشق و محبت کی گہرائی گیرائی سے عبارت ہیں ۔ یہ جذبۂ عشق اور یہ بانکپن ۔ گہری عقیدت و کشش پر منحصر ہے جیسا کہ اس مضمون میں ذکر کیا گیا ہے کہ حدیث آشنا کی نعتیہ

شاعری اور بھی کئی دوسرے نعت کے رحجانات کی عکاسی کرتی ہے - تو ایک رحجان اس کتاب میں دعائیہ نعتوں کی روایت نعت گوئی کی تاریخ میں بہت قدیم ہے اس کے علاوہ اس مجموعے میں متعدد نعتیں ایسی نظر آتی ہیں جن کا مزاج بنیادی طور پر قصیدے کے رنگ میں ہے - ان کی شعریت کا وہی اسلوب ، وہی شکوہ بیان ، وہی بانکپن اور وہی روانی اور پھر اس کے پس منظر میں عربی و فارسی زبان کے الفاظ اور فقرے - ان دونوں زبانوں کے اثرات و رحجانات حدیث آشنا کی نعتیہ شاعری میں پورے طور پر نمایاں ہیں دعائیہ نعتوں کے اشعار کی چند مثالیں بھی نظر آتی ہیں -

کاش مل جائے حضوری کا شرف اقبال کو
مرغ جاں محو فغاں جذبات کی شدت میں ہے

اے رکھوالے مجھ کو بچا لے میں اقبال ہوں بے چارہ
جیون کے ساگر میں آتا وحشی طوفاں بپھرے ہیں

چند ایسے اشعار بھی مثال کے طور پر پیش ہیں جنکی شعریت کا آمیزہ عربی اور فارسی زبان کے الفاظ و جملوں سے تیار کیا گیا ہے -

وجود پاک احمد ہے خدا کے نور کا مظہر
بجا ہے آپ کو مفتاح کنزاً مخفیاً کہنا
شب اسریٰ بلایا آپ کو عرش معلیٰ پر
ہے وجد آور دلالت اس پہ لولاک لما کہنا
ابد تک کے لئے تبیہہ ناطق ہے مخالف کو
خدا کا بولہب کے واسطے تبت یدا کہنا

حدیث آشنا کے اس تمام جائزے سے یہ اہم نکتہ سامنے آتا ہے کہ اس کی نعتیہ شاعری جدید تو ہے ہی لیکن اسکا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسکا انداز بڑا متحرک اور زیر اثر ہے اس پر کہیں بھی جمود کی کیفیت نہیں ملتی -

خورشید حرا

رفیع الدین ذکی قریشی کا یہ نعتیہ مجموعہ " خورشید حرا " کے نام سے اگست 1984ء ذیقعد 1404ھ میں شائع ہوا ہے -

اس کتاب کا پیش لفظ یزدانی جالندھری نے تحریر کیا ہے اس مجموعے کا آغاز بھی اردو کے عام نعتیہ مجموعوں کی طرح حمد اور نعت مناجات ہی سے ہوا ہے - اس مجموعے میں کل 63 نعتیں ہیں - آخری نعت سلام کی شکل میں ہے -

جہانتک " خورشید حرا " کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے یہ شاعری بھی انہی اقدار کی حامل ہے جو حج بیت اللہ سے فیض یاب ہونے کے بعد تخلیق کے مراحل سے گزری - چنانچہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت سے لبریز فکر نظر آتی ہے - بلکہ اس شاعری کے قلب و روح میں قدم قدم پر دیدار رسول کی آرزو ایک تڑپ کے ساتھ اور تمام جذبات کے اظہار کے ساتھ نمایاں ہے - چنانچہ اس قسم کا تخلیقی انداز روائتی ہے- یہ نعتیہ شاعری اردو نعت کے قدیم رحجان کی ترجمان ہے یہ الگ بات ہے کہ اس نعتیہ مجموعے کی تمام شاعری صرف اسی ایک رحجان پر مبنی نہیں ہے -

اس میں بعض مقامات پر وہ رویئے اور رحجانات بھی نظر آتے ہیں جن میں شعور و فکر کو بروئے کار لا کر عصری تقاضوں سے نعت کو ہم آہنگ کرنے کی جدوجہد کی گئی ہے اور یہ جھلک اردو نعت کے جدید رحجانات کے مطابق ہے - مثلا

آپ کا ہر سخن ہے کلام خدا
ہے زباں آپ کی یا خدا کی زباں
مہر و ماہ و نجوم آپ کے نقشِ پا
دھول ہے آپ کے پاؤں کی کہکشاں

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
میں تنویر شہؐ دو جہاں دیکھتا ہوں
یہ اعجاز ہے سیرت مصطفٰی کا
کہ غیروں کو بھی مدح خواں دیکھتا ہوں

یہ ہے اپنوں سے بھی کچھ بڑھ کے عنایت
پھیلی ہوئی ہر ایک پہ رحمت کی ردا ہے
سورج پلٹ آیا ہے اک ایمائے نظر سے
انگلی جو اٹھی چاند بھی دونیم ہوا ہے
قرآن کی نعمت ہو کہ ایمان کی دولت
جو کچھ بھی ملا آپ کے صدقے میں ملا ہے

" خورشید حرا " کی نعتیہ شاعری جن مختلف خوبیوں سے عبارت ہے ان میں صف اول کی چیز تو جمال رسول کی رعنائیاں اور ضیاء پاشیاں ہیں اسکے بعد یہ شاعری حضور کے شمائل کی جانب سفر کرتی ہے لیکن اس کے بیشتر رجحانات کا سر چشمہ عشق و محبت ، حسن عقیدت ، اشتیاق دیدار نگاہِ کرم اور چادر رحمت کی طلب اور آرزو ہے -

اس کے علاوہ یہ پہلو بھی نظر آتا ہے جسکا تعلق حضور کے حسن اخلاق اور سیرت وکردار سے ہے - لیکن ان نظریات کی کمی ان نعتوں میں کافی حد تک ہے جو کہ سیرت و حسن اخلاق کے ترجمان ہیں اس میں عشق و محبت کا اثر ہے - خلوص و محبت کا جذبہ بھی پوری نعتیہ شاعری میں کارفرما ہے - اظہار میں جذبات کا قرینہ اور سلیقہ متاثر کرتا ہے - حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے ادب و احترام قدم قدم پر نظر آتا ہے اور شعری تدبر و تفکر اور عشق بھی ان نعتیہ اشعار میں ظاہر ہوتا ہے -

" خورشید حرا " کے جائزے سے جو اہم نکتۂ نظر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ حضور اقدس کی حیات مبارکہ میں جو معجزات اور محیرالعقول واقعات رونما ہوئے جن کی کہ شہادت خود قرآن پاک میں موجود ہے یہ سب "خورشید حرا" کی نعتیہ شاعری میں نظر آتے ہیں اور حق کی ترجمانی اس مضمون میں اشعار کی مثالوں کے تحت بھی کی گئی ہے اور اس ترجمانی سے اس نعتیہ شاعری کی اہمیت اور افادیت میں اضافہ نظر آتا ہے -

قدیم دور کے تقاضوں کے تحت جو حق نعت ادا کرتی رہی ہے وہی رحجان " خورشید حرا " کی شاعری میں زیادہ تر موجود ہے -

بے مثال

عارف عبدالمتین کا یہ مجموعۂ نعت " بے مثال " کے نام سے فروری 1985ء میں پہلی بار شائع ہوا - اس نعتیہ مجموعے کے آغاز میں انتساب " برگ سبز " کے عنوان کے تحت نظم کی شکل میں ہے -

اس کے علاوہ بے مثال کے آغاز میں بھی حمد ہی کے عام رحجان کو مد نظر رکھا گیا ہے اس کتاب کے شروع میں 62 نعتیں ان میں چندقطعات بھی ہیں - اس کتاب کے آخر میں ایک حمدیہ نظم ہے اور آٹھ (8) نعتیہ نظمیں مختلف عنوانات کے ذیل میں ہیں - ان نظموں کے بعد پھر ایک نعت ہے اور کتاب کے اختتام پر عارف عبدالمتین کا طویل مضمون معروضات (بحوالہ جدید نعت) ہے - اس مضمون میں عربی ، فارسی اور اردو نعت گوئی کی تاریخ و ابتداء سے بحث کی گئی ہے اور اسکے ساتھ جدید نعت کے ارتقاء اور اسکی اہمیت و افادیت کو اس مضمون میں اجاگر کیا گیا ہے -

"بے مثال" کی نعتیہ شاعری کا تمام متن جدید طرز نگارش کا آئینہ دار ہے گو کہ اس نعتیہ شاعری میں کئی پہلو اور بھی نظر آتے ہیں لیکن ان میں سب سے اہم اور مفید پہلو یہ ہے کہ اسوۂ حسنہ کے حوالے سے خود شناسی کائنات اور خدا شناسی کو اس نعتیہ شاعری میں اظہار بیاں کا ذریعہ بنایا گیا ہے اس قسم کی نعت گوئی ارفع مقام اس لئے رکھتی ہے کہ اردو نعت کے جدید رحجانات

اسی ذیل میں آتے ہیں - انہی جدید نعت کے رحجانات کے ضمن میں ان نعتیہ مجموعے بے مثال میں ایسی نعتیں نظر آتی ہیں جنہوں نے روائیتی نعتیہ شاعری کو قدیم تحریر سے آزاد کرکے ایک مجتہدانہ اقدام کیا ہے چنا چہ ایک طرف ان نعتوں میں جہاں آنحضور سے جذباتی اور احساساتی تحرّک کا فیضان حاصل کرکے فنی سطح کو ارفع بنانے کا رحجان نظر آتا ہے تو دوسرا اور نمایاں پہلو ان میں یہ بھی ہے کہ آنحضور کی سیرت کے پیکر زریں سے اس قسم کی نعتیہ شاعری اکتساب نور کرتی ہے - نشان دہی چند اشعار سے ممکن ہے -

تیری حدیث تیرے روبرو سناؤں تجھے
یہ آرزو ہے کبھی آئینہ دکھاؤں تجھے
میں اپنی ذات کا غارِ حرا کروں تسخیر
بصد نیاز عقیدت وہاں بلاؤں تجھے

میں ڈھلا نور کے ہر سانچے میں ڈھالے سے ترے
جان و دل سروِ چراغاں ہیں اجالے سے ترے
تیرے رشتوں کی نہایت ہیں ازل اور ابد
میں ہر اک عہد میں جیتا ہوں حوالے سے ترے

مجھے نظر دے کہ دیکھ پاؤں میں تری عظمت ، کمال تیرا
میں جامِ جمشید توڑ ڈالوں ، اٹھالوں جامِ سفال تیرا

اس کے علاوہ بے مثال کی نعتیہ شاعری ایک اور اہم نقطہ نگاہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آنحضرت کے کردار کے گونا گوں اوصاف حمیدہ سے اور عمرانی حوالے سے آپ کے افعال و اعمال کی نوعیت و وقعت کے ادراک کے تحت آشوب ذات اور آشوب کائنات کا موثر سدباب کسطرح ممکن ہے اس قسم کی فکر کی باز گشت اس نعتیہ شاعری میں ہر مقام پر موجود ہے - اس رحجان کی وضاحت چند اشعار سے ہوتی ہے -

زمانہ ایک سمندر ہے تنہا خدا ہے تو
ہمیں کنارے کی حسرت ہے جانتا ہے تو

میں تیرے ساتھ ہوں اور تو ہے میرے سات حبیب
مگر تو چاند ہے اور میں اندھیری رات حبیب
ہر ایک سمت سے یلغار ہے رقیبوں کی
بتا کہ کیوں ہے انہیں جیت مجھ کو مات حبیب

میں پھول ہوں چبھتے ہوئے کانٹوں میں گھرا ہوں
اے میرے پیمبر میں جہنم میں پڑا ہوں
تو نے مجھے جن خوابوں سے وابستہ کیا تھا
میں تلخ حقائق میں انہیں ڈھونڈ رہا ہوں

بے مثال کی نعتیہ شاعری کا طرز نگارش اردو نعت کی بالکل تازہ اور جدید ہیت کا حامل ہے ۔ اشعار میں الفاظ ، تشبیہات ، اور مفہوم سب میں جدت اور ندرت ہے ۔

اسی طرح اس نعتیہ مجموعے بیمثال کی نعتیہ نظمیں جو مختلف عنوانات کے تحت ہیں اپنی ہئیت ، تشکیل اور جاذبیت کے لحاظ سے اردو نعت کے جدید رحجانات کی عکاسی کرتی ہیں ۔ اسکے علاوہ ان میں ~~بھی ہے~~ ۔

نظموں میں جو خاص بات ہے وہ یہ ہے کہ احساس درد مندی سے سرشار لہجہ ، سوز و گداز کی بھر پور کیفیت موجود ہے لیکن ان نظموں کے اشعار میں جو اظہار بیاں نمایاں ہے اس میں عجز و انکساری احساسات و جذبوں میں ایک خاص مقام رکھتی ہے ۔

ان نظموں کے چند اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں ۔

"عجز"

مجھے جستجو تمہی
ازل سے مجھے اپنی ہی جستجو تھی
میں اپنی تلاش میں مسلسل کھویا ہوا
دور تک تا بہ حد ابد خاک چھانا کیا

وہ نور جس کو ازل سے انساں کی آنکھ ترسی
وہ نور جس کا وجود محسوس ہو رہا تھا
مگر جو نظروں کی زد سے باہر کہیں نہاں تھا
تری بصیرت کے صاف منشور سے جو گزرا

زمانے کی رگ رگ میں
شب کی سیاہی کا زہر اب لہرا رہا تھا
جہاں تیرگی کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا
اندھیرے کے محبس میں دھر ایک مجبور قیدی کی صورت پڑا تھا
سحر کے اجالے کا تریاق بن کر
زمانے کے تاریک سینے میں تو جونہی اترا

صبح سعادت

یزدانی جالندھری کی یہ نعتیہ مثنوی "صبح سعادت" کے نام سے پہلی بار 1983ء میں شائع ہوئی ہے یہ ایک مختصر کتاب ہے اس کا انتساب مصنف نے خود تین سطور پر مشتمل لکھا ہے جو خود "صبح سعادت کے نام" ہے۔ اس نعتیہ مثنوی کے ایک سو پانچ اشعار ہیں۔

"صبح سعادت" کی نعتیہ شاعری میں ایک رحجان تو یہ کارفرما ہے کہ اردو ادب میں بیسویں صدی کی معروف نعتیہ نظم "مسدس حالی" کی طرح

حضور اقدس کی ولادت با سعادت کو اظہار بیان کا ذریعہ بنایا گیا ہے جیسے اردو ادب میں ظہور قدسی پر بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے - چنانچہ اس نعتیہ مثنوی میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ تینوں اہم پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے - اس نظم کے آغاز میں حمد ہے اسکے ساتھ ہی انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی ہے جو مختلف ادوار میں قوموں کی ہدایت و رہبری کیلئے مبعوث ہوتے رہے - اس مثنوی کا پہلا حصہ بعثت نبویؐ سے پہلے کے زمانے کو ظاہر کرتا ہے - دوسرا حصہ رسول رحمت کی کائنات میں تشریف آوری اور ولادت با سعادت کے ذکر پر منحصر ہے - تیسرا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ درود وسلام پر مشتمل ہے -

اس نظم کے پہلے حصے میں بعثت نبوی سے پہلے کے زمانے کا نقشہ کھینچا گیا ہے - ؎

پارہ پارہ ہو چکی تھی وحدت انسانیت
خون میں ڈوبی ہوئی تھی عظمت انسانیت
تین سو اور ساٹھ بت تھے نصب بیت اللہ میں
پلتے تھے کتنے جرائم دانش گمراہ میں
فکر کے سرچشمے تھے اوہام گوناگوں میں گم
تھی حقیقت ظلمت افسانہ و افسوں میں گم

ذہن و فکر آدمیت میں تھا پیدا انتشار
تھا زمانے کو پیام آخری کا انتظار

اس نظم میں بعثت نبوی سے پہلے کے حالات کو ولادت با سعادت تک اظہار بیان میں پیش نظر رکھا گیا ہے - اس کے بعد ان اشعار میں جو حضور اقدس کے ذکر سے عبارت ہیں اردو نعت کے قدیم رحجان کی عکاسی نظر آتی ہے - مثلاً ذوق و شوق ، عقیدت و احترام ، نیاز مندی و شفتگی

اس رحجان کی مثال چند شعروں میں ملتی ہے -

راہ گم کردہ دلوں کی رہبری کے واسطے
کوُر آنکھوں میں وفا کی روشنی کے واسطے
رات کے پچھلے پہر نجم سحر پیدا ہوا
اک بشر کہئیے جسے خیرالبشر پیدا ہوا
قسمت عالم سنور جانے کی باری آگئی
صاحب ختم نبوت کی سواری آ گئی
خیرمقدم کے ترانوں سے فضائیں جھوم اٹھیں
مرحبا صلی علیٰ کہہ کر ہوائیں جھوم اٹھیں

حضور کی آمد سے پوری کائنات ارضی کے نزول برکات سے مزیّن و معمور ہونے کا ذکر ہے - اس ذکر کی مثال چند شعروں میں مذکورہے

کارگاہ دہر کے شام و سحر روشن ہوئے
ہوگئے بیدار دل فکرو نظر روشن ہوئے
جلوہ لوح و قلم غار حرا تک آ گیا
سیل انوار ھدیٰ کوہِ صفا تک آ گیا

اور اسی تسلسل کے تحت حضور اقدس کے اخلاق عالیہ اوصاف حمیدہ اور سیرت مطہرہ کا ذکر ہے -

حامل اوصاف کا ختم الرسل پیدا ہوا
محرم منزل شناسائے سُبل پیدا ہوا
ناصر و منصور ۔ محمود و غنی پیدا ہوا
حجت و برہان ۔ مختار و سخی پیدا ہوا
ہادی برحق ۔ رسول ہاشمی پیدا ہوا
قاسم و فتاح نور و ابطحی پیدا ہوا

مزکورہ بالا اشعار جو حضور اقدس کی آمد آپ کے اخلاق ، سیرت اور اوصاف حمیدہ کے تحت ہیں - ان اشعار کی تشکیل میں خیال و فکر کی روشنی شگفتگی اور ندرت نظر آتی ہے ان میں اس احساس کو اجاگر کیا گیا ہے جس کے ذریعے انسانیت جلاء پاتی ہے - آپ کے اوصاف حمیدہ آپ کی سیرت مبارکہ اور آپ کے اخلاق آپ کی تعلیمات تمام انسانیت کے ارتقاء کیلئے مشعل راہ ہیں چناچہ اردو نعت کے جدید رحجانات کا حامل یہی طرز احساس ہے جس کی ضمانت مزکورہ اشعار پیش کرتے ہیں -

اس مثنوی کا آخری حصہ ذات اقدس کے حضور سلام و صلوۃ کی صورت میں ہے اس حصے کے اشعار کا ذوق و شوق قابل ذکر ہے - ؎

الصلوۃ و السلام اے مرکز علم و یقیں
الصلوۃ والسلام اے حامل دین مبیں
الصلوۃ والسلام اے پیکر حسن صفا
الصلوۃ والسلام اے شافع روز جزا
الصلوۃ والسلام اے سایہ بے سایگاں
الصلوۃ والسلام اے رحمتوں کے سائباں
الصلوۃ والسلام اے حامل خلق عظیم
الصلوۃ والسلام اے صاحب لطف عمیم

مثنوی " صبح سعادت " کے جائزے سے قابل قدر نقطۂ نگاہ یہ سامنے آتا ہے کہ باوجود اسکے کہ یہ نظم مختصر ہے لیکن سرور کائنات کی حیات مبارکہ اور شخصیت کی عکاسی کرنے کی اس میں پوری کوشش کی گئی ہے - حتیٰ کہ آپ کی آمد سے قبل دنیا کے جو حالات تھے ان کی بھی اچھی خاصی ترجمان یہ نظم ہے -

اسی نظم کا آخری حصہ جو سلام و صلوۃ کی صورت میں ہے اس کے اشعار میں احساسات و جذبوں میں خلوص و گہرائی کی جھلک نمایاں ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نظم کے بیشتر اشعار سے اسلام کی عظمت رفتہ

کا احساس اور مسلمانان عالم کی زبوں حالی کا دکھ بطور خاص نمایاں ہے۔
چونکہ اس نظم کا واضح طور پر مطمح نظر یہ بھی ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کائنات پر بطور محسن انسانیت بڑے احسانات ہیں ۔ دکھی انسانیت کے لئے آپ کا وجود ابرِرحمت ہے ظلموں کیلئے آزادی کا باعث ، بیکسوں و یتیموں کیلئے راحت اور امن کا پیغام اور اسی محسن انسانیت نے زندگی کے ایسے اصول مرتب کئے جو قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کرتے رہینگے ۔ حضور اقدس نے ہی باطل کو مٹا کر حق و صداقت کا بول بالا کیا ۔ شرک و ضلالت کا قلع قمع کیا توحید کا پرچم بلند کیا جوآج تک بلند ہے اور ہمیشہ بلند رہے گا ۔

عبدہ

عبدالعزیز خالد کا یہ نعتیہ مجموعہ پہلی بار عبدہ کے نام سے 5 جمادی الثانی 1402ھ میں منظر عام پر آیا ۔ اس مجموعے میں بہت سا نعتیہ کلام عربی زبان میں ہے جبکہ عربی عام فہم زبان نہیں ہے ۔ الفاظ اورزبان کی ندرت ، تشبیہات اور استعارات کی جدت کے لحاظ سے یہ مجموعہ بھی ان کے دوسرے نعتیہ مجموعوں کی طرح ان کی قادرالکلامی کی بڑی واضح مثال پیش کرتا ہے ۔ عربی زبان کے نعتیہ اشعار کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں ان کے نعتیہ مصرعے بالکل منفرد انداز کے حامل ہیں۔ ان اشعار میں بھی خالد صاحب کا انداز و بیاں والہانہ اور پر سوز ہے جس سے انکے کلام میں بڑی کشش پیدا ہو گئی ہے اس مجموعے کے اشعار میں ان کے دوسرے نعتیہ مجموعوں کی طرح دوسری زبانوں کے الفاظ کی آمیزش کہیں کہیں نظر آتی ہے اور یہ الفاظ بھی اس قسم کے استعمال کئے گئے ہیں کہ جو بڑے پر اثر اور پرزور ہیں اور ان کے ذریعے جن احساسات اور جذبات کی نشان دہی کی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ۔ جس طرح کہ " فارقلیط" کے طویل اور مسلسل نعتیہ کلام میں عربی کے الفاظ اور قرآن کریم کی آیتیں اس صنعت گری اور فنکاری کے ساتھ استعمال کی گئی ہیں کہ شعر کی روح مجروح نہیں ہوتی

بلکہ روح انسانی میں ایک تازگی اور اقدار اسلامی کی شگفتگی محسوس ہوتی ہے نعت کی خوبیوں کے ساتھ شعری حلاوت بھی بدرجہ اتم موجود ہے -

اسی انداز کی مثال اشعار میں نظر آتی ہے -

مرا دل ہے شغوفِ حُبِّ محمدؐ
بہ شرفِ صوارف
بہ حصرِ معارف
بہ ذکرِ محامدِ
عظیم العرائد وہ محمود و حماد و حامد
وہ حمد و حمید و محمدؐ
وہ مجد ومجید و ممجد
وہ راہِ خدا کا مجاہد
وہ آفاق میں ترجمان خدا وند واحد
احید و احاد ووحید و محید و موحد
وہ اوحد وہ احید وہ حاشر
کہا جس کو عیسٰی ابن مریم نے احمد
وہ مضبوط و ضابط
وہ مبعوث و باعث
وہ والی وہ وارث
معرف ہے خلاق جس کا ۔ خلائق موصوف
نہ اس سا سنی المراتب نہ مجھ سا مکوم ومصائب
حریم و مشاعر سے زمزم سے پوچھو
ہے منصب نبوت کا فوق المناصب
وہ صاحب ذوائب
ازج الحواجب

---

1 - احید - احید 2 - احید

عہدہ 120 صفحات پر مشتمل طویل نعتیہ نظم ہے اس جائزے میں اس نظم کے چند اشعار کی مثالیں ہی پیش کی جا سکتی ہیں چونکہ یہ جائزہ اختصار پر مبنی ہے تاہم اس نعتیہ نظم کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں ایک مخصوص پہلو تو خود اس کا عنوان ہی ظاہر کرتا ہے کہ عہدہ کے فوراً بعد رسولؐ پر نظریں مرکوز ہو جاتی ہیں چنانچہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے تحت یہ نظم جہاں نعتیہ اشعار کی ترجمانی کرتی ہے اسکے ساتھ ہی خالد صاحب نے حمد کے اشعار بھی کہے ہیں اور اس طرح نعت میں حمد کا یہ پہلو ان کے انفرادی اور جدید رحجان کی نشان دہی کرتا ہے اس کے علاوہ انکی نعتیہ شاعری میں قرآن و حدیث دین وفقہ کے بلیغ علوم کے ساتھ ساتھ قوم و ملت سے گہری وابستگی اتحاد و اخوت کے جذبات بھی نمایاں ہیں نعت کے اشعار میں حمد کا رنگ ان اشعار کی مثالوں میں ملتا ہے۔

ہو مسموع کب نالۂ قلب محزوں
ہے سچ کو اصائب ابن آدم فی کل شیء لجن
ہیں میرا سرو بن نجوع قنوع

میں مانگوں خدائے محمد سے قلب منکر
لسان معبر بیان مسحور

اس نظم کے اشعار کی ایسی مثالیں بھی ہیں جن سے اردو نعت کے جدید رحجانات کی عکاسی بخوبی ہوتی ہے۔

آل اس کی ہے اس کا ہر اک امتی
الزموا سمت آل محمدؐ
ورائے بیاں ہے جمال محمدؐ
کسے تاب دید جلال محمدؐ

ہے کل امت مسلمہ شامل اہل بیت محمدؐ
ہیں سارے مسلمان آل عبائے محمد
ولائے خدا ہے ولائے محمدؐ
رضائے خدا ہے رضائے محمد
کلام آسماں کا زمیں کو سنائے محمد
کمال سخن ہے ثنائے محمد

اس نعتیہ مجموعے حمدہ کے آغاز میں خالد صاحب نے دو انتساب طویل نظموں کی شکل میں پیش کئے ہیں - یہ رحجان بھی ان کے دوسرے نعتیہ مجموعوں کے برعکس ان کی نعتیہ تخلیق میں ایک انفرادی شان کا حامل ہے اس میں بھی وہی قادرالکلامی اور بے ساختگی ہے اور الفاظ کا انداز استعمال اردو کی جدید نعتیہ شاعری میں اس قسم کی نظم مسلسل میں اس مہارت کے ساتھ بہت کم نظر آتا ہے - اول انتساب سے چند اشعار پیش نظر ہیں-

میں نے لکھا ہے مجموعہ اس کتاب نعت کو
اہل دل اہل نظر اہل محبت کے لئے
اہل دانش اہل درد اہل درایت کیلئے
اہل نور اہل شعور اہل شہادت کیلئے
اہل ظرف اہل ضمیر اہل ذکاوت کے لئے

اس کے علاوہ انتساب 2 کے اشعار کی چند مثالیں بھی سامنے ہیں اس میں بھی ان کا عشق رسول عروج پر نظر آتا ہے اسکے ساتھ ہی یہ نظم اسلامی تصوف و فلسفے کو بھی ظاہر کرتی ہے اور اسلامی تاریخ میں شاعر کی گہری دلچسپی کی بھی نشان دہی کرتی ہے -

بنام نامی حسان و کعب و بوصیری
کہ جن کے حق میں کی محبوب کبریا نے دعا
بنام رواحہ و نابغہ جعدی
کہ جن کے شعروں پہ حضرت نے صاد فرمایا

بنام صرصری و ابن جابر و برعی
وہ برگزیدہ و درد آشنا نوا پیرا
کہ جن کو زمزمہ نعت مصطفٰے کے طفیل
قبول خاطر و لطف سخن نصیب ہوا
بنام حافظ و خاقانی عرفی و عطار
بنام عارف روم و سنائی داتا

ملجا و ماوا

مسرور کیفی کا یہ نعتیہ مجموعہ اپریل 1980ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا اس سے قبل انکا ایک اور نعتیہ مجموعہ " چراغ حرا " کے نام سے شائع ہوا تھا ۔

ملجا و ماوا کی نعتیہ شاعری پر جو تاثراتی مضامین اس کتاب کی ابتدا میں نظر آتے ہیں انکے لکھنے والے یہ ہیں ۔ بانو قدسیہ ، احسان دانش ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اور حفیظ تائب ۔

اس نعتیہ مجموعے کا آغاز ایک مختصر دعا سے کیا گیا ہے " ملجاوماوا " کی نعتیہ شاعری کے کچھ مخصوص پہلو ہیں ایک تو یہ کہ یہ نعتیہ شاعری گہری عقیدت اخلاق و محبت کی راہ متعین کرتی ہے ۔ اس نعتیہ شاعری کا تمام متن ایسے احساسات و جذبوں کا آئینہ دار ہے جن میں سرفہرست یہ جذبہ کارفرما ہے کہ جیسے کچھ کہا گیا ہے درون خانہ سے مطلوب ہو کر آنحضرت کی محبت میں ڈوب کر کہا ہے تاہم اردو نعت کا یہ رحجان ۔ جدید رحجان

ہم آہنگ ہوتا ہوا نظر نہیں آتا ۔ گوکہ اس نعتیہ شاعری میں یہ عقیدت مندی روائتی قسم کے انداز سے مبّرا ہے ۔ اس نعتیہ شاعری میں سچے اور حقیقی احساسات و جذبے نظر آتے ہیں ۔ اس میں اعترافات عجز کا م اقرار جرم نا رسائی کا انداز صاف طور پر نمایاں ہے ۔ اس انداز کی مثال ذیل کے چند اشعار پیش کرتے ہیں ۔

مجھ جیسے خطا کار کی شنوائی ہوئی ہے
طیبہ سے بلاوے کی خبر آئی ہوئی ہے

میں بیمار ہوں اے مسیحائے عالم
مدینے کی آب و ہوا چاہتا ہوں

اور جیسا کہ اس مضمون میں شروع میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس نعتیہ شاعری کے کچھ مخصوص پہلو ہیں ان میں سے ایک پہلو یہ بھی قابل ذکر ہے کہ " ملجا و ماوا " کی نعتوں میں فرسودہ اور گھسا پٹا انداز کہیں نظر نہیں آتا بلکہ ان میں کچھ اس قسم کا خلوص و جذبہ اور کیف ہے جس سے روح سرشار ہوتی ہے ۔ تو اس اندازِ نظر سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ "ملجا و ماوا" کی نعتیہ شاعری کی تشکیل میں جدّت اور تازہ کاری موجود ہے چنانچہ ملجا و ماوا میں چھوٹی بحر کی خوبصورت نعتیں ہیں اشعار میں الفاظ کا استعمال بڑا سادہ اور اعلیٰ معیار لہجہ شیریں ہے ۔ لیکن اسکے برعکس ملجا وماوا کی نعتیہ شاعری میں بعض ایسے اشعار بھی ہیں جو خالصتاً جدید رحجانات کے حامل ہیں ۔ ان کا محرّک انسان بلکہ انسانیت کو لا یقینیت اور بیچارگی کے تیرہ و تار ماحول سے نکال کر چارہ گری و معنویت کی تابناک فضا سے ہمکنار کرتا ہے ایسی معنویّت اور چارہ گری کی فضا سے جسکے داعی کو خالق کُل نے اکملت لکم دینکم کے خطاب سے سرفراز کیا ہے ۔

ایک ادنٰی غلام ہوں آقا
میرا بیڑا بھی پار ہو جائے
ہر مسئلہ کا جواب دیتا ہے
آدمی ہوشیار ہو جائے

تاریکیٔ حیات کو روشن جو کر گئی
وہ رُوح ماہتاب محمدؐ کی ذات ہے

ایمان و آگہی کا خلاصہ بھی آپؐ ہیں
ملجا بھی میرا آپؐ ہیں ماوا بھی آپؐ ہیں

جس کی نظیر ہے نہ جہاں میں مثال ہے
وہ صاحب الجمال کا اپنا جمال ہے
صبر و رضا و ضبط و تحمّل اور اس قدر
دنیائے عقل و ہوش مجسّم سوال ہے

زیر نظر "ملجا و ماوا" کے اس جائزے سے جو اہم ترین نکتہ سامنے آتا ہے وہ یہی ہے کہ اس مجموعے کی نعتیہ شاعری بارگاہِ رسالت میں عقیدت و نیاز مندی کی واضح دلیل ہے - لیکن یہ شاعری اشکال و اجمال حکمت و فلسفہ جیسے رنگ کو کمالاتِ فکر و فن کی نمود بناتی ہوئی کسی بھی مقام پر نظر نہیں آتی اس میں جو کچھ ہے عام فہم سادہ اور شیریں لہجہ میں ہے -

میخانۂ تصور

محمد علی حسین آباد کا یہ نعتیہ مجموعہ 1403ھ ۔ 1983ء میں شائع ہوا ہے قدیم دور کا عام رجحان کے مطابق ۔ "میخانۂ تصور" کے آغاز میں بھی حمد نظر آتی ہے ۔

عصر حاضر کے اکثر نعتیہ مجموعے بھی آغاز میں حمد کے طرز کو اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ " میخانہ تصور " مکمل مجموعۂ نعت نہیں ہے اس میں صرف انتیس29 نعتیں ہیں جن میں دو نعتیں سلام پر مشتمل ہیں اور ایک نعت تمہید کے عنوان سے ہے اس میں چند ہی اشعار ہیں لیکن اسی کے طرز تحریر میں حمد میں نعت کہنے کا رجحان کارفرما ہے ۔

" میخانہ تصور " کی نعتیہ شاعری کے جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جدید دور کے رجحان کی اس میں ایک بڑی حد تک کمی ہے ۔

تاہم آباد کی نعتیہ شاعری میں عشق رسول کی سرشاری کی کیفیات جا بجا بڑے جوش و جذبے کے ساتھ نظر آتی ہے ۔

ذیل میں چند ایسے اشعار ہیں جن میں اس کیفیت کی عکاسی کی گئی ہے ۔

ادھر دیکھتا ہوں ادھر دیکھتا ہوں
وہ پیش نظر ہیں جدھر دیکھتا ہوں

دیار مصطفیٰ سے جا رہا ہوں
خدا معلوم کب تک آ رہا ہوں

کسی صورت بہلتا ہی نہیں دل
کسی کی یاد سے بہلا رہا ہوں

چناچه یہی وہ رحجان ہے جس کی قدیم دور کی نعتیہ شاعری میں بھر پور عکاسی نظر آتی ہے ۔ چونکہ مسلمان ہونے کے ناطے اس دور کا نعت گو اپنے لئے دنیا و آخرت کے سنوارنے کا ذریعہ صرف اس نظریے کو بتائے ہوئے تھا کہ حضور اقدس کی ذات سے عشق اور اس کی ترجمانی کا ایک اہم فریضہ ہے ۔

یہاںتک کہ اس کی فکر کی رسائی آنحضور کی سیرت مبارکہ کے ان پہلوؤں تک نہ ہوئی جن پر گامزن رہنے سے انسانیت جلا دپاتی ہے ۔

چناچہ " میخانہ تصور " کی نعتیہ شاعری میں بہت کم ایسے خیالات جذبے نظر آتے ہیں جن کے تحت جدید رحجان کی نعت کی صف میں اس کو پیش کیا جا سکے ۔

اردو نعت کے جدید رحجانات جو اس کتاب میں بعض مقامات پر خال خال نظر آتے ہیں ۔ ان کی مثال چند اشعار سے نمایاں ہے ۔

جو واقف اسرار خفی اور جلی ہے
وہ صاحب قرآن ہے امی لقبی ہے

محبت کے ساماں تمہاری بدولت
جہاں گلستاں ہے تمہاری بدولت
دو عالم چراغاں تمہاری بدولت
ملا جام عرفاں تمہاری بدولت

----- ذرا بڑھ کے آواز دو تم کہاں ہو

ان میں مصنف کی فکر عشق کے گورکھ دھندے سے نکل کر کسی دوسرے رخ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے ۔ ان کے علاوہ اس نعتیہ مجموعے کے جائزے سے کوئی قابل توجہ جدید رحجان سامنے نہیں آتا ۔

ثنائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

بیاس مراد آبادی کا یہ مختصر مجموعہ نعت و حمد اور منقبت پرمشتمل ہے پہلی مرتبہ اپریل 1983ء میں اشاعت پذیر ہوا ۔ ایک طرف اس مجموعے کی نعتیہ شاعری بیاس مراد آبادی کے اس احساس کو اجاگر کرتی ہے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک و عرفان پوری طرح موجود ہے اس کی مثال ایک شعر میں ملتی ہے ۔

ہے کمال کی کوئی انتہا کہ دوام ان کا ہے ارتقا
وہ عظیم عرش عظیم سے کہ بلند سب سے مقام ہے

دوسری طرف ثنائے حبیبؐ کی نعتیں عقیدت و محبت کی ترجمانی کرتی ہیں ۔ اس نعتیہ شاعری میں فکری پہلو اور شعری فلسفہ بھی مفقود نہیں ہے اس کی مثال چند شعروں میں نظر آتی ہے ۔

حق بیاں ، حق نما ، حق نگر آپؐ ہیں
ہر زماں کے لئے راہ بر آپؐ ہیں

تاریخ بھی شاہد ہے ان کی سی کوئی سیرت
آئی تھی نہ آئے گی وہ ایک ہی آئی ہے

دور جدید کی نعتیہ شاعری میں یہی رحجان کارفرما ہے اس کا تمام تر خلاصہ یہی ہے ذات محمدیؐ کا ظہور کون ومکاں کی تخلیق کا نقطہ عروج ہی نہیں بلکہ منتہائے مقصود بھی ہے ۔ ذات محمدیؐ الطاف ایزدی کی سب سے بڑی مظہر ہے وہ بجائے خود ایک رحمت ہے ۔ سب سے بڑی رحمت جس کے بغیر زندگی اور کائنات کی کوئی صورت مکمل نہیں ۔

اس رجحان کی عکاسی ذیل کے اشعار سے ہوتی ہے۔

ملا ہے گنبد خضرا سے آفتاب کو نور
طلوع شمس بھی ورنہ تو شام ہو جائے

نوع بشر مسرور ہے اب گمرہی سے دور ہے
نوع بشر کے حشر تک اب رہنما ہیں مصطفٰی

بیامی مراد آبادی کی نعتیہ شاعری کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ ذاتِ ختم المرسلین سے قربت آدمی کو خوف وحزن غم و غصے پر غالب کردیتی ہے اس ذات کامل کا پر تو انسانی سیرت کی تکمیل و تعمیر کیلئے استعارہ ہے بلکہ یہ پر تو انسان کی سیرت بدل دیتا ہے۔ جبھی تو فرمایا گیا ہے۔

سرکار سے نسبت ہے مجھ سے نہ ملا آنکھیں
اے اپنے گردش دوراں تو مجھ کو نہ دکھا آنکھیں

ایک اُمّی کی عقل سے اللہ
سب بنے ہیں عقیل کیا کہنا

ساری اچھائیاں ، نیکیاں خوبیاں
ان سے ہیں ان سے منسوب ہوتی گئیں
کفر و الحاد کی ساری تاریکیاں
نور ایماں سے مغلوب ہوتی گئیں

اس کے علاوہ بیامی کی نعتیہ شاعری کی زبان رواں اور بیان میں دل نشینی اور خلوص اظہار عیاں ہے۔ نعت میں افراط عقیدت کے باوجود حقیقت کو مد نظر رکھا گیا ہے انہوں نے ثنائے سرور کائنات میں غزل کے

مضامین اختیار کرنے سے گریز کیا ہے جو شان نبوت کے منافی ہیں - عام طور پر نعت گو حضرات اس بات کا خیال نہیں رکھتے -

حضور سرور کائنات کیلئے جو عقیدت و احترام کے احساسات وجذبے "ثنائے حبیب" کی نعت میں نظر آتے ہیں انکی ایک جھلک اشعار میں موجود ہے-

کوئی ان سا نہیں ممکن اواخر تک اوائل سے
جسال ان کا منزہ ہے مما ثل سے مقابل سے

پیمانہ صبر مغفرت

سخزن نعت مقبول

ساجد علی ساجد اسدی کی کتاب مخزن نعت مقبول کے نام سے 1975ء اور 1395ھ میں شائع ہوئی - ساجد صاحب نے عشق رسول سے سرشار ہوکر حضور ختمی مرتبت کے محامد و فضائل کے بیان کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور بڑی کثرت سے نعتیہ اشعار لکھے ہیں - لیکن یہ ساجد صاحب کا ایک انفرادی رحجان ہے جو نعت گوئی کے سلسلے میں انہوں نے اپنا یا ہے اس نعتیہ مجموعے کی تشکیل سے قبل انہوں نے جگر مراد آبادی مرحوم کی پیش فارسی غزلوں کے مقابلے میں اتنی ہی نعتیہ غزلیں کہی ہیں اوراسی وارفتگی کی ایک اور مثال یہ ہے کہ مرزا غالب کے اردو دیوان کو سامنے رکھ کر اتنی ہی غزلیں جتنی انکے دیوان میں ہیں انہی زمینوں اور انہی قافیوں اور ردیفوں میں نعتیں لکھی ہیں - ساجد صاحب نے اپنی نعتوں کے ذریعے بڑے باوقار طریقے سے دینی اور اخلاقی اقدار اور رحجانات کو پیش کیا ہے گویا یہ حضور نبی کریم کی حیات مبارکہ پر عمل پیراہ ہونے کی تعلیم ہے اور انکا یہ کارنامہ لائق ستائش ہے - مثلاً غالب نے اپنے دیوان کی پہلی غزل کا جو مطلع لکھا ہے

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

نثار حسین نے اس کو "حمد" بتاتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مولانا روم کے اس شعر سے ہم آہنگ ہے۔

بشنواز نے چوں حکایت می کند
در جدائی ہا شکایت می کند

لیکن غالب کی مشکل پسند طبیعت نے حمد کے اس شعر کو بھی بڑا مطلق بنا دیا ہے۔

اسکے مقابلے میں ساجد صاحب نے بھی اپنے اسی دیوان کا پہلا شعر حمد میں ہی لکھا ہے۔ لیکن یہاں ان کی نعتیہ شاعری کا جائزہ ہی پیش نظر ہے چناچہ ان کی مزکورہ غزل کا دوسرا شعر یہ بتاتا ہے۔

خواب میں دیکھا تھا جاتا ہوں مدینہ کی طرف
منتظر مدت سے ہوں اس خواب کی تعبیر کا

مدینے کی زیارت کے شوق بے حد ان کے دلِ حسرت زدہ سے یہ شعر لکھوایا ہے۔ ایک اور شعر اس رحجان کا حامل ہے۔

مجھ کو پابند شریعت کر گیا عشقِ رسول
کیوں بھلا پابند ہو میرا جنوں زنجیر کا

اس شعر میں مفہوم یوں پیش کیا گیا ہے کہ شریعت کی پابندی کا دوسرا نام عشقِ رسول ہے اور اس راہ پر کامیابی کے ساتھ کامزن رہنا بھی کمالِ عشق ہے۔ ایک اور نعتیہ غزل کا شعر بھی اس انداز کو ظاہر کرتا ہے

نام جب لیا ان کا اور دعا مانگی
ہم نے جو بھی کچھ مانگا اس سے بھی سوا پایا

جیسا کہ حدیث ہے کہ دعا کے شروع میں درود شریف پڑھا جائے تو دعا مقبول ہوتی ہے - ساجد صاحب نے اس شعر میں حدیث کے رجحان کو کس خوبصورتی سے پیش کیا ہے - اس نعتیہ شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جا بجا نعتیہ اشعار میں قرآن اور احادیث کے مضامین اور رجحانات نظر آتے ہیں - ان رجحانات کو اشعار میں بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے-

داغ دل نے ہجر احمد سے یہ پایا ہے فروغ
کعبۂ دل کا میں چراغِ طُور گویا جل گیا

عشق رسول کا داغ تو دل میں تھا ہی مگر یہ داغ ہجر رسول میں ترقی کرتے کرتے چراغ طور بن گیا ہے - مگر یہ مصرعہ اپنی عمدگی میں ایک مثال ہے -

کعبۂ دل میں چراغ طور گویا جل گیا

ایک شعر اور ہے جو اس انداز کی نشاندہی کرتا ہے -

گر ضیا پاش نہ ان کا رخِ تاباں ہوتا
چاند پرنُور نہ خورشید درخشاں ہوتا

یہ لولاک کما خلقتُ الافلاک ہی کی تفسیر ہے مگر ایک دوسرے ہی انداز میں حسنِ تعلیل بھی پیدا ہو گئی ہے - اس شعر میں یہ رجحان پایا جاتا ہے -

جب مدینے کا سفر یاد آیا
راہ چلنے کو یہ سر یاد آیا

گو کہ ہم سر کو بھول ہی گئے تھے ہمارے نزدیک یہ کوئی چیز نہ تھا مگر جب مدینہ کا سفر یاد آیا تو سر بھی یاد آگیا کہ مدینے کا راستہ سر کے بل ہی طے کرنے کا ہے -

سر کے ہل راہ سفر طے کرنے وغیرہ کی ترکیبیں فارسی نعت گوشعراء کے یہاں پائی جاتی ہیں بالخصوص مولانا جامی نے اپنے نعتیہ اشعار میں اس قسم کے خیالات کی ترجمانی کی ہے لیکن اسکے برعکس ساجد صاحب نے انہی احساسات اور خیالات کی ترجمانی اردو میں بالکل سادگی اور جدید رجحانات کے تحت اپنے نعتیہ اشعار میں کی ہے گو کہ غالب کے انداز میں نعتیں لکھ کر انہوں نے اپنی شاعری کی راہ کو دشوار کر لیا ہے مگر اس میں بھی ایک جدّت اور جوش نمایاں ہے -

مَنحَمنّا

عبدالعزیز خالد کا یہ نعتیہ قصیدہ جو کہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے مَنحَمنّا کے نام سے پہلی مرتبہ اکتوبر 1966ء اور دوسری بار مارچ 1975ء میں شائع ہوا الفاظ و زبان کی ندرت تشبیہات و استعارات کی جدت اور تلمیحات کی کثرت کے لحاظ سے یہ مجموعہ شاعری کی قادرالکلامی کی اہم ترین مثال نظر آتا ہے - اس کا انداز و بیان والہانہ اور پُر سُوز ہے جس سے کلام میں جذب و کشش پیدا ہو گئی ہے - ایک طرف جہاں یہ نعتیہ نظم قادرالکلامی کا احساس دلاتی ہے تو دوسری طرف اس کی ہئیت میں مختلف زبانوں کے الفاظ کی بھرپور شمولیت سے یہ شاعری وسعت معلومات کا اہم مرقع معلوم ہوتی ہے - زبان و بیان کے لحاظ سے اور اردو کی نعتیہ شاعری کے جدید رحجانات کی بناء پر خالد صاحب کی شاعری اردو کی شاعری کی پوری تاریخ میں ایک بالکل علیحدہ اور منفرد نوعیت کی حامل ہے اس کے علاوہ قابل ستائش بات یہ ہے کہ یہ قصیدہ ان کی ایک طویل نعتیہ نظم ہے اور پانچ ابواب پر منقسم ہونے کے باوجود بھی شروع سے آخر تک کلام میں ایک ہی طنطنہ اور ایک ہی دَم قائم ہے - اس کی مثال کو اس نظم کے چند اشعار واضح کرتے ہیں-

مطاعِ آدم و انجم ، متاعِ لوح و قلم
مُحَمَّدٌ اُمّی محبوبِ کبریا صلعم

محمدؐ انجمنِ کُنْ فکاں کا صدر نشیں
محمدؐ افسرِ آفاق و سرورِ عالم

وہ عبدُہٗ و رسُولُہٗ ، وہ اسمُہٗ احمد
کتاب و حُکم و نبوّت کا خاتِم و خاتَم

انفرادی تاثر اور احساس کی ترجمانی سے کہ منحنا کی شاعری کا فن ارتقائی مرحلوں سے گزر کر عروج و کمال کی منزل پر نظر آتا ہے - یہ طویل نظم نعتیہ رنگ اور جذبے کے مخصوص اسٹائل اور خاص طرز میں ایک ملی احساس کو بھی اجاگر کرتی ہے اور اس میں نعت کے جدید رحجانات اور امکانات بھی سامنے آتے ہیں- اس کے علاوہ اس نعتیہ نظم میں اس انقلاب کی باز گشت ہے جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس روحانی ، اخلاقی اور تمدنی آشوب کا بھی ذکر ہے جس سے اُمّت مسلمہ بالخصوص اور عہد حاضر کا انسان بالعموم دوچار ہے اس میں تمام کے تمام پہلوؤں میں حضور کے منشورِ حیات کی ترجمانی نہایت وتیع اور خوبصورت انداز میں کی گئی ہے اور اس انداز بیانؔ میں قرآن اور احادیث کے مضامین اشارات کا استعمال بھی اس خوبی سے کیا گیا ہے کویا یہ اشعار میں اسطرح رچ بس گیا ہے کہ کوئی الگ چیز محسوس نہیں ہوتا - پھر اسکے لئے معنیٰ اور مطالب و مفہوم کی ایک طویل فہرست اس مجموعے کے حاشیے میں درج کرکے شاعر نے شعر کے سمجھنے اور جاننے کیلئے بڑی سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی ہے - یہ طویل نعتیہ نظم ان کے مخصوص اسٹائل اور خاص طرز تخیل کا شاہکار نظر آتی ہے اور اس میں اور بھی کئی پہلو سامنے آتے ہیں ایک تو اسکے اشعار سے اسلامی تصوّف اور فلسفے و تاریخ سے گہری وابستگی کی وسعت کا سراغ ملتا ہے دوم یہ کہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے واقعات کو درد و کرب اور فخر و نصرت کی بے حسی اور بے حرمتی پر آنسو بہائے

گئے ہیں قوم و ملت کی غیر اسلامی روش دین سے بیگانگی اور مذہب سے دوری کا ذکر بھی اس میں ملتا ہے ۔ خالد کے دل کی تڑپ بے چینی اور افسردگی اس نظم کے اشعار سے ظاہر ہوتی ہے انہی اشعار کے ذریعے وہ ترغیب بھی دی گئی ہے کہ ملت اسلامیہ دنیا کے سامنے عظمت و بلندی کے افق پر نظر آئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آخری سانس تک دل و زبان نبیؐ آخرالزماں کے محو ذکرو فکر ہوں ۔

جوش خروش کے ساتھ ثنائے خواجہ میں گم جذبے کی مثالیں منحمنا کے باب اول کے اشعار میں موجود ہیں ۔ مثلاً

وہ جس کا بیضوی چہرہ ہے چاند کا ٹکڑا
وجیہہ و خوشدِل و بیدار مغز تازہ دم
جسو دیکھے زلف چلیپا و عارض زیبا
پکارے ، نور علیٰ نور ہے خم اندر خم
بہار گلشنِ رُیجارِ دو حسُن ہفت رَوا ئی
گل سر سبد دودۂ ہستی آدم
وہی ہے جان جہاں ، تاجدار محبوباں
دلوں کا قائد و تمقام و پاسبان و مسلم

خالد صاحب کی نعتیہ شاعری گویا ایک پیغام حیات کی مکمل تصویر اور تفسیر ہے ان کا سارا کلام قرآن اور حدیث کا ترجمان ہے اور اس میں اسلامی تعلیمات اور زندگی آمیز و زندگی آموز مقاصد ملتے ہیں ۔ اس کے علاوہ اس نعتیہ قصیدے مُنْحَمَنّا کے اختتام پر ان کے ایسے اشعار بھی ہیں جن میں بارگاہ الہیٰ میں بھی حبیب خدا کے واسطے سے دیار پاک کی بقا اور استحکام ، ترقی و خوشحالی ، اخوت واتحاد کیلئے دعا کا رحجان پایا جاتا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی ان خیالات اور احساسات کا اظہار بھی انہی اشعار میں کیا گیا ہے کہ ملت اسلامیہ اسی وقت دنیا کے سامنے منفرد و ممتاز حیثیت حاصل کرسکتی ہے جب وہ حضورؐ سرورکائنات کے احکامات اور راستوں کا انتخاب اپنے لئے کر لے ۔

امام متقیاں ، یا خدا ہمنا ہم کو
دل و زباں بھریں تیرا ہی دَم ہے جب تک دَم
ہے استبار پہ دار و مدار کارِ جہاں
یہی ہے فخر غلاماں شہر یار ہیں ہم
یہی دعا ہے الٰہی بنام پاک نبیؐ
دیارِ پاک رہے دائماً خوش و خرم

خالد صاحب کی نعتیہ شاعری کے بارے میں مولانا ماہر القادری مدیر ماہنامہ فاران کراچی نے تحریر کیا ہے :-

"عبدالعزیز خالد کا مطالعہ اور مشاہدہ دونوں وسیع ہیں - جب کسی منظر اور کیفیت کو پیش کرتے ہیں ایک ایک جزویہ پر ان کی نگاہ رہتی ہے - ان کی شاعری لطف انگیز بھی ہے جہاں تک تلیحات کا تعلق ہے اس صف میں وہ تمام اردو شاعری میں منفرد ہیں - کیسی کیسی حسین تشبیہیں اور تلمیحات ہیں جو اردو کی شاعری کی قالب میں ڈھل کر سحر حلال بن گئی ہیں -

(وفا راشدی - خالد ایک نیا آہنگ - صفحہ 35)

جام صہبات

ساحر صدیقی مرحوم کا یہ مجموعۂ نعت ارشد قریشی نے یکم دسمبر 1964ء میں مرتب کیا یہ نعتیہ مجموعہ 111 صفحات پر مشتمل ہے - مکمل نعتیہ مجموعہ نہیں ہے - چونکہ اس مجموعے کا نصف سے کم حصہ مدح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مدح اولیاء عظام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم پر منحصر ہے -

اس مجموعے کی نعتیہ شاعری میں اولاً تو درد ، سوز اور عشق کا پر تو شامل ہے غالباً یہ شاعری عشق کا مظہر ہے اس میں عشق رسول بھی جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ ایک لحاظ سے یہ جذبہ صداقت کی نشان دہی بھی کرتا ہے اور مسلمان ہونے کے ناطے سے عشق رسول میں سرشاری ایک لازمی امر ہے۔

عکاسی چند اشعار پر منحصر ہے۔

آسان ہو گیا ہے شعور نظر کے بعد
کعبہ کی عظمتوں پہ یقیں ان کے در کے بعد
ایمان بن گئیں ہیں پرستش کی خواہشیں
ہر دل کے واسطے ترے لطف نظر کے بعد

اس نعتیہ مجموعے " جام حیات " کے آغاز میں بھی حمد کے انداز میں ایک مسدّس نما نظم ملتی ہے۔

اے رب کعبہ ، اے رب کعبہ
ہے تو ہی مالک — خشک اور تر کا
برگ و شجر اور — شمس و قمر کا
حور و ملائک — جن و بشر کا
اے رب کعبہ ، اے رب کعبہ

اس نظم میں جہانتک الفاظ اور شعریت کا تعلق ہے اس میں دور جدید کا انداز کا احساس ہوتا ہے لیکن مجموعے میں اس قسم کی نظم کا آغاز میں پایا جانا کسی انفرادی روش کی ضمانت نہیں دیتا۔

اس کے علاوہ جہانتک " جام حیات " کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے اس میں دور جدید کے رجحانات کی کمی ہے۔ چونکہ دور جدید کی تمام تر نعتیہ شاعری کا مطمح نظر حضور اقدس کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا اور مکمل طور پر کل انسانیت کیلئے اسے مشعل راہ سمجھنا شامل ہے

دور جدید کی نعت کا فلسفہ اور فکری پہلو یہی ہے کہ حیات و کائنات کے لئے یہ ذات اقدس ایک ایسی روشنی ہے جس کی کوئی تمثیل نہیں ملتی اور ایک مخصوص رجحان عصر جدید میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ نعتیہ شاعری میں قرآن اور احادیث کے مضامین کثرت سے اختیار کئے جا رہے ہیں اس کے برعکس "جام حیات" کی نعتیہ شاعری میں تڑپ ، غم و آلام ، احساس محرومی ، کی کرب ناک کیفیت اور ذہنی انتشار اور اضطراب قدم قدم پر ملتا ہے ۔ اس کی مثال اشعار میں بھی نظر آتی ہے ۔

چھا گئے یہ صورت حالات مدینے والے
ڈرتے ڈرتے میرے ہونٹوں پہ ہنسی آتی ہے

یقیناً رنگ لائے گا اثر مجبور آہوں کا
شب تاریک میں کوئی ستارا مل ہی جائے گا

اور اس قسم کے احساسات میں مصنّف کا پختہ یقین اور ان کا دینی مزاج اور خاص طور سے ان کا جذبہ مسلمانی کام کر رہا ہے ۔ دراصل مسلمان کی معراج بھی یہی ہے کہ دنیا و آخرت کے تمام مسائل کے حل کا عین آپ سرور کائنات کی ذات اقدس سے وابستہ رکھے ۔ لہذا اس نعتیہ شاعری پر عقیدت اور روایت کا غلبہ شعری محاسن کو کہیں مجروح نہیں کیا گیا گو کہ شعری تجربے میں پختگی اور کہنہ مشقی " جام حیات " کی نعتیہ شاعری میں بہت کم نظر آتی ہے ۔ لیکن اُس میں تصوف کی اور واردات کیف و جذبے کی کیفیت نظر آتی ہے یہ اشعار ثابت کرتے ہیں کہ ان میں گرد و پیش کے ماحول کی پستی اور گمراہی انسانیت کی بے حسی اور مجبوریوں کا پورا پورا احساس اور شعور ہے ۔ ان کے اس احساس اور شعور کی چند مثالیں اشعار کے تحت پیش نظر ہیں ۔

ہر قدم پر ہو اک نئی منزل
دل اگر تیرا راستہ جانے

یہ سلسلے جو شاہِ افق تیرگی کے ہیں
طالب تیری نگاہ سے وابستگی کے ہیں

" جامِ حیات " کی نعتیہ شاعری کے جائزے سے سب سے روشن پہلو یہی نکلتا ہے جس کی نشان دہی مزکورہ بالا عبارت کی سطور کے تحت کی گئی -

ورنہ پورے کلام سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا اور ایک طرح سے پورے کلام میں اس طرز فکر کی کمی نظر آتی ہے - اس کے علاوہ وصال وہجر کی کیفیت بھی شاعری کے رنگ میں سرائیت کئے ہوئے ہیں -

------

حمد و نعت

سرور بجنوری کا یہ مجموعہ " حمد و نعت " کے نام سے یکم رمضان المبارک 1401ھ میں شائع ہوا اس کتاب میں نعتیں صرف اکیس (21) ہیں جبکہ پوری کتاب حمدیہ شاعری پر مشتمل ہے -

ان نعتوں کا مخصوص پہلو یہ ہے کہ یہ بچوں کیلئے لکھی گئی ہیں بچوں کے ذہنی معیار اور اُپج کی بناء پر ان میں جو شعری اور فنّی تقاضے ہیں ان میں سادہ اور آسان زبان کا استعمال نمایاں کیا گیا ہے الفاظ اور تراکیب عام فہم ہونے کے ساتھ اشعار میں کلاسیکت دوسرے معنوں میں موسیقت کا رحجان پایا جاتا ہے جو بچوں کے مزاج سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ان کی دلچسپی برقرار رکھنے کیلئے ضروری عنصر ہے -

اگرچہ یہ نعتیہ شاعری بچوں کے ذہنی معیار سے مطابقت کی حامل نظر نہیں آتی ہے - اس کے ساتھ ہی ساتھ "حمد ونعت" کی نعتیہ شاعری میں احساسات اور جذبوں کی دلکشی - خلوص ومحبت کی ترجماں ہے - نعتیہ ادب کی نبض شناسی کا حق اس سے پورے طور پر ادا ہوتا ہے -

اس نعتیہ کلام میں حضور اقدس نے جو راہ ہدایت اور ضابطۂ حیات اُمّت مسلمہ کے لئے متعین کیا اس کی تلقین بھی قدم قدم پر ملتی ہے اور یہی تلقین اس نعتیہ شاعری کو جدید رجحانات کی صف میں لاتی ہے ۔ اس کا اندازہ اس کے چند اشعار سے ہوتا ہے ۔

ہمارے نبی کا نہیں کوئی ہمسر
وہ ہیں سب سے افضل خدا کے پیمبر
انہوں نے جہالت کی رسمیں مٹائیں
انہوں نے ہمیں اچھی باتیں سکھائیں

آپ ہیں راہبر زمانے کے
آپ کا ہر سخن ہدایت ہے

چاند شق ہو گیا اشارے سے
ایک انگلی میں اتنی طاقت ہے
آپ صادق بھی ہیں امین بھی ہیں
یہ حقیقت ہے ، یہ حقیقت ہے

" حمد و نعت سے ماخوذ 21 نعتوں کے اس مختصر جائزے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ گو کہ یہ نعتیہ شاعری بچوں کے لئے لکھی گئی ہے لیکن اس میں حضور اقدس کی حیات مبارکہ میں پیش آنے والے معجزات اور واقعات کی بھی نشاندہی نظر آتی ہے مثلاً شق القمر کا معجزہ ۔ آپ کے صادق و امین " کہلانے کا ثبوت اور قرآن پاک کے حوالے سے آپ کے افعال اور آپ کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے اور قرآنی نظریات کی عکاسی کا رجحان اور احادیث کے اثرات کی بخوبی ترجمانی بھی موجود ہے ۔

جبکہ اس نعتیہ مجموعے کی نعتیہ شاعری میں تمام شعری نظریات اثرات اور مختلف نوعیت کے رحجانات بخوبی ملتے ہیں ۔

اس مجموعے میں جو صرف 21 نعتوں پر مشتمل ہے اردو نعت کے جدید رحجانات کی واضح ترجمانی اس نعتیہ شاعری کا نقطۂ عروج بھی ہے اور بچوں کے نصاب کے لئے درسی ضمانت بھی ۔ ایسی نعتیہ شاعری بچوں کی ہدایت اور تربیت کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہے ۔

بچوں کے طبعی میلانات کے مطابق تو عام شاعری کا ہی ضابطۂ تحریر میں آنا ایک مشکل مرحلہ ہے ۔ چہ جائیکہ نعتیہ شاعری کا بچوں کے رحجانِ طبع اور میلانات کے مطابق پایا جانا ایک مشکل اور دشوار عمل ہے ۔

بچوں کے لئے شعری تخلیق کا رحجان پاکستان میں بہت کم شعراء کے یہاں نظر آتا ہے ۔ سوائے چند کے ان میں صوفی غلام مصطفٰے تبسم ، سرور کیفی ، رئیس فروغ ، محشر بدایونی اور شاعر لکھنوی نے بھی بچوں کے لئے عام شاعری پیش کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے کسی نے بھی نعتیہ شاعری کو بچوں کے لئے فروغ دینے کی کوشش نہیں کی ۔

کیف مسلسل

حافظ لدھیانوی کا یہ نعتیہ مجموعہ " کیف مسلسل " کے نام سے پہلی مرتبہ 1982ء میں شائع ہوا ہے ۔ اس نعتیہ مجموعے کے مضامین کی فہرست کچھ اس طور پر مرتب کی گئی ہے ۔ ابتدا میں "اظہار تشکر" خود حافظ لدھیانوی کا ایک صفحے پر مبنی مضمون ہے ۔ اس کے علاوہ اس اس مجموعے کی تعریف و توصیف اور مصنّف موصوف کے فن نعت پر اظہارِ خیال کے ساتھ ہی اس پر آشوب دور میں نعتیہ شاعری کیا کردار ادا کر رہی ہے کے متعلق " ارشادات ارشد " کے نام سے [illegible] ایڈمرل ایم آئی ارشد کا مضمون ہے ۔ لیکن اس نعتیہ مجموعے کے مقدمہ نگار حفیظ تائب ہیں اور یہ امر بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مقدمہ نگار خود ایک اعلٰی پایہ کے نعت گو ہیں ۔

اس کتاب کے مقدّمے میں بھی اولاً انہوں نے نعت کی ابتدا اور فروغ اور نعتیہ شاعری میں حضور اقدس کی تعلیمات اور اوصاف اور سیرت مبارکہ کے بیان کا تذکرہ کیا ہے لیکن سب سے اہم نقطہ جو اس مقدمے کے جائزے سے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ موصوف مقدمہ نگار ان محدود چند نعت گو میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کی بنیاد اور اساس فکر اقبال کی روشنی میں مرتّب کی ہے اور جبکہ پاکستان کے نعت گو شعراء میں ایسے شعراء شاذو نادر ہی نظر آتے ہیں جنہوں نے اقبال کے فکرو فن کے دشوار اور عمیق راستے کو اپنانے کی کسی بھی مقام پر کوشش کی ہو۔

حفیظ تائب نے یوں بھی متعدد نعتیہ کتب پر مقدمے لکھے ہیں لہذا ایک بات اور بھی ہے کہ معروف مقدمہ نگار ہونے کی حیثیت سے ان کا مقدمہ جس کتاب کی زینت بن جاتا ہے یا تو وہ اس کتاب کی خوش قسمتی شمار کی جاتی ہے یا اہل نظر کے لئے اس کتاب کا مقام و مرتبہ بلند ہو جاتا ہے تاہم وجہ کچھ بھی ہو یہ مقدمہ بہت اچھا ہے اور نعتیہ شاعری کے بارے میں بہترین قسم کی معلومات فراہم کرتا ہے اور ایسے مقدمے بہت کم ہوتے ہیں جو اس موضوع کی مکمل طور توضیح و تشریح کرتے ہوں جس سے کتاب کا نفس مضمون عبارت ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسروں کی طرح مقدمہ نگار نے نعت کے مضمون کے نازک مقام اور احترام اور مراتب کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے یہ ہر مسلمان دین دار کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کی تخلیق میں ہر قسم کی احتیاط ملحوظ رکھے۔

لیکن جہاںتک حافظ لدھیانوی کی نعتوں کا تعلق ہے موصوف مقدمہ نگار کے بیان کے مطابق حافظ لدھیانوی کی فیاض طبع نے نعت کو مالا مال کیا ہے اور میدان نعت میں اترتے ہی انہوں نے سند حاصل کی ہے۔ مقدمہ نگار کا نظریہ حافظ لدھیانوی کی نعت کے بارے میں ان سطروں پر محیط ہے۔

کہ انکی نعت مستقبل کی اردو کی نعتیہ شاعری کے لئے آئینہ ثابت ہوگی اور یہ اس قسم کے نعت گو ہیں جن کا نام زندہ رہے گا اور ان کا یہ بھی بیان ہے کہ حافظ کا سینہ بے کینہ ہے اور اس میں نعت ہی نعت

گونج رہی ہے اور بڑی وجہ نعت میں انکی کامیابی کی یہی ہے بقول حفیظ جالندھری کے خطیب ثنائے خواجہ از احمد ندیم قاسمی - ان کے دوسرے نعتیہ مجموعوں کو ڈاکٹر سید عبداللہ نے نوائے عارفانہ کہا ہے اور متعدد اسی قسم کی باتیں ہیں جن کا ذکر مقدمہ نگار نے اس کتاب " کیف مسلسل " کے مقدمے میں کیا ہے -

اسکے ساتھ ہی اس مجموعے کی نعتیہ شاعری کے بارے میں انہوں نے اظہار خیال کچھ اسطرح بھی کیا ہے کہ حافظ لدھیانوی کی نعتوں میں غزل کی گہرائی اور گیرائی اور جامعیت اور بلاغت۔ جذبے کا نکھار سب ہی موجود ہیں -

اسکے کے برعکس جو رائے اس نعتیہ شاعری کے بارے میں قائم ہوتی ہے لیکن جہانتک اردو نعت کے جدید رجحان کا تعلق ہے ان کی نعت میں ایک طرف یہ شعور و فکر ضرور موجود ہے کہ مادّی ترقی کے کافی حد تک عروج کے اس زمانے میں انسان جس روحانی کرب اور اخلاقی آشوب میں مبتلا ہے اس کے لئے پوری دنیا حضور سرور کائنات کے وضع کردہ قوانین اور اصولوں کی طرف دیکھنے اور پیروی کرنے کو تیار اور آمادہ نظر آتی ہے چناچہ یہی وہ قانون ہے جو نظام مادّی اور روحانی ارتقاء میں توازن رکھنے کی ضمانت ہے - لہذا حافظ لدھیانوی کو اس تڑپ کا بہ خوبی اندازہ ہے اس نعتیہ مجموعے میں بعض مقامات پر ایسے اشعار ملتے ہیں جو ان کو اسی عصری شعور اور آگہی نے لکھوائے ہیں اس کی مثال اشعار میں موجود ہے

سلف کا در مقدر ہے پھر نگاہوں میں
جہانِ نو میں اسی عہد کا اعادہ ہے

جہاں جہاں ہے کوئی فیض یاب ہے اس سے
ضیاء فگن ہے فضا میں حضورؐ کا پرچم

اونچا ہے عدالت کا علم تیرے کرم سے
ہے روح وفا جان شریعت تیری سیرت
مقصد تیری بعثت کا ہے اخلاق کی تکمیل
آپس میں سکھاتی ہے محبت تیری سیرت

لیکن حافظ لدھیانوی کی نعت کا سب سے نمایاں پہلو در اقدس پر پر حاضری کی تمنا اور حضوری کی کیفیات و واردات سے مملو ہے - اس کی واضح ترین وجوہات یہ ہیں کہ پہلی بار وہ 1974ء میں حج اور حاضری اور حضوری کے کیف مسلسل سے بہرہ مند ہوئے چنانچہ " داستانِ حضوری " بصورت جمال حرمین لکھا جسے اردو سفر ناموں کی روایت میں ایک خاص مقام حاصل ہوا - پھر رمضان المبارک میں انہیں مسجد نبوی میں معتکف رہنے کا بھی شرف حاصل ہوا اور حج و عمرہ سے فیض یاب ہونے کے باعث ان کی تمام تر نعتیہ شاعری عقیدتوں اور محبتوں کی آمیزش کا حسین شاہکار نظر آتی ہے - چنانچہ انکی شاعری کا مخصوص رحجان حضوری کیفیت سے سرشاری ان کا شوق اور طبع رسا لطافت و ندرت سب انہی کیفیات کیلئے وقف ہیں چنانچہ اس میں ایک تڑپ ایک لگن اور سرشاری کی کیفیت قدم قدم پرمحسوس ہوتی ہے - ؎

جز خدا کوئی مقامات نہ جانے تیرے
سیدی روح دو عالم ہیں ترانے تیرے

تاہم اس نعتیہ مجموعے " کیف مسلسل " کے پورے جائزے سے جو اہم نکتہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اسکی نعتیہ شاعری کا زیادہ تر رحجان قدیم رحجان کی نعتیہ شاعری سے ہم آہنگ ہے جس میں روایت اور عقیدت و عشق اور حسن و جمال کی مستی و سرشاری تو نظر آتی ہے - اس نقطے کو اجاگر کرنے سے یہ مطمح نظر نہیں کہ یہ اعلیٰ درجے کی نعتیہ شاعری نہیں ہے بلکہ جس قسم کا جائزہ پیش نظر ہے اسکے تحت صرف جدید

رحجانات کی عکاسی حافظ لدھیانوی کی نعتیہ شاعری کا موضوع نظر نہیں آتا تاہم دوسرے ملاقات کی اس میں کمی نہیں ہے - جیسے کہ ان ملاقات کا اندازہ انکے چند اشعار سے ہوتا ہے -

ہے میری نعت کے پیکر میں ترا ذر جمیل
میرے الفاظ کے آئینے میں تنہا تو ہے

تیرے جلووں سے ہے شاداب جہانِ کہنہ
سب زمانے مرے آقا ہیں زمانے تیرے

عقیدت کے پھول

میجر محمد عاشق کا یہ مجموعہ نعت 1979ء میں پہلی بار "عقیدت کے پھول" کے نام سے شائع ہوا ہے - اس مجموعے میں جہانتک نعتیہ شاعری کا رحجان نظر آتا ہے وہ ایسے نکات سے معمور ہے اس میں زندگی کی حقیقتوں کے حوالے سے حضور اقدس کی ذات سے شناسائی کا درس ملتا ہے اسی احساس کی ترجمانی شعر کی اَساس اور بنیاد ہے

چناچہ اس قسم کا شعری رَویہ دور جدید کے نعتیہ شاعری رحجانات اور تجربات کا آئینہ ہے - اس کتاب میں جو نعتیہ شاعری ہے اسکے تمام تر پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مصنف موصوف نے عقیدت کے روائیتی اظہار سے اپنی شاعری میں ہر مقام پر گریز کیا ہے گوکہ عموماً نعت گو شعراء عقیدت کے رنگ میں ڈوب کر اظہار خیال کو اہمیت دیتے ہیں اور بیشتر شعراء کے ہاں یہی روش نظر آتی ہے -

"عقیدت کے پھول" کی نعتیہ شاعری جمالیاتی کیفیتوں اور خوبصورت طرزِ احساس سے بھی عاری نہیں ہے - لیکن اس انداز میں بھی حضور کی حیات مبارک کے اہم پہلوؤں کی وضاحت نہایت سادگی اور منفرد انداز میں ملتی ہے -

ان کی نعتیہ شاعری کا رحجان اور رویہ عام مداح سرائی کی راہ سے ہٹ کر اپنے شعری عمل کیلئے ایسے عظیم اور بامقصد مقام کا متلاشی نظر آتا ہے جس کے تحت حضور کی شخصیت کے حوالے سے بشر کی عظمت کا تعین ہوتا ہے۔

مثلاً آنحضرت نے شریعت کے تمام تقاضے پورے کرکے ان بلندیوں کو چھولیا جو کسی کے بس کی بات نہیں ہے اس کی چند مثالیں اشعار میں ملتی ہیں۔

تیری عظمت کی رفعتیں سمجھے
ایسی اندیشہ کی نہیں پرواز
فخر ہے تجھ پہ زندگانی کو
آدمیت کو تا قیامت ناز

جیسے جیسے کہ تہذیب ترقی کے مراحل طے کرتی ہے یہی ارتقاء علوم و فنون ، سائنس اور فلسفے اور دیگر علوم کے ساتھ ادبی اور شعری سوچ و فکر میں وسعت کا باعث ہوئے کے ساتھ ایک نئی جہت اور سطح مہیا کرتا ہے اور یہی تفسیر شعر کے لئے بھی نئے تقاضے فراہم کرتا ہے چنانچہ نعت گوئی کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان تقاضوں کو اپنائے کہ وہ اپنے عہد کا تہذیبی شعور اور سطح سے ہم آہنگ ہو اور تازہ اسلوب رکھتی ہو

محمد عاشق کی نعتیہ شاعری دونوں پہلوؤں کی نشاندہی میں پیش پیش ہے۔ ان کی نعتیں ذات کی تسکین اور راحت کا سامان بھی ہیں لیکن ان کی نعتیہ شاعری کا بامقصد اور انادی رحجان یہی ہے کہ حضور کی ذات اور شخصیت اور سیرت کے نقطۂ نظر سے حالات و واقعات کو پیش کرے۔ اس اسلوب کی مثالیں چند اشعار میں نظر آتی ہیں۔

حق کی خاطر تمام سعی و عمل
عدل و انصاف کے لئے تگ و تاز

اے تیری زندگی کا ہر پہلو
رہنمائے شعور انسانی
اے کہ ہر بات تیری سیرت کا
آئینہ دار درسِ قرآنی

دور جدید کی نعت گوئی ان رحجانات کو اہمیت اور اولیت کا باعث بناتی ہے کہ حضور کے عہد کو پیش نظر رکھا جائے اور تاریخی واقعات اور سانحات کے حوالے سے حضور اقدس کا کردار پیش کیا جائے حضور کے روئیے واضح کئے جائیں حضور کے امیج اور مشن کو پیش کیا جائے اور اسی طرح ممدوح کی عظمت کا اندازہ ممکن ہے اور اسی رحجان کو دنیا کے سامنے پیش کرنے سے امت مسلمہ کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ شاید اٹھ سکے - یا انسانیت کی فلاح ممکن ہو یا رشد و ہدایت کے اس سرچشمے سے بشر انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی فیض یاب ہونے کی کم از کم سعی ہی کر سکے اس رحجان کی جھلک چند اشعار سے نمایاں ہے -

راہ طلب میں نور ہدایت کہیں اسے
وہ مسلک حیات میں سالار کارواں

اے تیری زندگی کا ہر پہلو
راہنمائے شعورِ انسانی

اس کے علاوہ محمد عاشق کی نعتیہ شاعری کا ایک اور اہم پہلو یہ بھی ہے اور یہ امر واضح ہے کہ حضورؐ کی ذات گرامی اور حیات طیبہ کے بغیر قرآن کی صداقت اور صحت قابل فہم نظر نہیں آتی - چنانچہ سچائی عدل و انصاف ۔ اقدار و اخوت ۔ مساوات اور معاشرے کے تمام قوانین وضوابط کیلئے حضور نے تعلیمات قرآنی کو پیش نظر رکھا ہے اور تعلیماتِ قرآنی کو اپنی زندگی میں عملاً پیش کرکے انسانیت پر واضح کیا کہ یہ تا حل ہے معاشرتی مسائل کا حل اور احترامِ آدمیت برقرار رکھنے کے لئے یہی ایک راہ ہے - یہ

احساسات اور جذبے ان کی نعتیہ فکر کی آئینہ داری کرتے ہیں۔

چنانچہ حضور تو خود زندہ قرآن تھے اور قرآنی کی عملی تفسیر بھی۔ محمد عاشق کی نعتیہ شاعری میں حضور اقدس کی حیات کا اہم نمونہ کچھ اسطرح ملتا ہے کہ قرآن کی آئینہ داری سے حضور نے بشر کی عظمت اور اس کا رتبہ معین کیا۔ اور حضور نے جیسے کہ کھری اور عظمت و جلال سے لبریز زندگی گزاری اور جو فتوحات آپ نے حاصل کیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے علاوہ دوسرے پیغمبروں کو یہ شرف عطا نہیں فرمایا۔ اس رخ کی مثالیں چند اشعار میں ملتی ہیں۔

اس خاکِ کفِ پا کے ذرّوں سے زمانے میں
آئینۂ ہستی نے تنویر و جلا پائی

محمد عاشق کے نعتیہ مجموعے " عقیدت کے پھول " کے جائزے سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تمام تر شاعری با مقصد نظریات اور جدید رحجانات کی حامل ہے۔

صلِ علیٰ

محمد احمد شاد کا یہ مجموعۂ نعت " صلِّ علیٰ" کے نام سے پہلی مرتبہ 1980ء میں شائع ہوا۔ اردو نعت کے جدید رحجانات کے مطالبات سے عہدہ برا ہونے کی سعی محمد احمد شاد نے سکۂ طور پر اپنی ہر نعت میں پیش نظر رکھی ہے اور جہانتک ارفعٰ نعت نگاری کا تعلق ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ نعت جذبات کی بے تضنّع آئینہ داری خیالات کی بے بناوٹ ترجمانی اور ارادت کی بے لوث عکاسی میں پیش پیش نظر آتی ہے اور انہوں نے اس امر کو اپنی نعت میں حد درجہ اجاگر کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کے اسوۂ حسنہ سے زیادہ کوئی اہم چیز-لائقِ مثال خود ان کے نعتیہ اشعار ہیں اس دور کی نعت اہمیت

اور ضرورت ہی کا سراغ نہیں لگاتی بلکہ آنے والے عہد کی تشکیل میں آپؐ کے نظریات، افکار اور معتقدات جو تابندہ کارنامہ سر انجام دے سکتے ہیں اس کا بھی برابر کھوج لگاتی ہے اور یوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے حوالے سے انسانی تہذیب و ثقافت کے فروغ و ارتقاء کے ان گنت امکانات کا ادراک واضح ہوتا ہے۔

محمد احمد شاد کی نعت نگاری کا امتیازی وصف سہلِ ممتنع کا جمیل عنصر ہے اس کے علاوہ نعتیہ اشعار میں زیادہ اشعار چھوٹی بحر میں ہیں لہجے کی بے ساختگی سے اظہار کے قدرتی پن کا بھی التزام سامنے آتا ہے سہل ممتنع سے ان کے نعتیہ کلام کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا اصل میں محمد احمد شاد کے پاس ادب و شعر کی جو متاع بے بہا ہے اسے انہوں نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے پاکؐ میں لپیٹ رکھا ہے ادبی سرگرمیوں کی وادی میں آبلہ پائی اور بادیہ پیمائی کے لئے بھی وہ پروانہ رہداری مدینے سے حاصل کرتے ہیں۔

" صلی علیٰ " کی صبح دل آراء اساس ان کی حامی و ناصر ہے اور گویا مسافر کو اس کی منزل مل گئی۔ ان کے اس رحجان کے ترجمان چند اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں۔

تو جانِ سخن، تو رُوحِ ادب، توذوق نظر، توحسنِ طلب
تو رنگ بیاں، تو زورِ قلم، اے صلی علیٰ اے صلی علیٰ

تو فرش زمیں پر نغمہ سرا، تو عرش بریں پہ جلوہ نما
تو شان حرم، تو جان ارم، اے صلی علیٰ اے صلی علیٰ

ان کو کیا درد و الم کی ظلمتوں کا خوف ہو
جن کے گھر میں ہو فروزاں انکی چاہت کا چراغ

اس کے علاوہ محمد احمد شاد کی ہر نعت میں صلی علیٰ کا درد محسوس ہونے کے علاوہ افقِ شعر پر قوس قزح کے رنگ بکھرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ان کی سیرت پہ شب و روز مقالے لکھنا
با وضو ہو کے محبت کے حوالے لکھنا
جو بھی لت پت تھے جہالت کی فضا میں انسان
کیسے دلدل سے محمد نے نکالے ۔ لکھنا

ان نعتوں میں قدم قدم پر سادگی کے ساتھ ایک ایسی فکر نظر آتی ہے جو درخشاں معنویت کے درباز کرتی ہے اور حضور اقدس کے نقش قدم پر گامزن ہونے کی طرف جا بجا ارشادات کے اس میں ملتے ہیں ۔

سب کی شفاعت کا رستہ
جانئے انساں صلِّ اللہ

مثلاً :۔

آپ تخلیق آدم کی بنیاد ہیں آپ ہی باعث بزم ایجاد ہیں
آپ موسیٰ کا نطق ۔ آپ عیسیٰ کا دم ۔ یا حبیبِ خدا یا حبیب خدا

صلی علیٰ کی نعتیہ شاعری میں مکمل طور پر جدید نعتیہ رجحانات کی عکاسی بہت دلپزیر اور اثر انگیز انداز میں ملتی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی نعت نگاری میں کلاسیکی آہنگ کی اَساس جدید نعتیہ شاعری کیلئے اس اعتبار سے بھی روشن استمرار کی ضمانت ہے ۔ جبکہ اکثر شعراء نعت کو جدید رنگ میں پیش کرنے میں کلاسیکی آہنگ کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور اس قسم کی صورتِ حال سے گزر کر نعتیہ شاعری نعتیہ نثر محسوس ہونے لگتی ہے ۔
جذبات و احساسات کی بے غرض و بے لوث آئینہ داری بھی ان کے نعتیہ کلام میں ہر مقام پر ملتی ہے ۔

نہ شہرت ۔ نہ عزت ۔ نہ زَر چاہئیے
مجھے آپ کا سنگِ دَر چاہئیے

اس کے علاوہ عمدہ ردیفوں کا استعمال بھی ان کے یہاں ہے
مثلاً :۔ صلی علیٰ ۔ ماشا اللہ ۔ خیرالوریٰ ۔ مرحبا وغیرہ

خنک شہرے

صائم چشتی کا یہ نعتیہ مجموعہ خنک شہرے کے نام سے پہلی بار ربیع الاول 1399ھ میں منظر عام پر آیا - اس نعتیہ شاعری میں عشق رسول کمال عروج پر نظر آتا ہے اس شاعری کا محزن حیات طیبہ کو تمام انسانیت کے لئے جلاء و بقا عزت و عافیت سلامتی ، ایثار کا سرچشمہ ہے - تاہم جہاں تک نعتیہ شعری اسلوب و شعریت کا تعلق ہے یہ نعتیہ شاعری جدید رحجانات کی حامل ہونے کے باوجود قدیم شعری ڈھانچے سے کوئی الگ کی چیز محسوس نہیں ہوتی دور جدید میں نعت آپ کی فکر میں خاصا تغیر رونما ہوا ہے مگر اس نعتیہ مجموعے کلام کے اشعار صائم چشتی کی اپنی فکر کی ترجمانی کے بجائے قدیم نعتیہ شاعری کے روایتی مضامین کے آئینہ دار محسوس ہوتے ہیں یا پھر قدیم عربی اور فارسی نعتیہ شاعری کا رنگ نظر آتا ہے "خنک شہرے" کے اشعار کی چند مثالیں پیش نظر ہیں -

دونوں عالم کا نسخہ ہے صلی علی
دونوں عالم کی رحمت میلاد ہے
روشنی میں زمیں و زماں ڈھل گئے
آفتاب رسالت کا میلاد ہے

جمالستانِ عالم کی بہاروں میں محمدؐ ہیں
گلوں میں ، پتیوں میں ، شاخساروں میں محمدؐ ہیں
انہیں کے نور سے سب اکتساب فیض کرتے ہیں
نگار زیست کے مبہم اشاروں میں محمد ہیں

تو شاہ خوباں ، تو شاہ شاہاں
ہے چہرہ ام الکتاب تیرا
نہ بن سکی ہے نہ بن سکے گا
مثال تیری جواب تیرا

گو یہ نعتیں دور جدید میں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں صرف روائتی نعت کا انداز ہے یہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ نعتیں بڑی محنت اور لگن اور احساس و جذبات کی صداقتوں سے لکھی گئی ہیں اور ان میں قرآن و احادیث کے مضامین کے رحجان کو بھی اچھی نعتیہ شاعری میں لیا ہے اور ان کے یہاں اس قسم کی ردیف میں نعتیں بھی ملتی ہیں مثلاً :-

مرحبا ، صلی علی ، کن فکاں ، اللہ اللہ وغیرہ

ذیل میں کچھ اور اشعار کی مثالیں انہی رحجانات کی حامل ہیں

محمد کی لفت و شنید اللہ اللہ
نزول کلام مجید اللہ اللہ

ان کی نعتیہ شاعری میں فنی لحاظ سے بھی کچھ غور طلب نکات ہیں مثلاً :-

خنک شہرے کے ص 53 - پر یہ شعر موجود ہے -

کرھاً و طوعاً جب کریں در کا ترے طواف

ایک تو شعر ناقص الوزن ہے پھر طواف کرھا کرنے میں کیا مدح ہوئی ؟

اس کتاب ص - 52 کا یہ شعر بھی ہے -

دونوں عالم کی لکھتے ہیں تقدیر وہ
انکے قبضے میں صائم ہیں لوح و قلم

اس شعر میں شان توحید کے منافی ہیں یہ " مضامین نعت " اسی مزکورہ کتاب کے ص 61 شان " نبوت " کے منافی مضمون

تیرے ہاتھوں میں ساغر بھی کیا خوب ہے
پھر نظر سے پلانا بھی کیا خوب ہے

اس کے علاوہ

ص 62 پر صبح و شام
" صبح " غلط تلفظ کے ساتھ نظم کیا ہے

ظاہر ہے جمالیاتی لحاظ سے نعتوں کے کئی پہلو ہیں ان میں بعض محاسن کی بناء پر صائم چشتی کی نعتیہ شاعری کو ایک حد تک روائتی انداز کی کامیاب شاعری کہا جا سکتا ہے -

----

حسنت جمیعُ خصالہٖ

قمر انجم کا یہ مجموعہ نعت " حسنت جمیع خصالہ " کے نام سے 1399 ھ - 1979ء میں شائع ہوا - یہ 208 صفحات پر مشتمل ہے - بیشتر حصہ نعتیہ کلام ہے مگر آخر میں کچھ منقبتیں بھی ہیں - نعتیں ، غزل ، نظم گیت ، قطعات اور رباعیات تمام اصناف میں کہی ہیں - قمر انجم کی نعتیہ شاعری میں ایک مخصوص روش یہ نظر آتی ہے کہ وہ ہندی شاعری کی جذباتیت سے بہت متاثر ہیں اور اسی کے زیر اثر ہندی اور اردو کے الفاظ کی آمیزش سے بہت خوبصورت نعتیں لکھی ہیں - اردو نعت کے لئے ان کا یہ ایک منفرد اور جدید رحجان ہے اور اسی رحجان کی عکاسی انکے نعتیہ گیتوں کو بھی ایک نیا اور مخصوص آہنگ اور لے عطا کرتی ہے اس قسم کی شاعرانہ فکر ہندی زبان کے گہرے مطالعے اور روابط کو ظاہر کرتی ہے -

قمر انجم کی نعتوں میں نغمگی بھی ہے اور رسمی انداز کی نعتیں انکے یہاں نہیں ہیں بلکہ ذکر رسول کائنات اور اس احساس کا فیضان ان کے نعتیہ اشعار میں بہتی ہے -

یہ انتہائے کرم ہے حقیقتہً انجم
نبیؐ کی نعت ہے تیرا مزاج صلی علیٰ

یہ قلب ، یہ جاں اور یہ بھیگی ہوئی پلکیں
ہیں وقف تیری یاد میں اے جانِ صد بستہ

احساس ایسی حقیقت ہے جو بیرونی شہادت کا محتاج نہیں - جو بات احساس کے حوالے سے کہی جاتی ہے اس پر ناقابل تردید / اتقان کی مہر ثبت ہوتی ہے -

ان کے اشعار میں زمانے کے نشیب وفراز اور ان کے شدائد سے مردانہ وار مقابلے کی تلقین ملتی ہے غم زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کی ترغیب بھی ملتی ہے - محبت رسول کی نسبت نے انہیں چشم تر عطا کی ہے ان کے عشق رسول کی واضح ترین مثال یہ ہے کہ وہ اپنے نعتیہ اشعار میں بھی اشکبار نظر آتے ہیں - اشعار میں اسکی مثال ملتی ہے لیکن وہ آنسوؤں پر محبتِ رسول کے حوالے سے بھی ناز کرتے ہیں اور انہیں ثبوت محبت بھی سمجھتے ہیں اسکے ساتھ ہی انکے محسوسات پر یہ راز بھی منکشف ہوا کہ آنسو صرف مظہرِ غم ہی نہیں مسرت کی بھی نمائندگی کرتے ہیں - ؎

سامنے ہے درِ رسول اشک نہیں کوئی ملول
آج ہوئی ہے سرخرو میری ہر ایک آرزو

اشکوں کی فراوانی تڑپ سے قطع نظر ہجر میں انکے اس شعر میں باعث افتخار معلوم ہوتی ہے اس احساس کی تبلیغ گیت کے شعروں میں نظر آتی ہے - ؎

روتا ہوں میں دل تو مگن ہے
پریتم نبیؐ کا سہرا دھن ہے
سچے سکھ کا بھید نہ جانے
پاگل ہے سنسار

تن من واریں سیس نوائیں
اپنے سوئے بھاگ جگائیں
پونچھ لیں آنسو نردھن سارے
جگ داتا جگ بیچ ہمارے

قمر انجم کے آنسو جس اعتماد اور اعتبار کی شمعیں روشن کرتے ہیں ان کے اس شعر کا زاویہ بھی یہی ہے ۔

یہ قلب یہ جاں اور یہ بھیگی ہوئی پلکیں
ہیں وقف تری یاد میں اے جانِ مدینہ

انہیں کی نسبت سے اشک سارے دمک اٹھے بن گئے ستارے
غمِ حبیبِ خدا سے پہلے میں کچھ نہیں تھا میں کچھ نہیں تھا

اردو نعت کے جدید رحجانات انکے کلام میں جا بجا نظر آتے ہیں وہ بڑی پر اثر اور سوز و گداز سے لبریز نعتیں کہتے ہیں اور دل سے لکھنا اور اشکوں سے کہنا انکی نعتیہ فکر کی انفرادی شان ہے ۔

اس مجموعے کی ایک نظم " تو کہاں میں کہاں " میں وہ براہ راست حضور اقدس سے مخاطب ہونے کا انداز ہے اس مقام پر شاعر کا ادب وعرفاں شاعرانہ اسلوب کے تمام محاسن لئے ہوئے ہے

تو ازل تو ابد میں ہوں خاک لحد
میں فنا آشنا تو بقا کی سند

میں تو محدود ہوں کوچہ ذات میں
تو کراں تا کراں
تو کہاں میں کہاں

ان کی ایک اور نظم "رحمتہ اللعالمین" ہے جو اپنے اثر و نفوذ کا جواب نہیں رکھتی اردو نعت کے جدید رحجانات و اسلوب کا شاہکار ہے اس نظم میں فکر کی بلندی بھی ہے ۔ اس نظم میں ہادی سبل ختم الرسل کے دوامی فیضان نبوت کا ذکر اس طرح ملتا ہے ۔

تہذیب کا سرمایہ ہے
یہ گنبد خضرا کی ضو
طوفاں کا رخ پھیرے ہوئے
ہے شمع مستقبل کی لو
ہے خاک لیکن پاک ہے
ہم رتبۂ افلاک ہے
تیری تجلّی ہے زمیں
یا رحمت للعالمیں

گنبد خضرا کی ضو وہی دیکھ سکتا ہے جس کو محبت نے چشم بینا عطا کی ہو اور کا ایک تربیت یافتہ شعور ہی اس حقیقت کا ادراک کر سکتا ہے کہ اس تہذیب پر حضور اکرم کے کتنے احسانات ہیں - عام طور پر تجلیوں تجزیہ کرتے ہوئے مشرق و مغرب کے مفکرین یہ بات سمجھنے سے قاصر ہی رہتے ہیں کہ اسوۂ رسولؐ نے تہذیب کی کتنی قدروں کو انقلاب آشنا کیا ہے فکر و عمل کو کہاں کہاں ظلمتوں سے نکالا اور انہیں روشنی سے ہمکنار کیا اور اس کے ساتھ ہی حضور اکرم کو شمع مستقبل کہکر شمع کی لو کو طوفانوں کا حریف کہنا ہی نور نبوت کے دوامی فیضان کا بصیرت افروز احوال بھی ہے

اور جب حضور اکرم کی تشریف آوری کے لمحات کا خیال آیا تو انکے جذبۂ محبت نے گویا بے ساختہ ایک شعر کہا اس شعر کا پہلا مصرعہ روائتی انداز کا معلوم ہوتا ہے مگر دوسرے مصرعے نے بعثت کے مقاصد پر اتنی جامعیت سے روشنی ڈالی ہے جسقدر غور کرئیے انشراحی کیفیت بڑھتی چلی جاتی ہے ذیل کے شعر میں یہی کیفیت ہے -

وہ آئے ہیں آج ہے گھر گھر صلّی علیٰ کی دھوم
رنگ ملا ہے لالئہ گُل کو خوشبو کو مفہوم

زیارت حرمین شریفین سے قمر انجم فیضیاب ہوتے ہی رہتے ہیں مگر اسی حضوری کے متعلق بھی ان کا ایمان ہے کہ حضور ہی بلاتے ہیں یہی خیال اس شعر میں موجود ہے -

چمکایا ہے بس ان کے کرم ہی نے مقدر
ہر سال بلا لیتے ہیں سلطان مدینہ

بارگاہ رسالت مآب میں وہ دامن طلب پھیلاتے ہیں تو طلب کی شائستگی بھی ان باطنی حسن کو آشکار کرتی ہے اردو نعت کے جدید رجحانات کے تحت نعتیہ شاعری میں اہم ترین پہلو یہ بھی نظر آتا ہے کہ خواہ اس میں حضور اقدس کی محبت میں سرشاری کی کیفیت ہو یا دامن طلب پھیلانے کا مسئلہ یا احساسات و جذبات کی عکاسی اسی میں ہر طرح کی شائستگی اوربرجستگی کو نمایاں حیثیت حاصل ہے - قمر انجم کے ذیل کے اشعار اسی پہلو کی بخوبی نشاندہی کرتے ہیں -

تم نے عطا کیا تھا جو اصحاب بدر کو
وہ حوصلہ وہ عزم وہ ایمان ہمیں بھی دو
جو پا سکے معانئی بین السطور کو
ایسا شعور حکمت قرآن ہمیں بھی دو

سر خسرو تھے جس سے سلمان و بلال
مضطرب ہوں اسی قربت کے لئے

بھیجے ہیں سلاموں کے جن احباب نے تحفے
ان کو بھی بلا لیجئے سلطان مدینہ

رسول اکرم کی نسبت کو تمر انجم اللہ کا سب سے بڑا انعام اور سب سے بڑا اعزاز سمجھتے ہیں اور اپنے اس موقف کو بار بار دل نشیں پیرائے میں بیان کرتے ہیں -

بروز حشر میرے اس یقین کی لاج رکھ لینا
تمہارا ہوں تمہارا ہوں تمہارا یا رسول اللہ

" حسنت جمیع خصالہ " کی نعت ندرت خیال اور جدید طرز کی واضح اور عمدہ مثال ہے -

----

جمال مدینہ

حسن المرتضیٰ خاور کا یہ نعتیہ مجموعہ یکم جولائی 1977ء کو شائع ہوا ہے - کتاب کی ابتدا میں قدیم شعراء کی طرح حمدیہ شاعری اس کے بعد سلام کی شکل میں نعت ہے -

یہ مجموعہ مکمل طور پر نعتوں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں مختلف مضامین پر شاعری ملتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اس شاعری کا زیادہ تر حصہ اسلامی ادب سے ہی تعلق رکھتا ہے -

اس نعتیہ مجموعے کی بیشتر نعتیں اور نظمیں عقیدت و محبت اور عام قسم کی سرشاری سے لبریز ہیں مسلمان ہونے کے نقطۂ نگاہ سے تو یہ سرشاری خوشگوار محسوس ہوتی ہے لیکن اس مجموعے کی نعت میں جدید رحجانات کا کافی حد تک فقدان نظر آتا ہے اس کے ساتھ ہی شاعری کی ٹیکنک اور ٹریٹمنٹ کی بھی اس مجموعے میں بعض مقامات پر کمی ملتی ہے-

جیسے کہ خود اس کتاب کے مصنف نے اظہار کیا ہے کہ اس کی اکثر نعتیں سفر مدینہ منورہ میں اور اس کے بعد لکھی گئیں ہاں اس بات سے اس مجموعے کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے -

جہاں تک اس کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے اسکے بارے میں یہ کہنا حق بجانب ہے کہ ایک طرف اس میں عقیدت اور روایت کے تاثرات ہیں تو دوسری طرف اسکی نعتیہ شاعری کا موضوع معاشرتی ہے ۔ سماجی اور سیاسی شعور سے بھی اکثر مقامات پر آشنا ہے ۔

مثلاً یہ کہ اس دور کی انسانیت اگر ایک طرف نا انصافی ظلم وبربیت کا شکار ہے تو دوسری طرف خود انسانیت کس قسم کی گمراہی اور ذہنی پستی میں مبتلا ہے ۔ گویا عاقبت اور نہ اپنے اعمال کے احتساب کا خیال ۔ اقربا پروری بد دیانتی ۔ جھوٹی انا کی تسکین اور نمود و نمائش گھن کی طرح انسانیت کو چاٹنے اور مسخ کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ۔ اس مجموعے کی متعدد نعتوں میں انہی احساسات و خیالات کی ترجمانی ملتی ہے ۔ مثلاً :۔

دیارِ پاک سے آیا ہوں میں ترے مدینے میں
شکستِ درد و غم کے داغ بھی لایا ہوں سینے میں

وطن جو آپ کے نامِ مقدّس پر بنایا تھا
ہزاروں عصمتیں دے کر جو ہم نے گھر سجایا تھا

میرے آقا عدو نے کر دیا ہے اس کو دوپارا
بجز تیری دعاؤں کے نہیں ہے اب کوئی چارا

اس کے علاوہ اس نعتیہ مجموعے "جمالِ مدینہ" میں جو نعت کا احساس ملتا ہے وہ عقیدت اور روایت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے اور حضور سرور کائنات کے عشق میں ڈوبا ہوا فلسفہ بھی اس میں نظر آتا ہے ۔

رہبر و رہنما مصطفٰے مصطفٰے
عشق کا مدعا مصطفٰے مصطفٰے
عشق کی ابتدا مصطفٰے مصطفٰے
عشق کی انتہا مصطفٰے مصطفٰے

محمد کا حسن و جمال اللہ اللہ
نہیں جس کی کوئی مثال اللہ اللہ
مکمل کیا آپ نے دین حق کو
نبوت ملی لازوال اللہ اللہ

ورفعنا لک ذکرک

راجا رشید محمود کا یہ مجموعۂ نعت میں ورفعنا لک ذکرک کے نام سے 1397ھ - 1977ء میں شائع ہوا ہے - ورفعنا لک ذکرک نعتوں کے اس مجموعے کا تاریخی نام ہے - سورہ الم نشرح کی یہ آیۂ کریمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کو بلند کرنے کے متعلق پیش گوئی پر مشتمل ہے -

اردو نعت کے جدید رحجانات کے مطابق اس مجموعے میں منفرد انداز کی شاعری ہے یہ نعتیہ کلام رحجانات جدید کی عکاسی کے ساتھ ہی بڑا معیاری بھی ہے - اس میں محبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع اس طرح روشن ہے کہ یہ نعتیں دل افروزی اور روح افزائی کے عناصر کی واضح مثال پیش کرتی ہیں -

کرم بن گئی ہے عطا ہو گئی ہے
نگاہِ نبیؐ آسرا ہو گئی ہے
غم عشق سلطان کون و مکاں سے
طبیعت مری آشنا ہو گئی ہے

محبت و عقیدت کے سوتے ہمیشہ تحسین سیرت سے پھوٹتے ہیں چونکہ حضور نے سیرت کا ایسا نمونہ ہمارے لئے چھوڑا ہے کہ ہزار جستجو کریں تاریخ عالم میں اسکی مثال کہیں بھی نظر نہیں آتی - رشید محمود کی نعتیں بھی سیرت کے رحجان سے عبارت ہیں -

نشیب فرش کو بخشے غرور رعنائی
فراز عرش کو روندے حضور کی سیرت

سیرت مصطفٰے کو اسی لئے وہ "مدح خدا" اور دین سے تعبیر کرتے ہیں -

مدحت مصطفٰے ہے مدحِ خدا
سیرت مصطفٰے کا نام ہے دیں

ایک طرح نعتوں کے اس مجموعے میں جدید رحجانات کی واضح مثال حمد کے دو قطعات ہیں - دونوں میں مدحِ خدا مدحت مصطفٰی بن جاتی ہے -

جس طرح بے مثل ہے محمود رب ذوالجلال
ہے حبیب اس کا جہاں میں بے نظیروبے مثال

ایک نعت کا یہ مطلع بھی نظر آتا ہے -

عکس حُسن ذات ہے حسن جمال و مصطفٰی
ہے مقال حق تعالیٰ قیل و قال مصطفٰی

راجا رشید محمود کی نعت میں اس بات کا گہرا شعور موجود ہے کہ حضور کی سیرت ملت اسلامیہ کا حقیقی سرمایہ ہے اور اسی سے اس کی بقا وابستہ ہے -

رشید محمود انسانیت پر نگاہ ڈالتے ہیں اور حضور کی بعثت سے پہلے اور بعد کی تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے صحیح معنوں میں محسن ہیں -

جہاں کے ذی فہم مانتے ہیں نبی کو انسانیت کا محسن
ملا ہے دوس حیات سب کو ہمارے آقا کے دم قدم سے

حضور نے ہی نوع انساں کو الفت ، اخوت اور مروت کا سبق دیا اور اس کے مقدر کو سنوار ڈالا - حضور کی تعلیمات کا یہ پہلو ان کے کلام میں بار بار اجاگر ہوا ہے -

جب اپنے دل میں انسان کی ترقی کے لئے ٹھانی
تو انسان کو سکھائیں مستقل اقدار روحانی

نفرت و حقارت اور بغض و عناد سے بھری ہوئی دنیا میں مستقل اقدار روحانی کی یاد تازہ کرنا ایک بہت بڑا فریضہ تھا جسے انسانیت کے محسن اعظم کی عملی زندگی کا ذکر کرکے راجا رشید محمود نے انجام دیا ہے اپنے عہد پر تنقید کرتے ہوئے وہ اسی احساس کی بنا پر حضور سے استمداد کرتے ہیں -

رحم فرمائیے کہ دور جدید
ہے بہت پر فتن مرے آقا

اور اسی شعر میں ایک مقام پر یہ سوال بھی ابھرتا ہے -

بتلائیے کہ آج اے نباض کائنات
پیغام حق کو بھولتا جاتا ہے کیوں بشر

" نباض کائنات " کی ترکیب میں ایک بے ساختگی پائی جاتی ہے

نبی اکرم کی مٹھی میں سنگریزوں نے کلمہ طیبہ پڑھا تھا - اسی معجزہ کو رشید محمود نے ایک شعر میں بیان کیا ہے -

یہ حقیقت میں تھا اعجاز تکلم آپ کا
سنگریزوں کو وگرنہ تاب گوئی کہاں

مدینہ منورہ شاعر کو عزیز ہے کہ یہ مبارک شہر آنحضرت کا مسکن تھا اور اب اس میں گنبد خضرا ہے ، جہاں آپ آرام فرما ہیں - طیبہ کا ذکر اسی وجہ سے بار بار نعتوں میں آیا ہے -

سجدۂ سر سے تو مانع ہیں شریعت کے اصول
سجدۂ دل کیے ہے ہے سرائے رحمت للعلمین[۴]

اور سجدۂ دل آنحضور کی محبت اور مدح کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے اس لئے حدود شریعت اس شعر میں بھی قائم ہیں -

ان کی نعتیہ شاعری میں ادب و احترام کے ساتھ خُلوص کا وصف بھی پایا جاتا ہے -

الفاظ کا انتخاب بڑے سلیقے کے ساتھ کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر نے ادبی اور فنی تقاضوں کو حسن و خوبی کے ساتھ شعر میں ملحوظ رکھا ہے - اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں - مندرجہ ذیل شعر اس کی دلیل ہے -

ذہن میں دشت مدینہ کا تصّور آیا
پھول الفت کے مری شاخ نظر پر چمکے

الفاظ کا انتخاب اور جذبہ و فن کے اتحاد نے شعر میں تغزل پیدا کر دیا ہے اس لحاظ سے مندرجہ ذیل اشعار بھی خاصے دلکش ہیں -

سدا گھولے گی رس گوش زمن میں
رسول پاک کی شیریں کلامی

جو خدائے پاک کا محبوب ہو
اس حسیں پیکر کو کیوں کر چاہئے

بعض اوقات الفاظ کی نسبت ان کے اشعار میں ایسی ہوتی ہے کہ معنی ذہن میں خود بخود پیدا ہوتے ہیں -

دن پہ بھی رات کا منظر تھا مسلط پہلے
روئے پر نور سے ہر صبح کے تیور چمکے

شعر کا آخری لفظ نگاہوں کے سامنے صبح نور کے جلوے اس طرح پیش کرتا ہے جیسے اسی نقطۂ نگاہ کو ذیل کے شعر میں " پھبن" کے لفظ کی نشست پر غور کرنے سے وضاحت سامنے آتی ہے -

مصطفیٰ کے چہرہ پر نور پر
سورہ و الشمس کی دیکھو پھبن

فنی لحاظ سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایک واقعے کو جب شاعر بار بار بیان کرتا ہے تو نئے سے نئے معنی نظر آتے ہیں - واقعہ معراج کو لیجئے - اس ضمن میں یہ شعر ہے -

وہ جگہ تو سفر کا ہے آغاز
جس جگہ تھک گیا ہے سدرہ نشیں

مقام پایا ہے عرش اعلیٰ نے چھوے سرکار کے قدم سے
وقار انسانیت بڑھایا خدا نے خیرالبشر کے دم سے

ان اشعار میں مناسب اور موزوں تلمیحات بھی ملتی ہیں اور حسن الفاظ و تلمیحات کے ساتھ ساتھ فکرو شعور کا حسن بھی ہے -

بسا ہے مرے دل میں ان کا تصور
مری شان فکر و شعور اللہ اللہ

روشن نہ کیوں حریم خیال و شعور ہو
عشق نبی کی دل میں مکیں ہیں تجلیاں

جمالیاتی اور فنی لحاظ سے اور مزکورہ بالا تمام محاسن کی بنا پر راجا رشید محمود کی نعتیہ شاعری اپنے عہد کی کامیاب نعتیہ شاعری قرار دئے جانے کے قابل ہے -

آئینہ رحمت

سرور بدایوانی کا یہ مجموعہ نعت " آئینہ رحمت " کے نام سے 12 ۔ اگست 1984ء کو شائع ہوا ہے ۔ اس نعتیہ مجموعے کا آغاز بھی اردو نعت کے اکثر و بیشتر مجموعوں کی طرح حمد سے ہی کیا گیا ہے ۔

" آئینہ رحمت " چورانوے 94 نعتوں پر مشتمل ہے آغاز میں ایک حمد ہے ۔

" آئینہ رحمت " کی نعتیہ شاعری کے کئی پہلو ہیں جن میں سب سے نمایاں پہلو اس قسم کی عکاسی کرتا ہے ۔ اس کتاب کی نعتوں میں قدیم دور کی نعت کا طرز نگارش ملتا ہے حتیٰ کہ انداز بیاں میں الفاظ تشبیہا ت استعارے سب میں پرانی وضع و قطع کی واضح جھلک موجود ہے ۔ گویا اس کتاب کی نعتیہ شاعری روائتی انداز اپنے اندر پورے طور پر سمیٹے ہوئے ہے اس میں قدم قدم پر عشق رسول اس کے تمام شعری تاثر پر چھایا ہوا ہے اس رحجان کا اندازہ اس مجموعے کے چند شعروں پر منحصر ہے ۔

اب تو خواہش ہے مری ایک مدینہ دیکھوں
خلد تک جو مجھے لے جائے وہ زینہ دیکھوں
میرے دامن میں مرادوں کے کھلیں پھول کبھی
کاش میں بھی کبھی گلزار مدینہ دیکھوں

کعبۂ دل ہے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جزو ایماں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ تو سب سے نمایاں پہلو ہے جس کی ترجمانی چند شعروں میں موجود ہے جسطرح کہ دور قدیم کی نعتیہ شاعری میں طرح طرح کے ہجرووصال کی کیفیت کے مضمون ۔ حضور اقدس کی ذات مبارک کے ضمن میں باندھے جاتے تھے کبھی آپ کے حسنِ مبارک کے چرچے اور گیسو و لب و رخسار کی توصیف

کی باتیں اور کبھی سراپہ مبارک کی تعریف کو مسلمان شاعر اپنے حق میں کارثواب کا باعث اور اپنی جنت اپنے آپ اسی طرح کی شاعری سے تشکیل دینے کا تصور ذہن میں لئے ہوئے تھا ۔ کچھ اسی قسم کے قدیم نعت کے رحجان پر "آیہ رحمت" کی نعتیہ شاعری کا قصر تعمیر کیا گیا ہے ۔ گزشتہ زمانے کے لحاظ سے اس قسم کی نعتیہ فکرو رحجان کو قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔

دور جدید میں جسطرح شعرو ادب میں فروغ نظر آتا ہے اس لحاظ سے نعتیہ فکر بھی تبدیل ہوکر بالکل نئے انداز اور فارم میں آرہی ہے اس جدید رحجان کی اہم ترین مشکل مظفر وارثی کی نعتیہ شاعری میں بھی دیکھی گئی ہے اور ان کے بعد کے بعض دوسرے اردو کے نعت نگار شعراء نے بھی تقریباً چند یوم قبل اردو نعت کے جدید ترین طرز نگارش کو اپنی نعتیہ نظموں اور غزلوں میں پیش نظر رکھا ہے ۔

اس کے علاوہ "آیہ رحمت" کی نعتیہ شاعری کا واضح نکتہ یہ بھی ہے کہ اس کے اشعار میں شاندار اور بھاری بھر کم الفاظ کا استعمال عربی اور فارسی کے الفاظ و فقروں کی آمیزش سے اس کے شکوہ میں اضافہ کرنے کی کامیاب کوشش ہے ۔ اس انداز کی چند مثالیں ذیل کے اشعار میں ملتی ہیں

دیدہ شوق ہم سجھاتے ہیں
جب تصور میں آپ آتے ہیں

ہو رہی ہیں ہر طرف سے یورشیں الحاد کی
کاش بچ جائے سفینہ کفر کے طوفان سے
رحمت للعالمین ہیں شافع عالم بھی ہیں
یہ شرف ہے ہر ملا یسٓ وَالقرآن سے

اس نعتیہ مجموعے آیہ رحمت کے آخر میں چند نعتیں فارسی زبان کے معروف شعراء کی تضمین میں ہیں ۔ مثلاً حضرت جامی کی نعت کی تضمین میں ذیل کی نعت کے اشعار پر منحصر ہیں ۔

خدا کے واسطے اک التجا سن
یہ اپنی چھوڑ کر مستی بھری دُھن
مرے درد و الم کے کچھ گہر چن
پریشان حال سے یہ کر تصادّ ن
نسیما جانب بطحا گذر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

اسی طرح تضمین حضرت امیر خسرو کی نعت کے چند اشعار۔

بچھی تھی نور کی چادر فلک سے فرش تک پیہم
ہر ایک جانب تھی خوشبو مشک و عنبر کی وہاں برہم
فضا پرکیف تھی چھایا تھا ہر جانب عجب عالم
کوئی بیہوش و بے خود کوئی دیوانہ کوئی بیدم
نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم

چند دوسری تضامین حضرت قدسی ، جامی اور عرش ملیسانی کی نعتوں پر مشتمل ہیں۔

آیہ رحمت کے اس مقام پر جہاں ایک طرف منفرد رحجان نعت کا یہ نظر آتا ہے کہ معروف نعتوں کی تضمین کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس رحجان کو بہت کم اردو کی نعت گوئی میں اپنانے کی کوشش کی گئی ہے تو دوسری طرف اس مجموعے کی نعتیہ شاعری موجودہ سماج اور انسانیت کے دکھ درد رنج و الم ۔ کرب و انتشار کی پھیلی بکھری ابتری کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

آیہ رحمت کے پورے جائزے سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ ان احساسات اور خیالات پر مبنی ہے کہ حضور اقدس سے دوری ۔ مہجوری اور شکستہ پائی کے گہرے تاثر ان میں ملتے ہیں اور موجودہ دور کا سماجی شعور بھی۔

لہذا جہانتک شعری روایات کا تعلق ہے - پوری اردو ادبی روایت میں انہوں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے - گوکہ کسی حد تک ان کا رنگ نعت اساتذہ میں امیر مینائی سے ملتا جلتا نظر آتا ہے لیکن پورے طور پر یہ تاثر ان کی نعت پر محیط نہیں ہے - اس مماثلت کی ظاہری وجہ دونوں میں غزل کا اشتراک اور باطنی وجہ قلب و ذہن کی پاکیزگی ہے - اس کی مثال شعر میں نظر آتی ہے -

یوں نعت میں بدلا ہے انداز غزل خوانی
لطف شہ طیبہ سے ہر شعر ہے نورانی
نعت محبوب خدا ہے مرے فن کی معراج
چھوڑ کی وادیٔ گل کوں بیاباں میں رہے

نجم سحر

ذوقی مظفر نگری کا یہ مجموعۂ نعت نجم سحر کے نام سے 12- ربیع الاول 1399ھ 21- اپریل 1980ء میں شائع ہوا - اس مجموعے "نجم سحر" میں نعتیہ شاعری مختلف اصناف میں مختلف انداز لئے ہوئے ہے اور یہ کہ اس میں روائتی انداز میں محض عقیدے کے اظہار کے طور پر ہی نعت نہیں ہے بلکہ نعت کے موضوع پر جو کچھ ملتا ہے اس میں جدید رجحانات ہیں اور تجربات کا رنگ بھی نمایاں نظر آتا ہے اور جہانتک نعت کی اصناف کا تعلق ہے تو اس نعتیہ مجموعے کی ابتدا میں کئی صفات پر مشتمل سلام ہے اس کا اُسلوب بالکل نیا ہے اور جدید رجحانات کی نشاندہی کی واضح مثال اس میں نظر آتی ہے اس رجحان کے چند اشعار پیش نظر ہیں -

سلام اس پر جسے وجہہ صدائے کُن فکاں کہئے
سلام اس پر جسے عنوان تاریخ زماں کہئے
سلام اس پر کہ جس کو مرجعِ علی علیٰ کہئے
سلام اس پر بہر صورت جسے خیرالورٰی کہئے

جذب و شوق کے باعث نعتیہ کلام میں خلوص اور صداقت کے عناصر بھی نمایاں دکھائی دیتے ہیں اثر انگیزی کی بھی شدت سے پائی جاتی ہے اس کے علاوہ نظم کے انداز میں نعتیں کہی ہیں ان میں بھی رنگ جدید کی عکاسی کی ہے اور روایتی غزل کے طرز نگارش میں بھی نعتیہ شاعری ملتی ہے ذیل میں ان کے نعتیہ کلام کی مختلف اصناف سخن سے مثالیں پیش نظر ہیں -

ذہن میں جب آپ کی مدحت کا دروازہ کھلا
زحمتوں کے شہر میں رحمت کا دروازہ کھلا
قہر کی شب ڈھل گئی مہرو وفا کے نور میں
کرب کی دیوار میں راحت کا دروازہ کھلا

ایک اور اہم بات جو نعتیہ کلام میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر مکتبِ فکر کے احساسات اور جذبات کی اقدار کا لحاظ اس نعتیہ شاعری کا خاصہ ہے اسی طرح ملی اعتبار سے بھی یہ کارنامہ نمایاں حیثیت کا حامل ہے

اس کے علاوہ یہ نعتیہ شاعری عہد جدید کے نئے شعور اور اس عہد کے مسائل کو بھی واضح کرتی ہے اس کی ارشد روش میں روشن خیالی کا اندازہ ہوتا ہے - اس کی بنیاد معاشرتی اور تہذیبی شعور پر استوار ہے اور اس صورتحال نے انکے کلام میں ایسی گہرائی پیدا کردی ہے جوغوروفکر کے عناصر پیدا کرتے ہیں اس کی مثال اشعار میں جوحاصل مطالعہ ہیں -

شمع روحوں میں جلانے کے لئے آپ آئے
روشنی شب سے اگانے کے لئے آپؐ آئے
اس طلسمات کے جنگل میں بہاروں کی طرح
حسنِ اعجاز دکھانے کے لئے آپؐ آئے

تم نے گمراہوں کو بخشا ہے مذاقِ آگہی
ارتقاء کی راہ بھی تم • منزل رفعت بھی تم

سحر کے دوش پہ جب نور کردگار آیا
شب سیاہ گئی، وقت پر نکھار آیا

السدد اے مقصد نوح و قلم کی آبرو
السدد اے معنئ مکتوب جہان آرزو

چشم و دل کے آئینوں پر گرد عصیاں جم گئی
اب نہ جذب خود شناسی ہے نہ ذوق آگہی
رنج و غم کے دائروں میں ہے فسردہ سی خوشی
زندگی کا لمحہ لمحہ ہے سزائے زندگی

دور جدید کی نعتیہ شاعری کا جو بنیادی موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ہے۔ چنانچہ اس حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کی افادیت اور اہمیت کو بھی "نجم سحر" کی شاعری میں ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک رحجان "نجم سحر" کی نعت میں یہ بھی ہے کہ نعتیہ شاعری کے ذریعے موجودہ مسلم معاشرے کی اصلاح کی جاسکے اور یہ کام آج کل مسلم معاشرے کے لئے جتنا اہم ہے شاید اس سے قبل کبھی بھی نہیں تھا۔

دور جدید کی نعت میں یہی نظر آتا ہے کہ انسان موجودہ مسائل کا حل صرف اور صرف آنحضرت کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن رہنے سے آج جسقدر بھی ناساز گار حالات ہیں وہ اسی بنا پر ہیں کہ انسان نے اس راستے کو ترک کر دیا ہے۔

اس مجموعے "نجم سحر" کی نعتیہ شاعری میں سوز و گداز بھی ہے اور خاص شگفتگی اور شادابی بھی اور الفاظ کے استعمال کا فن بھی موجود ہے۔ اہم نکتہ جو اس شاعری سے واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک سچے مسلمان کے دل میں ملت اسلامیہ کا جو درد ہوتا ہے اس درد کا اظہار بھی شاعری کا پس منظر بھی ہے۔ یہ شاعری محض اداسی کا نوحہ نہیں

ہے بلکہ ہر اعتبار سے مسلمانوں کے لئے حیات نو سے ہمکنار ہونے کی دعوت اور پیغام ملتا ہے ۔ ان کی نعتوں کے چند اشعار پیش نظر ہیں ۔

وسیم جنت ۔ قسیم کوثر
درود تم پر سلام تم پر
خلیق بھی ہو ۔ شفیق بھی ہو
رفیق بھی ہو ۔ لئیق بھی ہو
وثوق بھی ہو ۔ وثیق بھی ہو
حسین بھی ہو ۔ عشیق بھی ہو
تمہی ہو ناظر ۔ تمہی ہو منظر
درود تم پر سلام تم پر

فنی خوبیوں کے لحاظ سے اور جدید رحجانات کے نکتہ نگاہ سے اس نعتیہ مجموعے" نجم سحر" کی نعتیہ شاعری مقصدی خصوصیات کی حامل ہے۔

حدیث جاں

راسخ عرفانی کا یہ مجموعہ نعت حدیث جاں کے نام سے اکتوبر 1981ء میں شائع ہوا ہے ۔ اس کے علاوہ ان کے متعدد نعتیہ مجموعے حمد و نعت پر شائع ہو چکے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے ۔

1 ۔ ارمغان حرم — حمد و نعت
2 ۔ غبار حجاز — حمد و نعت
3 ۔ ذکر خیر — حمد و نعت
4 ۔ حدیث جاں — حمد و نعت

تاہم پیش نظر نعتیہ مجموعہ " حدیث جاں " ہے ۔ راسخ عرفانی کی نعت نگاری کے عنوان سے اس مجموعے کا مقدمہ معروف نعت گو شاعر عارف عبدالمتین نے تحریر کیا ہے ۔ راسخ عرفانی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں

جن معروضات کی نشاندہی مقدمہ نگار موصوف نے کی ہے اس کے تحت قابل توجہ نقطہ یہ ہے کہ حدیث جاں کی نعتیہ شاعری ۔ مقدمہ نگار کے بیان کے مطابق دو دھاروں کا سنگم نظر آتی ہے - پہلا دھارا جس کے بارے میں عرض کیا گیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ان تابناک نقوش کی معروضی پیش کش کا ذمہ دار ہے جن کا جمالیاتی نفوذ و قبول انسانی کردار سازی کے سلسلے میں صدیوں اہم ترین فریضہ سرانجام دیتا رہا ہے اور اب تک ایسا کرتا رہے گا ۔

راسخ عرفانی کی مختلف نعتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے گرانمایہ تو صیفی خدوخال جس ہنر مندانہ مہارت اور دل آویزی سے پیش کئے گئے ہیں اس کا اندازہ کرنے کے لئے مقدمہ نگار موصوف نے درج ذیل اشعار بطور حوالہ پیش کئے ہیں -

روز ازل سے ان کو ودیعت کیا گیا
نطق جمیل ، خلق حمیدہ کہیں جسے

فقر بوذر کو غنا جن سے ملا تھا راسخ
ان کے ہر قول کو انمول خزانہ لکھئے

سکھایا جاہلوں کو بھی اخوت کا سبق راسخ
گلوں کی راہ میں ڈھالے پتھروں سے دل محمد نے

یہی دلیل ہے کافی تری نبوت پر
تجھے امین سمجھتا تھا ہر عدو تیرا

آپ کا ہر ایک عمل آئینہ کردار ہے
عکس ہے نطق حسین قرآں کی تفسیر کا

اسں کے علاوہ مقدمہ نگار موصوف نے راسخ عرفانی کے اس نعتیہ مجموعے حدیث جاں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ راسخ عرفانی کے نعت نگاری کے دوسرے دھارے کا تعلق ان کے اس عشق و وجدان کی نشاندہی کرتا ہے جو انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مقام سے ہے اورظاہر ہے کہ جو انہی غیر معمولی محاسن و صفات کا قرآنی نتیجہ ہے جس نے پہلے دھارے کا تعین کیا ہے - حدیث جاں کی نعتیہ شاعری میں ادب و تقدّس کا خوبصورت قرینہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے - اس میں فراق کا کرب بھی ہے اور حضوری کا کیف بھی ہے - حسرتِ نظارہ کی کسک بھی اور آرزوئے دید کی سرشاری بھی علاوہ ازیں اس میں مسافرِ عشق کی شخصیت کے اس تہذیبی ارتقاء کا عکس بھی ہر مرحلے پر جھلکتا دکھائی دیتا ہے جو اس سفرِجاں سپاری کا لازمی فیضان ہے - چند اشعار اس ضمن میں بھی مقدمہ نگار نے تحریر کئے ہیں-

وہ مرے شہر تصوّر سے کبھی جو گزریں
جادۂ عشق میں پھولوں کی ردا ہو جاؤں
میں کہ ہوں راکھ کسی سوختہ پروانے کی
ان کی پڑ جائے نظر خاک شفا ہو جاؤں

کوئی چاند ہے کوئی پھول جیسا ہے
کہاں حسیں ہے جو میرے رسول جیسا ہے

یہ تو وہ جائزہ ہے جو حدیث جاں کے سلسلے میں مقدمہ نگار موصوف نے اپنے مضمون مزکورہ میں پیش نظر رکھا ہے - لیکن اس کے برعکس اگر حدیث جاں کی نعتیہ شاعری کا مکمل تجزیہ کیا جائے تو جو وضاحتیں کھل کر سامنے آتی ہیں ان میں نعتیہ اشعار کا وہ مشاہدہ ہے جس میں خلاق وجود کی کارفرمائی نقطۂ عروج پر ہے اور اس صورتحال کے تحت اس میں خیال کی ندرت کے ساتھ لب و لہجے کی اپج بھی موجود ہے تو ایک پہلو اس میں یہ کارفرما ہے کہ نعت کا ادب و احترام اور اس کے ساتھ موصوف کا

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم عقیدت اور جوش و جذبے کی سرشاری کے باوجود بھی اس عشق کی واردات کے منفرد روپ پیش کرتا ہے اور غالباً اس قسم کی پیشکش حدیث جاں کی نعتیہ شاعری میں قدم قدم پر نظر آتی ہے چناچہ اگر اس پہلو کو نظر میں رکھا جائے تو اس کے تحت نعت کی قدیم روایت عقیدت و محبت کے رنگ آمیز فلسفے میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے اور اس کا پر تو " حدیث جاں" کی نعتیہ شاعری میں تہہ در تہہ جھلکتا ہے - چناچہ اس پہلو کے پیشِ نظر اس تخلیق کا پورا تاثر اردو نعت کے قدیم رحجانات پر مبنی ہے اسکی مثال حدیث جاں کے چند نعتیہ اشعار میں ملتی ہے -

پیش نگاہ روضۂ خیر الا نام ہے
ہر اشک میرا غیرت ماہ تمام ہے
اِسم خدائے پاک ہے آنکھوں کی روشنی
تسکین جاں رسول معظّم کا نام ہے

دل ہے بیتاب کوئی ان کا سندیہ آئے
حال ہے ہجر مدینہ میں دگرگوں میرا

دل و نظر میں اجالے ہیں محض ان کے طفیل کہکشاں
حرم کو چاند مدینے کو کہک کہئے

مزکورہ پہلو جو قدیم رحجانات نعت پر منحصر ہے اس کی نشاندہی اسی مضمون کے مندرجہ بالا اشعار کے ذریعہ ہوتی ہے - لیکن راسخ عرفانی کے اس نعتیہ مجموعے " حدیث جاں " کی نعتیہ شاعری کا مدار صرف اس ایک پہلو پر ہی قائم نہیں ہے بلکہ اس میں متعدد ایسے نظریات بھی دکھائی دیتے ہیں جواس نعتیہ مجموعے کی شاعری کو اردو نعت کے جدید رحجانات کی صف اول میں شمار کئے جانے کے قابل مستحسن قرار پائے ہیں - ان میں اولا تو یہ کہ حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے اثرات کا حیات انسانی کے

تمام شعبوں کو روشنی فراہم کرنا یہ وہ ہمہ گیر فلسفہ ہے جس کی ترجمانی حدیثِ جاںؒ کی نعتیہ شاعری میں بھی موجود ہے۔

اسکے علاوہ اس نعتیہ شاعری میں حسن بیاں بھی ہے اور ندرتِ خیال بھی خاص طور سے اشعار میں الفاظ کا ماہرانہ استعمال نئے نئے انداز اور رحجان کی جدت کو ظاہر کرتا ہے۔

نام روشن نگر نگر تیرا - نصب پرچم ہے چاند پر تیرا
شہر تخیل سونا سونا ہے - رستہ تکتے ہیں بام و در تیرا

مرا رسول ہے عنوان نئے اجالوں کا
مہ حجاز ہے محور دلوں کے ہالوں کا

حق بات پہ کٹتی تھی زباں آپؐ سے پہلے
متروک تھا اخلاص یہاں آپؐ سے پہلے

اس مضمون میں راسخ عرفانی کے اس نعتیہ مجموعے "حدیثِ جاں" کا مکمل جائزہ زیر بحث آیا اس کے تحت قدیم و جدید دونوں رحجانات کی سامنے آئے۔ اور اس کے علاوہ قابل توجہ نقطہ یہ بھی ہے کہ مصنّف نے اس نعتیہ مجموعے "حدیثِ جاں" میں بھی اور اپنے مختلف نعتیہ مجموعوں میں ردیفوں اور قوالی کے بھی نئے نئے تجربے کئے ہیں اور اپنی نعتوں کو نیا حسن اور معنویت بخشی ہے۔

منور نعتیں

" منوّر نعتیں " منوّر بدایوانی کا مجموعہ ہے جو پہلی بار اکتوبر 1963ء میں منظرِ عام پر آیا ۔ اس کتاب کو ان کا مکمل مجموعہ ہونے کا امتیاز تو حاصل نہیں ہوا تاہم اس میں چالیس کے قریب نعتیں شامل ہوئی ہیں ان میں سے بیشتر نعتوں کو تضمین کے رنگ میں اپنا کر منوّر صاحب نے نعت گوئی کے سلسلے میں ایک بالکل انفرادی رحجان کی ترجمانی کی ہے اور اسی مختصر مجموعے میں ان کی نعتوں کے نمونے تخمیس کی صورت میں بھی ملتے ہیں اس کے علاوہ حضور سرور کائنات کے حضور نذرانہ عقیدت سلام کی صورت میں بھی ملتے ہیں ۔ بقول ڈاکٹر ابو للیث صدیقی کہ ۔

> " ثقلین احمد منوّر بد ایوانی عیش بد ایوانی کے شاگرد رہے جو امید میناٹی کے ارشد تلامذہ میں تھے اس طرح منوّر صاحب کا جس سلسلۂ شاعری سے تعلق ہے اس میں پاکیزگیٔ خیال اور صفائیٔ بیان کی روایت ایک اساسی حیثیت رکھتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس مادّہ پرستی کےدور میں بھی جبکہ بڑی حد تک لوگوں کا مذاق بدل گیا ہے اور شاعری کا منصب بھی کچھ اور ہو گیا ہے لیکن منوّر صاحب نے عام انداز کو ترک کرکے نعت اور منقبت کو اختیار کیا ہے اور اپنی ساری عمر اسی مشغلہ میں صرف کی ۔ ان کا بہاریہ کلام بھی نہایت دلکش ہے زبان اور خیال کی شاعری پسند کرنے والوں کیلئے منوّرصاحب کا کلام ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے ۔"

اصناف سخن میں نعت کی انفرادیت ، اہمیت اور افادیت سے تو کسی کو انکار نہیں ہے ۔ منوّر صاحب کیلئے شاعری کی یہ روایت نئی نہیں اسلئے انہوں نے جو کچھ کہا ہے اپنے شوق ، ذوق اور جذبے سے مرعوب ہوکر کہا ہے اس میں خلوص بھی ہے اور صداقت بھی ۔

اسں مختصر مجموعے میں منّور صاحب نے اردو یا فارسی کے جن شعراء کا کلام پسند آیا اسے اپنے خیالات اور فن کے تحت تضمین کی صورت میں اپنا لیا ہے اور یہ رحجان ان کی مشکل پسندی کی دلیل کے علاوہ اردو نعت کے دوسرے شعراء کے یہاں کم ہی ملے گی بہاریہ کلام میں منّور صاحب کا یہ رحجان مخصوص عارفانہ ہے زمانے کی سچی تصویر کشی کرتے ہیں - زبان اور الفاظ پر اس قدر قدرت حاصل ہے کہ انسانی زندگی کی نہایت الجھی ہوئی گتھیاں سلیس اور عام فہم زبان میں سلجھا دیتے ہیں موجودہ دور کی نعتیہ شاعری میں اسی قسم کے جدید رحجانات ملتے ہیں جو منّور صاحب کے نعتیہ اشعار میں پائے جاتے ہیں الفاظ کا رکھ رکھاؤ تواتر اور الٹ پھیر ایسی لذت پیدا کر دیتا ہے کہ پڑھنے میں ایک لطیف احساس ہوتا ہے - نعت ان کا مخصوص مذاق سخن ہے - الفاظ کا انتخاب انتہائی سلیقے سے کرتے ہیں اور ان کو عجز و انکسار کے ساتھ دو مصرعوں میں پیش کرتے ہیں کہ معنویت پیدا ہو جاتی ہے - مثلاً

کوئی دنیا میں نہ آیا ہے نہ آئے تجھ سا
تجھ کو اللہ نے واللہ وہ رتبہ بخشا
ہے فرشتوں کی زباں پہ تری مدح و ثنا
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبتی

یہ تضمین نعت قدسی کے اشعار سے کی گئی ہے -

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی نعتیہ غزل کی تضمین منور صاحب نے کی ہے - ذیل میں اس کے چند اشعار کی مثالیں پیش نظر ہیں -

سب کا والی ہے تو دربار ہے اعلیٰ تیرا
خلق کو در سے ترے بٹتا ہے باڑا تیرا
غیر کے در سے نہ مانگے کبھی منگتا تیرا
واہ کیا جو دو کرم ہے شہہ بطحیٰ تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اسی طرح مولانا ظفر علی خان کی نعتیہ غزل کی تضمین بھی منور بدایونی کے کلام میں ملتی ہے -

بزم جہاں میں تم سے اجالا کیا گیا
کون و مکاں میں اک تمہیں یکتا کیا گیا
پیدا نہ کوئی دوسرا تم سا کیا گیا
سب کار تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غائیتوں کی غایت اولی تمہیں تو ہو

باوجود کہ منور نعتیں ایک مختصر مجموعہ ہے اس لئے تضمینوں میں سے صرف پانچ پانچ بند انتخاب کے طور پیش کئے گئے ہیں لیکن ان میں بھی زبان ۔ جذبات کا دلکش اور کیف آفریں اظہار موجود ہے -

------

چراغ حرا

مسرور کیفی کا نعتیہ مجموعہ کلام " چراغ حرا " پہلی بار جنوری 1978ء میں شائع ہوا - زیر نظر کتاب " چراغ حرا " اردو نعت کے جدید رحجانات کی ترجمانی کرتی ہے - اس میں کہیں بھی قصیدہ یا طویل بحر کی کئی صفحات پر مشتمل نعتیہ مثنویوں کا ذکر نہیں ہے اس کی تمام ترنعتوں کے اشعار چھوٹی اور خوبصورت بحروں میں ہیں - اس کے علاوہ الفاظ کا شعر میں استعمال بڑے جچے تلے انداز میں کیا ہے جو شاعر کی خوش ذوقی اور طرز جدید کا پیش خیمہ ہے اسکی چند مثالیں اشعار کی صورت میں پیش نظر ہیں -

اپنی امت پہ آپ کے احساں - کس قدر ہیں کسی نے سوچا ہے
وہ گھڑی بھی کس قدر تھی دلنشیں- جس گھڑی میں جانب طیبہ گیا
بار گاہ مصطفے میں آ گئے - ہم اندھیرے سے ضیاء میں آ گئے
احترام آدمیت ان پہ ختم - کس قدر وہ محترم ہیں دوستو
میں انکی عظمت بیان کرکے - خود اپنی عظمت بڑھا رہا ہوں

ان اشعار کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مسرور کیفی نے یہ نعتیں بڑی وارفتگی اور لگن کے ساتھ کہی ہیں اور ان میں جو اعجاز اور لطافت کی چاشنی ہے اس قسم کی وارفتگی ان کے مزاج کا ایک انفرادی رحجان ہے اور یہ آج بھی کم شعراء کے یہاں اس دور میں ملے گی -

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ " چراغ حرا" کے نعتیہ اشعار میں جا بجا تمام کیفیات اور واردات قلبی محسوس ہوتی ہیں - اس بیان میں گہرے جذبے اور احساس کی بھی فراوانی ہے -

" چراغ حرا " میں احساس سے نعت کسی مقام پر نظر نہیں آتی اس احساس کی ترجمانی ذیل کے اشعار کرتے ہیں -

جو کچھ کہا ہے آپ نے اے فخر کائنات
وہ میری جان ہو گیا ایمان ہو گیا

میں کسی طور یہ نہ مانوں گا
مجھ سے آقا ہے بے خبر میرا

موجودہ دور کے دوسرے شعراء کی طرح سرور کیفی نے بھی اپنے اس شعر میں سرور کائنات کے لئے نور کا لفظ استعمال کیا ہے جو اس رحجان کی واضح دلیل ہے کہ انسانی زندگی کی تاریک راہوں اور گراہی سے نجات دلانے کے لئے آپ کی زندگی مثل نور ہے -

کیوں نہ روشن کرے زمانے کو
خود سراپا جو نور ہے یارو

ان کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لینے کے بعد اس بات کا بخوبی علم ہوتا ہے - ان میں سب سے اہم نکتہ تو یہ ہے کہ وہ نعت کے سوا کسی دوسری صنف میں طبع آزمائی نہیں کرتے اور جہاں تک نعت گوئی کا تعلق ہے ان کے یہاں چھوٹی بحر ملتی ہے اور شعر میں ہلکے پھلکے الفاظ کا استعمال اور فکر کی جولانی واقعی قابل ستائش ہے - ان کا نعتیہ کلام خلوص اور عقیدت کا آئینہ دار ہے -

شاہ بلیغ الدین سرور کیفی کی نعت گوئی کے بارے میں فرماتے ہیں

" کلام بڑا رواں اور بے ساختہ ہے اگر جذب و دروں کی کارفرمائی نہ ہوتی تو ایسا ممکن نہ تھا - جو بات قابل تحسین ہے وہ یہ کہ سوز نہاں کے باوصف سرور صاحب نعت گوئی کے آداب سے خوب واقف ہیں نعت کو وہ غزل نہیں سمجھتے اس لئے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کے باوجود آپ کے تذکرے میں پورے احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں یہ نعت گوئی میں بڑا مشکل مقام ہے - یہاں اکثر شعراء

خطا کر جاتے ہیں کچھ احساس کی بے پناہ
شدت کی وجہ سے کچھ رسم علم کے تابع
غیر شعوری طور پر - صورت جو بھی ہو اس
میں احتیاط لازمی ہے -"

مسرور کیفی کے بارے میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کے تاثرات کچھ اس طرح ہیں -

" مسرور کیفی قابل مبارک باد ہیں کہ وہ نعتوں کے مجموعے کے ساتھ دنیائے شعرو سخن میں قدم رکھ رہے ہیں اور مسرور کیفی کے جذبہ دل نے انہیں اس دیار میں پہنچا دیا جو خواب گاہ مصطفوی ہے - اس درگاہ سے انہیں خوشبوئے محبت عطا ہوئی انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر اس کا ذکر اپنے اس شعر میں کیا ہے-

ایک خوشبوئے جو میسر مجھے طیبہ میں ہوئی
ذہن و دل کو اسی خوشبو میں بسائے رکھوں

مسرور کیفی کی نعتیہ شاعری اس رحجانات کی ترجمانی میں پیش پیش نظر آتی ہے کہ حضور سرور کائنات کے نوع انسانی پر ایک دو نہیں بے شمار احسانات ہیں اور یہ ان کا ہی کرم و احسان ہے کہ انہوں نے ہماری دنیا کو زندگی کی سطح مرتفع پر لا کھڑا کیا ، اسے حیات نو بخشی دور دور جدید میں ہمیشہ کیلئے جلوہ آرا کر دیا - ان کے نعتیہ کلام میں ایک قابل تعریف بات یہ ہے کہ جدید رحجانات کے ساتھ ساتھ نہایت مود بانہ اور منکسرانہ عقیدت مندی جھلکتی ہے اور یہ احساس جا بجا جا گریں نظر آتا ہے

----

١ - چراغ حرا - از مسرور کیفی - طباعت 1978ء جنوری

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ شمع ابدی ہیں جن کی ظہور سے اشیا تی علوم و فنون کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسانیت پر وا ہو گئے اور اسی کے تحت انسان میں وہ شعور و ادراک پیدا ہوا کہ اس نے تمام کائینات مسخر کر لی ہے تب بھی اس کے قدم ترقی کی منازل کی تلاش و جستجو میں ابھی تھمے نہیں ہیں - بلکہ جہد جاری ہے -

اس کی مثال میں سرور کیفی کے شعر میں نظر آتی ہے -

کون ہے جو کر سکے ان کا شمار
آپ کے امت پہ جو احسان ہیں

قاب قوسین
....

اقبال عظیم کا یہ مجموعہ نعت " قاب قوسین " کے نام سے پہلی مرتبہ جون 1977ء میں اشاعت پزیر ہوا - کتاب کے آغاز میں عظیم اورنامور شعراء کے تاثرات ہیں مثلاً حفیظ جالندھری اور احسان دانش نے اپنی آرا کا اظہار قاب قوسین کی نعتیہ شاعری کے بارے میں کیا ہے - حفیظ جالندھری لکھتے ہیں -

" اقبال عظیم نے حضور پر نور سے اپنی عقیدت کو جس اسلوب سے اشعار میں ڈھالا ہے ان اشعار کی نسبت وہ عقیدت زیادہ قابل تحسین ہے -"

حفیظ جالندھری نے اپنے تاثرات میں اس مجموعہ نعت "قاب توسین" کی نعتیہ شاعری کے بارے میں ایک اور مقام پر کہا ہے اور مثال میں یہ شعر درج کیا ہے۔

اقبال اپنی چشم بصیرت سے کام لو
یہ کیا غرور آنکھ سے رستے دکھائی دے

مدینہ اپنی روح کے اندر بھی موجود ہے جسکے لئے ضروری نہیں کہ ظاہر کی آنکھیں دیکھیں۔ ظاہر کی آنکھیں تو اینٹ اور پتھر دیکھتی ہیں اصل روح مدینہ قلب میں ہے جس قلب میں محمد رسول اللہ موجود ہیں اس کے لئے ضروری نہیں کہ ظاہری آنکھیں اس کو دیکھیں بصیرت ہر وقت یہ نظارہ کر سکتی ہے۔

انہی تاثرات کے ضمن میں احسان دانش نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اقبال عظیم جیسے شاعر کے یہاں جس کی فطرت میں اول ہی سے علم کی ترقی صداقت کا لوچ اور شرافت کا ٹھہراؤ ہو تو نعت اس کی روح کی چیخ بن جاتی ہے ایسی چیخ جو پست و بلند پر اپنا اشک آور اثر ڈالتی ہوئی گزر جاتی ہے ان کے یہاں نہ کوئی نعرہ ہے نہ لفظی گھن گرج لیکن ان کی آواز میں آنسوؤں کی نمی اور الفاظ میں خلوص کی خوشبو ڈھکی چھپی نہیں رہتی ان کے لہجے کا دھیما پن اور ترنم میں کرب کی جھنکار سامعین کے دلوں سے اس طرح گزرتی ہے جیسے صابون سے تارا۔ ان کی نعتوں میں غم کی آنچ اور خلوص و عقیدت کا ایک ایسا حسین آمیزہ ہے جس سے تاثرات آنسو بن کر آنکھوں سے ٹپکنے لگتے ہیں" (حوالہ صفحہ 7)

ان دونوں معروف شعراء کے تاثرات کے بعد قاب توسین کے آغاز ہی میں "سخن گسترانہ" کے عنوان سے خود مصنف موصوف کا مضمون ہے جس میں نعت کے ادب و احترام صنف نعت کی تشکیل کے متعلق متعدد الفاظ معنی اور مفہوم کی جانب نشاندہی کی گئی ہے کہ نعت لکھنے میں کن کن باتوں

کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور کس قسم کے الفاظ اور اشارات سے نعت کے تقدس اور احترام میں فرق واضح ہوتا ہے یہ بڑا کارآمد ، معلوماتی اور تحقیقی مضمون ہے ۔ اس قسم کے مضامین ابتک نعتیہ مجموعوں میں بہت کم دیکھے گئے ہیں ۔ بلا شبہ یہ مضمون دقیق بھی ہے اور ممتاز علمی حیثیت کا حامل بھی ۔

" قاب قوسین " کے ابتدائی صفحات میں قصد دعا کے عنوان سے چار مصروں کا قطعہ ہے پھر حمد ہے اور اس کے بعد بارہ اشعار پر مشتمل مناجات ہے ۔

پھر نعتیہ قطعات ہیں ۔ ان قطعات کی تعداد آٹھ ہے ۔ ان قطعات سے پہلے بھی ایک قطعہ عنوان کے طور پر ہے ۔ شروع کے اس قطعہ کا مجموعی تاثر بھی اپنی جگہ ایک منفرد رحجان کی ترجمانی کرتا ہے کہ حضور پر نور کی مدح کرنے کی جرأت ہی اول تو مشکل ملہ ہے پھر اس کے لئے آپ نور مجسم کو الفاظ کے پیکر میں ڈھالنا ایک اور مشکل ترین مرحلہ ہے کہ آپ کی حیات طیبہ قرآن کی تفسیر ہے اور انسان کی اتنی بساط کہاں کہ وہ اس مشکل کام کی تکمیل میں پورا اتر سکے ۔ یہ قطعہ اسی فنی احساس کو ظاہر کرتا ہے ۔

جرأت مدح نبی کر تو رہا ہوں لیکن
حرف اظہار میں تاثیر کہاں سے لاوں
پیکر نور کو الفاظ میں کیسے ڈھالوں
روح قرآں کی تفسیر کہاں سے لاؤں

******

اسی طرح ان آٹھ قطعات میں سے ایک اور قطعہ اسی احساس سے لبریز ہے ۔

بیان کیسے ہوں الفاظ میں صفات ان کی
نزول وحئی الٰہی ہے بات بات ان کی
انہیں کے دم سے منور ہے بزم کون مکاں
زمیں سے تا بفلک ساری کائنات ان کی

مزکورہ اشعار اس نقطہ نگاہ کو پورے طور پر واضح کرتے ہیں کہ تمام دنیا و انسانیت صرف آپ ہی کے لئے قائم ہوئی اور آپ کے تمام ارشادات اور احکامات لایا وحئی الٰہی ہیں ۔ ان اشعار میں اردو نعت کے قدیم دور کی جھلک نمایاں ہوتی ہے اور یہ وہ بات ہے جو بارہا شعراء نے پرانے دور میں بھی لکھی ہے ۔

لیکن یہاں ان اشعار میں رحجان کی جدت اور خیال کی ندرت اس لئے ظاہر ہوتی ہے کہ تمام کائنات اور انسانیت کو رونق ترقی اور جلاء بھی آپ ہی کے طفیل حاصل ہوئی گویا انسان کو قدم قدم پر روشنی آپ ہی کے نور سے ملی " اردو نعت کے جدید رحجانات " پر مشتمل فکر یہی ہے کہ حضور اقدس کی بدولت ہی انسانیت کو دنیا کے ہر شعبے میں وہ عروج اور مقام حاصل ہوا جس پر امت مسلمہ بالخصوص جتنا بھی فخر کر سکے کم ہے ۔

انہی رحجانات کی مثال میں ایک اور نعتیہ قطعہ کے اشعار پیش نظر ہیں ۔

دعا تو ہم بھی کرتے ہیں ، کرن پھوٹے سحر جاگے
زبان حال سے لیکن فضا کچھ اور کہتی ہے
نئی قدروں کے چرچے ہو رہے ہیں اہل دانش میں
مگر ہم سے حیات مصطفےٰ کچھ اور کہتی ہے

ان قطعات کے علاوہ " قاب قوسین " 41 ۔ اکتالیس نعتوں پر مشتمل مجموعہ نعت ہے ۔

پہلی نعت کے اشعار سے جس قسم کے خیالات و رحجانات کی عکاسی ہوتی ہے اس میں عقیدت اور عشق رسول کی سرشاری کی کیفیات کافی نمایاں ہیں ایک خواہش - لگن اور تمنا اور ایک تڑپ جو آپ کے در اقدس سے وابستہ ہیں ان کی ترجمانی اس طرح کی گئی ہے -

سفر مدینے کا کچھ ایسا مرحلہ تو نہیں
میں بے بصر سہی لیکن شکستہ پا تو نہیں
وہاں سے غیر بھی پیاسے کبھی نہیں آتے
وہ شہر ساقی کوثر ہے کربلا تو نہیں

اور اس کے ساتھ ہی یہ اشعار شاعر کی مجبوری کو بھی جو بصری کی صورت سے ظاہر کرتے ہیں -

ایک اور نعت کے چند اشعار اسی رحجان پر مشتمل ہیں -

جاگوں تو صرف ان کے خیالوں میں گم رہوں
سو جاؤں تو فقط رخ آقا دکھائی دے

منزل مری وہ شہر کرامات ہو جہاں
ذروں سے آفتاب ابھرتا دکھائی دے

وہ شہر جس کا نام تو کعبہ نہیں مگر
گلیوں میں جس کی رونق کعبہ دکھائی دے

ان اشعار میں چند ایسے پہلو نظر آتے ہیں کہ ایک طرف تو مسلمان ہونے کے ناطے سے وہ انداز فکر ہے کہ ہمہ وقت انسان آپ سرور کائنات کے تصور اور خیالات میں اپنے آپ کو غرق رکھے دوسری جانب مومن کے کردار و طبیعت کی جھلک ان میں نظر آتی ہے کہ وہ شہر ایسی برکات و کرامات کا حامل ہے کہ ذرہ بھی وہاں کا آفتاب سے کم نہیں ہے گویا مسلمان کے عقیدے اور اعتقاد کی نشان دہی ان اشعار سے ہوتی ہے یہ اپنی جگہ

قابل تحسین خیالات ہیں کہ ہمارے لئے ایک ایسی راہ متعین کی گئی ہے اور وہ ہے شرع محمدی جس پر اگر انسانیت گامزن رہنے کا قصد کر لے تو کبھی بے یقینی اور گمراہی اس کے قدم کو منزل پانے کے لئے روک ہی نہیں سکتی ان اشعار میں بڑے پر اثر جذبات نظر آتے ہیں -

قاب قوسین کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن سے اردو نعت کے

ملیں گی عجم کو بھی جس سے ضیائیں
عرب کا وہ ماہ تمام آ رہا ہے

جو دستور آخر مصطفائے نبی ہے
وہ اب تک زمانے کے کام آ رہا ہے

قاب قوسین کے جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک طرف تو اس مجموعے کی نعتیہ شاعری قدیم انداز کی نعتیہ شاعری کی جھلک لئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اس میں دور جدید کی نعت کے رجحانات کو اپنانے کی لائق تحسین کوشش بھی نظر آتی ہے - تو گویا اس مجموعے کی نعتیہ شاعری قدیم و جدید شعری فکر کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے -

اس کے علاوہ فنی مہارت شعری محاسن کا اعلی معیار الفاظ ، استعارات و تشبیہات کا مناسب اور عمدہ استعمال اس نعتیہ مجموعے کو ایک ایسی خصوصیت عطا کرتے ہیں - جسکی مثال اردو کی نعتیہ شاعری کے مجموعوں میں کم ہی نظر آتی ہے -

ایک قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ " قاب قوسین " کی نعتوں میں قرآن پاک کی مضامین اور الفاظ و معنی کے استعمال سے اشعار میں مفہوم پیدا کیا گیا ہے - اس لحاظ سے اس نعتیہ مجموعے کی شاعری کی افادیت اور اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا ہے -

"نشید حضوری"

حافظ لدھیانوی کا یہ مجموعہ نعت "نشید حضوری" کے نام سے پہلی مرتبہ صفرالمظفر 1400ھ میں منظر عام پر آیا۔ اس سے قبل حافظ کا ایک نعتیہ مجموعہ "ثنائے خواجہ" کے نام سے بھی شائع ہوچکا ہے۔

نعت گوئی میں رنگ مضمون کا مسئلہ ہی دور جدید کی نعتیہ شاعری میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ محض عقیدت مدینہ و حجاز میں پہنچنے کی آرزو سفر شوق کی جزئیات، درود و سلام، ملائکہ اور ساکنان عالم بالا کی طرف سے صلی علیٰ کی آوازیں۔ حضور کا رحمت عالم ہونا، محسن انسانیت، سراپا اور وصف وغیرہ یہ وہ موضوعات ہیں جن پر ہر دور میں طبع آزمائی ہوتی رہی ہے اور حافظ لدھیانوی کے موجودہ مجموعہ کلام میں بھی یہ موضوعات موجود ہیں مگر ان میں سلیقہ مندی سے نعت کے "جدید رجحانات" کے تحت اظہار اس طرح کیا ہے کہ ایک موضوع کا اکتا دینے والا غلبہ بھی نہیں ہے۔ اور شاعری بھی اثر انگیز اور اعلیٰ فکر کی ترجمان ہے۔ دور جدید کی نعت کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے اس میں لطافت رنگینی اور نکھار بھی ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کہ ابد تک کیلئے اعلیٰ ترین معیار انسانیت ہے کے حوالے سے اپنے احوال کا جائزہ لینا ہی "اردو نعت کے جدید رجحانات" کا اہم ترین سرچشمہ ہے۔ حافظ صاحب کی نعتیہ شاعری میں بھی اسی انداز نظر کی گہرائی کا حسین امتزاج ہے انہوں نے اپنے کلام میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عقیدت و محبت کو بیان کے مختلف سانچوں میں ڈھالا ہے ہر جذبے کو گویائی کا جوہر بخشا ہے۔ مگر کہیں جذبے کی شدت اور فکر کی روانی کو مجروح ہونے نہیں دیا۔ درج ذیل اشعار میں مختلف ردیفوں کی آئینہ داری نظر آتی ہے۔

نور سے جس کے ملی ارض و سما کو رفعت
روح کونین ہے اک وہ رخ زیبا ایسا

خوں کے پیاسوں پہ رہی لطف و کرم کی بارش
کس کو آیا ہے نظر رنگ عطا کا ایسـا

نور احمد سے ہوا جادۂ عرفاں روشن
ہر نظر جس سے ہے تابندہ دل و جاں روشن

آپ کے مہر سے قائم دم عیسی کا بھرم
آپ کے نور سے تھا نقش سلیماں روشن

جو لفظ ہے آئینہ ارماں حرم
اشکو سے مرتّب ہوا دیوان تمنا

ہر قلب کی دھڑکن ہے تری ذات گرامیؐ
اے جان جہاں ، جان وفا ، جان تمنا

حافظ لدھیانوی کے نعتیہ کلام سے اسطرح بھی اردو نعت کے جدید رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے کہ اس میں تکلف و تصنع کا کہیں احساس نہیں ہوتا۔ بعض اشعار کی دروبست ایسی ہے کہ صورت نظم اپنے لطیف نثر معلوم ہوتی ہے یہ لطافت بھی انتہائی قادر الکلامی کی متقاضی ہے۔ اگر اسے بتکلف لایا جاتا تو مصنوعی دلکشی مقصود ہوجاتی۔ اس نزاکت آفرینی کی حسین مثال بالعموم حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے یہاں ملتی ہے۔

حافظ صاحب کو سہل ممتنع پر بھی ماہرانہ عبور ہے۔ فکر و بیان میں ایجاز و جامعیت نہ ہو تو اس لطافت کا حصول محال ہے۔ اس ضمن میں بطور مثال "نشید حضوری" کے چند اشعار حاصل مطالعہ ہیں۔

یاد ہے وہ شب حرم اب تک — جاگتے جاگتے سحر کرنا
سبز گنبد کو دیکھتے رہنا — اک اجالے کا دل میں گھر کرنا
سنتے رہنا دُرود کے نغمے — روح میں کیف کا اثر کرنا۔

ان کے یہاں نعت کا آغاز غزل گوئی کی عام ڈگر کی طرح کسی

" اسم ضمیر " کے ساتھ یک لخت نہیں ہوتا ، بلکہ نہایت وقار ومتانت سے مطلع لکھتے ہیں اس لکھتے ہیں اس میں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اسم صفت کا ذکر کرتے ہیں یا مدینہ منورہ کی پر کیف روحانی فضا کا بیان ہوتا ہے، دیار حبیب کے شوق کا اظہار ہوتا ہے یا درد مندی دل کے مداوا کا التماس۔ اگر مطلع میں اس کا کوئی مضمون نہ ہو تو آغاز سخن میں نعت کے کسی کنایاتی پہلو کا التزام ضرور ملتا ہے۔ جس سے شعر اقلیم غزل میں داخل ہونے سے بچ جاتا ہے اور اس کا انطباق صرف محل ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ حافظ لدھیانوی نے نعت کے نئے تقاضوں کو داخلی کیفیات اور نرم ونازک پیرایہ اظہار کے ساتھ موسقیت سے ہم آہنگ کرکے حسن و معنویت میں جو توازن پیدا کیا ہے ۔ وہ اردو نعت کے جدید رجحانات کیلئے انتہائی خوش آئند ہے۔ اور ان کا یہ بھی اصل کمال ہے کہ وہ رنگ پزیرائی کو حضورؐ پر نور کی یادوں اور اشک غم کی عطا سمجھتے ہیں ۔ ان کا یہ کمال دیگر تمام محاسن پر بھاری ہے۔

اس کی مثال اشعار میں نظر آتی ہے[1]

اشک غم میں ہیں تری یاد کی شمعیں روشن
دل کی دھڑکن میں تری زمزمہ پیرائی ہے

ہوئی مقبول مرے اشک ندامت کی دعا
میری آہوں کو عطا رنگ پزیرائی ہے

حافظ صاحب نے سیرت طیبہ کے چھوٹے چھوٹے گوشے اور پہلو غزل کے پیرائے میں بیان کئے ہیں اور جب یہ سامنے آتے ہیں تو لطف دے جاتے ہیں۔

ان کا شیوہ ہے لطف فرمانا
دشمن جاں سے درگزر کرنا

وہی ہیں محرم اسرار وشارح قرآن
خرد کو روشنی ان کے بیاں سے ملتی ہے

۴

کس نے کیا مشاہدہ ذات کبریا
عرشِ علا پہ کون گیا آپ ؐ کے سوا

قندیل نور ، شمع حرا ، زینت حرم
نقش جمال صبح ازل کا کہیں جسے

اپنی مثال آپ ہے تو کائنات میں
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

"نشید حضوری" کا بیشتر حصہ سفر مدینہ اس شہر رحمت کی ندا اور روضہ اطہر پر حاضری کی کیفیت کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس مثال کی آئینہ داری چند اشعار کے ذریعے ہوتی ہے۔

طیبہ کی راہ میں ہیں زمانے کی راحتیں
آسودگی قلب و نظر اس سفر میں ہے

دیار رحمتہ اللعالمیں ہے ***** پتہ دیتی ہے یہ خوشبو ہوا کی
ہر ایک لمحہ طرب خیز ہے مدینے کا ***** قرینہ چاہیئے شہر نبی ؐ میں جینے کا

اس کے علاوہ اہم بات یہ ہے کہ "نشید حضوری" کے آغاز میں حمد یہ نظمیں ملتی ہیں لیکن ان میں بھی دعا کے طرز پر حضور اقدس کی محبت اور اپنا دامن نور سے بھرنے کی آرزو کی ہے۔ اس رجحان کی مثال ان کے ایک شعر میں ملتی ہے۔

عشق خیر البشر عطا کردے
دامن دل کو نور سے بھردے

"نشید حضوری" کے جائزے سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ فنّی محاسن کے لحاظ سے حافظ صاحب کی نعتیہ شاعری جدید فکر اور اسلوب کی عکاسی میں پیش ہے۔ لیکن حافظ صاحب کے پہلے اردو نعت کی اس روایت کا احیاء بھی نظر آتا ہے جو تلامذہ امیر مینائی کے ہاں ملتی ہے۔ اور فارسی شعراء میں سعدیؒ کے ہاں اس طرز کی شاعری پائی جاتی ہے

****

"فخر کونین" (حصّہ اول)

محشر رسول نگری کی کتاب "فخر کونین" جو حصّہ اول پر مشتمل ہے پہلی مرتبہ جنوری 1961ء میں شائع ہوئی۔ "فخر کونین" سے ان رجحانات کی بھی بہ خوبی وضاحت ہوتی ہے کہ رسول اکرمؐ کے محامد اور کوائف نبوت کو نظم کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔ دور جدید کی اردو نعت میں یہ رجحان کم ہی ملنے کا اسطرح سے اشعار کے قالب میں تاریخ و سوانح مرّتب کرنے کا خیال ہی ایک انفرادی رجحان ہے یہ اہم ہونے کے ساتھ دشوار بھی ہے چونکہ حقیقت یہ ہے کہ جس نظم کا موضوع سیرت اور شخصیت ہو اور جبکہ سیرت اور شخصیت کی لطافتیں اور سیرت اور کردار نگاری وہ دونوں پر محیط ہیں۔ اشعار کے تحت عہدہ برآں ہونا بڑا مشکل ہے۔ لیکن فخر کونین کی اصل انفرادیت اور جدّت کا واضح پہلو یہ ہے کہ ایک تڑپ اور سچی لطافت اس میں موجود ہے۔ فخرکونین کے اشعار کی چند مثالیں پیش نظر ہیں۔

زندہ کرو دلوں کو پیامِ حیات سے
دنیا کو آشنا کرو توحید ذات سے
گذرا ہے سب سے پہلے جو راہِ نجات سے
سیکھو خدا کے خلق اسی حق صفات سے

وہ رحمت تمام ہے آفاق کیلئے
آیا ہے وہ مکارمِ اخلاق کیلئے

موضوع کا یہ مدعا اور منشا قرآن و حدیث کے ماخذات کے عین مطابق ہے جس کو انتہائی مہارت کے ساتھ اشعار میں اپنایا گیا ہے۔ موجودہ دور کی نعتیہ شاعری میں قرآن، احادیث کے مضامین سے شعرا برابر استفادہ کررہے ہیں۔ چنانچہ یہی رجحان "فخر کونین" کے نعتیہ اشعار میں بھی ملتا ہے کہ

میں نے تمہیں رحمت دو عالم بنا کر دنیا میں بھیجا
(انبیا)

اور یہ کہ ۔ مجھے اخلاق کی بلند ترین خوبیوں اور سب سے اچھے کاموں اور
کا مجموعہ بنا کر مبعوث کیا گیا (ارشاد نبوی ﷺ)

اس کے علاوہ مذکورہ نظم جس کو مسدس کے انداز میں پیش کیا گیا ہے اس کا بنیادی رجحان آپ کے اسوۂ کامل کو اشعار کے ذریعے پیش کرکے تمام انسانیت پر ثابت کرنے کو کوشش کی گئی ہے کہ آپ کی سیرت کُل عالم کیلئے ایک مثالی نمونہ پیش کرتی ہے اس سے الگ انسان کی زندگی کی تشکیل اور تعمیر کا کوئی تصور اور خیال نہیں ملتا ۔

زیر نظر نظم جو مسدس کی ہیئت میں ہے اس ہیئت کی خوبی یہ ہے کہ اس میں اختصار کے ساتھ رفتار بیان میں توازن ، ہم آہنگی اور بانکپن ملتا ہے وہ کسی دوسری ہیئت میں ممکن نہیں ہے ۔ چنانچہ اس نظم میں جوش و جذبہ خطابت اور بلند آہنگی کے بجائے رفعت وشکوہ کا انداز ہے اور اس جوش میں ایک والہانہ شیفتگی اور مسلسل ناصبوری اور ان مٹ تڑپ ہے جس کا تعلق حضور کی ذات مبارک سے ہے ۔ جوش و جذبے کی یہ صداقت اس نظم کو ایسے خلوص سے مالا مال کرتی ہے جو اصل میں بلاغت کی جان ہے ۔ اور اس نظم کا شعری حُسن بھی اس کے جوہر صداقت پر منحصر ہے ۔

اس کے علاوہ جو پہلو اس نظم کے سامنے آتے ہیں تو ظاہر ہے کہ محشر صاحب نے حضور سرور کائنات کی مکمل حیات کو اپنی شاعری میں سمیٹا ہے جن جن رجحانات کی ترجمانی اس کے اشعار سے ہوتی ہے ان کے ذریعہ انسان کی قدیم دور کی زندگی سے لیکر دور جدید کی زندگی تک کیلئے مثالی نمونہ اور راستہ موجود ہے چونکہ کہیں آپ کا ایثار وخدمت ہے تو خلق کے دریا امڈتے نظر آتے ہیں کہیں ذکر وفکر کا مرحلہ اور کہیں لُطف کا عظیم الشان باشان پہلو ہے اور اس کے ساتھ ہی استقامت و عزیمت کو سراج منیر ہے کی مُیار بانیوں کے تحت ملخص کیا ہے ۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس نظم میں ان تمام رجحانات کے پیش کرنے میں صرف قرآن وحدیث کو سامنے رکھا گیا ہے ۔ مثال کے طور پر آپ کے نام اسم مبارک کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ جملہ صفات حق کا آئینہ دار ہے ۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ۔

مشتق ہے حق کے نام سے یہ نام حق نما
محمود ہے خدا تو محمدؐ ہے مصطفےٰ

یہ نام سرِّ خاص ہے معراجِ حمد کا
احمد ہے ابتدا تو محمدؐ ہے انتہا

یہ نام وہ ہے جس پہ مشیت کو ناز ہے
تکمیلِ بندگی میں خدائی کا راز ہے

گویا نامِ مبارک اس آیت کی تفسیر ہے کہ :۔

بیشک خدا اور اس کے ملائکہ نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اس پر صلوٰۃ اور درود بھیجو (احزاب)

اس نظم کے اشعار میں اس قسم کا رجحان ملتا ہے کہ سارا عالم امکاں اسی ایک محور کے گرد گھوم رہا ہے۔ دورِ جدید کی نعت کی یہی انفرادی شان ہے جس کی پیروی غالباً نعتیہ شاعری کے ہر مقام پر نظر آتی ہے۔ محشر رسول نگری کی نعت کا بھی جدید نعت نگاری میں اہم مقام ہے۔ چونکہ اس میں سیرت النبی کو جاذب انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انساں کو ان کے خُلق نے انساں بنادیا
ذرّے کو آفتابِ درخشاں بنا دیا

"فخرِ کونینؐ" (حصہ دوم)

محشر رسول نگری کی کتاب "فخرِ کونین" پہلی مرتبہ ماہ جولائی 1967ء میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آئی ۔ "فخرِ کونین" وہ پہلی تخلیق ہے جو مسدّس کے طور پر لکھی گئی ہے جس میں حضور اقدس کی سیرت و حیات کو شعر کا قالب عطا کیا گیا ہے۔ محشر رسول نگری کی نعت کے رجحانات بالکل اس طویل

نظم کے سلسلے میں انفرادیت لئے ہوئے ہیں اور یہ بات قابل ستائش بھی ہے کہ آیات قرآنی ۔ احادیث نبوی اور اقوال صحابہ کرام کے بعض عربی فقرے تلمیحاً اس خوبصورتی سے شاعر نے نظم میں لئے ہیں کہ ان کا تعلق عربی سے نہیں اردو کے روز مرہ سے معلوم ہوتا ہے۔

"فخر کونین" کا پہلا حصہ جس میں آنحضرت کی پیدائش سے لیکر ہجرت تک کے کارناموں کا ذکر ہے پہلے ہی شائع ہوچکا ہے۔ زیر نظر کتاب "فخر کونین" کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں سفر مدینہ سے لیکر فتح مکہ تک کا بیان ہے۔ یہ حسن بیان اردو شاعری میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پوری نظم مسدس کی شکل میں ہے۔

> ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم نے مسدس کے بارے میں لکھا ہے ہماری شاعری میں مسدس ایک ایسی نظم کی قسم ہے جس کا نبھانا آسان نہیں ہے اچھے اچھے شاعر بھی رہ جاتے ہیں اور بھرتی کے مصرعوں میں جھول چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن "مد وجزر اسلام" کے بعد "فخر کونین" مسدس کی روشن ، موضوع ، ہیئت اور زبان و بیان کے اعتبار سے دوسری نظم ہے جو اس کامیابی کے ساتھ لکھی گئی ہے گویا اس کے موضوع کیلئے مسدس سے بہتر شعری ہیئت ممکن نہیں ہے۔ اس کے دونوں حصوں میں تقریباً گیارہ بارہ سو بند یا تین سات ہے، تین ہزار اشعار ہیں۔ یہ سب بہ اعتبار معنی و فن ایک دوسرے سے ایسے مربوط ہیں کہ روانی اور تسلسل میں کہیں کوئی فرق نہیں آیا۔ صحت واقعات اور تاریخی ربط کے اعتبار سے اسے منظوم سیرت النبی کا نام دیں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ ہر واقعہ اور ہر خیال کے سلسلے میں شاعر نے قرآن وحدیث اور سیر و تواریخ کے مستند ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔ شاعرانہ نادر الکلامی کی مثال واضح طور پر اسطرح ان کی اس نظم میں ملتی ہے کہ آیات قرآنی و احادیث نبوی احادیث نبوی اور اقوال صحابہ کرام کے ساتھ ہی نظم کی خوبصورتی قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسطرح کہ نفس مضمون کی صحت و نزاکت کہیں مجروح

نہیں ہونے پائی ہے اس کی مثال اس نظم و آفتاب رسالت کے چند اشعار میں ملتی ہے۔

ناگاہ جحو زیست کے طوفان اتر گئے

لیلائے شب کے گیسوئے برہم سنور گئے

پھولوں کے چہرے موجِ صبا سے نکھر گئے

دل کے سبو شرابِ مسرّت سے بھر گئے

ابرِ سیاہ مطلعِ عالم سے چھٹ گیا

ظلمت شکست کھا گئی پانسا پلٹ گیا

اس نظم کے مطالعہ کے بعد جو نکات ذہن میں آتے ہیں وہ اسطرح کہ "فخر کونین" میں فنی مہارت، بالغ نظری جمالیاتی احساس و ادراک روایات کا پاس، مشاہدات وتجربات کا تنوّع موجود ہے۔ لیکن ان کے برعکس سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اس نعتیہ نظم میں " اردو نعت کے جدید رجحانات " ملتے ہیں چونکہ موجودہ دور کی نعتیہ شاعری ندرتِ خیال وفکر کی شاعری ہے جو عموماً نعت کے موضوع کو اہم بنانے میں اپنے اس رجحان کی وجہ سے معاونت کرتی ہے کہ شاعر نے اگر اس موضوع کو ہاتھ لگایا ہے تو اس میں جذباتی صداقت لگاؤ، عقیدہ و اخلاص کہاں تک شامل ہے اور اس فن کی عظمت بھی یہی ہے کیا کہنے والا جب تک خود اپنے جذبوں، تجربات اور موضوع سے متاثر نہ ہوگا وہ اپنے کلام سے دوسروں کو متاثر نہیں کرسکتا۔ چونکہ اسی رجحان کی شاعری و ادب اپنی جگہ ایک فعال حثیت ہے اسی کے ذریعے ایک پیغام اور فکر و عمل کی ترغیب ملتی ہے جوکہ صحیح معنوں میں مسلمانان قوم کیلئے مشعل راہ کا کام دیتی ہے اس انداز فکر کا پرتو اس نظم کے آخری اشعار میں جھلکتا ہے۔

باطل کا راہ صدق وصفا میں گذر کہاں

نا اہل کو مقام نبی کی خبر کہاں

اخلاص کے بغیر سخن میں اثر کہاں

ہو دل ہی بے بصر تو مذاقِ نظر کہاں

درکار ہے کمال صفا اس مقام پر
ہے جنبش نظر بھی خطا اس مقام پر

نظروں سے چومتا ہوں مدینے کے بام و در
کرتا ہوں پھر ثنائے شہنشاہ بحر و بر

بہرحال اس نظم کا موضوع جتنا اہم ہے اس سے کہ اتنا ہی اس کا طرز تحریر بھی اسلوب کے لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔

" چادر رحمت "

منیر قصوری کا یہ مجموعہ نعت " چادر رحمت " کے نام سے 1983ء 1403ھ میں شائع ہوا ہے ۔ یہ نعتیہ مجموعہ 160 صفحات پر مشتمل ہے اس کے آغاز میں منیر قصوری نے یارب کے عنوان سے نعت پیش کی ہے اس میں حمد ہی میں نعت کا رجحان کارفرما ہے گوکہ اس رجحان کو مصنف کا انفرادی رجحان تو نہیں کہا جا سکتا چونکہ دور جدید میں اکثر اس قسم کی نعتیں ملتی ہیں جن میں حمد و نعت ایک ہی نظم یا نعتیہ غزل میں نظر آتی ہیں ۔

اس رنگ و رخ کی ایک جھلک اس شعر میں موجود ہے۔

جمالِ روضہ سرکار سے محروم ہوں یارب
ابھی تک دیدہ بیدار سے محروم ہوں یارب

ایک طرف "چادرِ رحمت" میں منیر قصوری کی نعتیہ شاعری دور جدید کے افکار و رجحانات کی نشان دہی کرتی ہے کہ اس میں حیات و حیات کا مقصود و مرکز نگاہ احمد مختار کو سمجھا اور جانا گیا ہے اور اپنی شاعری کیلئے ندرت اور سطوت اور تکلم کی رفعت اور بیداری آپ ہی کے درِ رحمت سے طلب کی ہے اور حقیقتاً ان کے چند اشعار اس رجحان کے ترجمان ہیں ۔ ؎

قلم سے حرف گہر بار چاہتا ہوں میں
کہ مدح سیّد ابرار چاہتا ہوں میں

******

مری حیات کا مقصود اور کچھ بھی نہیں
نگاہِ احمد مختار چاہتا ہوں

اس کے بعد مصنّف کا ایک اور شعر اس کیفیت کا آئنہ دار ہے کہ بات تو انہوں نے اپنے اوپر رکھکر کہی ہے لیکن انہوں نے انسانی حیات کی تشریح کی ہے کہ گنہ اور عیوب اور برائی کی ایسی دلدل انسان کے ارد گرد ہے کہ اس سے فرار کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی سوائے حضور آخرالزماں کے درِ اقدس کے زیر سایہ پناہ لینے کی مثال اس شعر میں ملتی ہے ؎

گنہ کی دھوپ مرے جسم وجاں جھلتی ہے
حضور سایہ دیوار چاہتا ہوں میں

دوسری جانب ان کی نعتیہ شاعری کا رشتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عشق وعقیدت سے بھی ان کی شاعری کے کسی بھی موڑ پر منقطع ہوتا نظر نہیں آتا بلکہ فاضل مصنّف کا یہ عشق بام عروج پر نظر آتا ہے اور ایک طرف سے روایتی انداز ہے اور دینی احساس میں اس جذبے کو ظاہر کرتا ہے ۔ ہاں جہاں تک الفاظ ، مفہوم اور فنّی حیثیت کا تعلق ہے تو ان سب میں خیال کی ندرت اور جدید تخلیقی شعور موجود ہے ۔ اور اس نعتیہ مجموعے "چادر رحمت" میں نعتیہ فکر اپنی جگہ ایک معیار پر ضرور دکھائی دیتی ہے ۔ اس دور میں بھی بعض مقامات پر نعتیہ شاعری روایتی انداز پر کاربند ہے ۔

لیکن اس کے برعکس منیر قصوری نے اس روایت کو اپنی نعتیہ شاعری میں متعدد مقامات پر بہت خوبی سے توڑا ہے اس کی مثالیں اشعار میں نظر آتی ہیں ۔

زوالِ ملّت بیضا پہ آبدیدہ ہوں
اسے وہ پہلی سی عظمت نصیب ہو جائے

اس قسم کی نعتیہ شاعری دورِ جدید کی نعتیہ شاعری کیلئے روشن مستقبل کی دلیل اور ضمانت کا پیش خیمہ بھی ہے اور کلیۃً اور استمرارًا بھی ۔ بالآخر " چادرِ رحمت " کا یہ جائزہ بھی یہی ظاہر کرتا ہے ۔

" فیضانِ نظر "

عبدالشکور روکش کا یہ مجموعہ نعت " فیضانِ نظر " کے نام سے پہلی مرتبہ 1984ء میں اشاعت پزیر ہوا ۔ " فیضانِ نظر " کے جائزے کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ مکمل مجموعہ نعت نہیں ہے ۔ اس کتاب کے آغاز میں ایک طویل فہرست مختلف نوع تخلیقات کی درج کی گئی ہے جس میں شروع میں صرف انتیس (29) نعتیں مختلف عنوانات کے تحت شامل کتاب کی گئی ہیں ان میں دو نعتیں سلام کے ذیل میں ہیں ۔

اس کتاب کا باقی ماندہ حصہ منقبتوں اور غزلیات پر مشتمل ہے اور آخر میں حج و زیارت کے عنوان سے چند تخلیقات نظر آتی ہیں ۔

تمام کتاب میں صرف انتیس (29) نعتیں ہیں ۔ دورِ قدیم کی اکثر کتب کی طرح خواہ ان کا تعلق نعتیہ کتب سے ہو یا عام شاعری کے مجموعوں سے آغاز میں حمدیہ تخلیقات کو جسطرح پیش پیش رکھا جاتا تھا کچھ یہی صورتحال " فیضانِ نظر " میں ملتی ہے اس کی ابتداء بھی چار حمدیہ نگارشات ہیں ۔ ان میں بعض مقامات پر چیدہ چیدہ اشعار نعت کے بھی ملتے ہیں ۔

تاہم " فیضانِ نظر " کی نعتیہ شاعری سے جو نقطۂ نگاہ برآمد ہوتا ہے وہ کچھ اس اس نوعیت کا ہے کہ ایک طرف تو اس نعتیہ شاعری میں وہی

ہجر و وصال یعنی عشق محمدی سے سرشار فکر ہے جس کو غالباً ہر مسلمان اپنی حیات و کائنات کا منبع و مخزن تصور کرتا ہے۔ یہ بھی فکر اس مجموعے کی نعتیہ شاعری کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس فکر کے لحاظ سے شکور شاعری کیلئے یہ اول درجے کی چیز محسوس ہوتی ہے لیکن قدیم طرز کی شاعری بھی اسی رجحان پر زیادہ تر غالب ہے۔ چنانچہ "فیضان نظر" کی ان انتیس[29] نعتوں کے مکمل جائزے میں اردو نعت کے جدید رجحانات کا اندازہ کسی مقام پر نہیں ہوتا۔ جبکہ اشعار میں الفاظ کے استعمال تشبیہات اور استعارات میں بھی وہی قدیم روش نظر آتی ہے جس کا اعادہ پرانی طرز کی نعتیہ شاعری میں ہوتا رہا ہے۔

یہ ضرور ہے کہ ان نعتوں میں پاکیزگی، فکر خلوص و نیک نیتی اور عشق کی سچائی ہے۔ اس مجموعے کی تمام نعتیں عشق کی سرشاری اور سرمستی کا کامل نمونہ ہیں۔ اور صرف یہ ہی رجحان ان میں دل آویز ہے۔

اس کے علاوہ کوئی قابل توجہ نکتہ اس نعتیہ شاعری کے جائزے میں نہیں ملتا۔

اس دل آویز رجحان کی مثالیں چند اشعار میں موجود ہیں۔

آپ کے در کا ایک گدا ہوں
عشق کی اک معصوم ادا ہوں
ہجر کی اک مفہوم صدا ہوں
سب میں ہوں شامل سب سے جدا ہوں

واہ وہ آنکھ جو رو رو کے ترے غم میں جئے
آنکھ وہ کیا جو جدائی میں گہر بار نہیں
کاش اے دل درِ آقا پہ میسر ہو وصال
ایک ارمان ہے اپنا کوئی دو چار نہیں

" م ص "

ندا خالدی کا یہ نعتیہ مجموعہ " م ص " کے نام سے 1404 ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا ۔ اس نعتیہ مجموعے کی ترتیب کچھ اسطرح کی نوعیت کی حامل ہے کہ انتساب اور عرضِ حال تو خود ندا خالدی کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے حسب دستور ان حضرات کو اظہار تشکر کی نگاہ سے دیکھا ہے جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل وتیاری میں مصنف موصوف کا ساتھ دیا اور قدم قدم پر تعاون کیا اس کے بعد عزیز صابری نے گذارش مرتّب کے عنوان سے مضمون لکھکر اس نعتیہ مجموعے م ص . 15 پر چھپاں کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ارشادات عالیہ ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی " حرف خیاں " ڈاکٹر ابو لیث صدیقی . ایک نظر انسر صدیقی م ص پر تبصرہ ڈاکٹر وفا راشدی امروہی یا محمد ہوشیار کے عنوان سے اس کتاب پر مضمون وزیر پانی پتی ۔ شذرات ۔ عزیز صابری اور مقدّمہ ڈاکٹر ارشاد الحق ندوسی کا تحریر کردہ ہے ۔ تاہم مقدمے کے مصنف نے اردو کی نعتیہ شاعری پر بہ نظر غائر روشنی ڈالی ہے اور نعت کی ابتداء سے لیکر انتہا تک کے تمام پہلوؤں کی وضاحت بہت عمدگی سے کی ہے اس کے علاوہ پاکستان سے قبل جس قسم کی نعتیہ شاعری لکھی گئی اور پاکستان کے بعد جو جدید رجحانات نعت میں ظہور پزیر ہوئے اسکی عکاسی بہ بخوبی کی ہے اور اس پر آشوب دور میں نعت کا سب سے اہم پہلو اور کردار یہ ہے کہ اُمّت مسلمہ کو ان مقامات کی یاد دہانی کرائے جس کی تلقین حضور اقدس کی سیرت مبارکہ کے ذریعے قدم قدم پر ہوتی ہے ۔ گویا انسانیت کی جلا و بقا اسی میں ہے کہ وہ سیرت حضور سرور کائنات کے تمام گوشوں پر غور کرے اور ان پر عمل کرے ۔ مصنّف نے مقدمے میں ان خیالات کی بھی نشان دہی کی ہے جن کا ذکر ابھی کیا گیا ہے ۔ اور مختلف زبانوں کی نعتیہ شاعری کی مثالیں بھی اسی میں شامل ہیں ۔

لیکن جہاں تک اس نعتیہ مجموعے " م ص " کا تعلق ہے تو مقدمے کے مصنف کے بیان کے مطابق ایک طرف ندا خالدی کی شاعرانہ عظمت اور

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت اور محبت کی عکاسی ان کی نعت کی ہر صنف خواہ غزل ہو یا نظم اس کتاب میں ہر مقام پر نظر آتی ہے تو گویا مقدمہ نگار نے بھی کہا ہے کہ یہ نعتیہ مجموعہ صرف محبتوں اور عقیدتوں پر منحصر نعتیہ شاعری کا آئینہ دار ہے۔ اور کہا اس کے ہر ہر شعر میں عشق رسول رسول کا جذبہ اور اخلاصِ فکر موجود ہے۔ مقدّمہ نگار نے اسی اخلاصِ فکر اور عشقِ رسولِ کائنات کی تشریح میں حوالے کے طور پر ذیل کا شعر دیا ہے۔

کلیجے سے لگا رکھا ہے غم میں نے شہہ دیں کا
کہ اس غم میں حیات دائمی محسوس ہوتی ہے

یہ تو تھا اس مجموعے کے بارے میں مقدمہ نگار کا فیصلہ۔ لیکن اس کے برعکس زیر نظر مجموعے کی نعتیہ شاعری جسکی بیشتر نعتیں تو واقعی خالصتاً عشق رسول اور عقیدت ومحبت کے بے پناہ جذبات کی عکاسی کرتی ہیں۔اس طرح اگر اس مجموعے کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت ہے کہ یہ شاعری نعت کے قدیم رجحان کی صف میں شمار کئے جانے کے قابل ہے اور اس رجحان کے پیشِ نظر کلام میں صفائی اور برجستگی اور بالخصوص فکر کی ہمہ گیری گیری اور آپؐ کی ذات اقدس سے محبت اور عشق کی تڑپ "ح ص" کی نعتوں کے نمایاں پہلو ہیں لیکن یہ صرف اس نعتیہ شاعری نصف جائزے کے ضمن میں بات کہی جاسکتی ہے۔ ابھی توجہ طلب اس نعتیہ مجموعہ "ح ص" کا مکمل جائزہ ہے۔ تو اولاً نعتیہ شاعری کی جو بھی صنف سخن اس مجموعے میں نظر آتی ہے اسکی سب سے اہم کیفیت تو عشق رسولؐ کی ہمہ گیری اور سرشاری سے مرتّب ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ جو رباعیات ، نظمیں ، قصائد اور سلام اس میں شامل ہیں۔ ان کا زیادہ تر تاثر اردو نعت کے جدید رجحانات کی عکاسی کرتا ہے۔ گوکہ یہ نقطہ قابل غور بھی ہے اور لائق تحسین بھی اس مقام پر مصنّف کی نعتیہ فکر اچانک اس انقلاب اور تغیر سے آشنا ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جو اس دور کی نعت کا اصل موضوع اور محور ہے۔ اور جسکی اس دور کو ضرورت ہے۔ اس کی مثال ندا خالدی کی چند نعتیہ رباعیات کے اشعار میں موجود ہے۔

آفات کے پھندوں سے نکل جاتا ہے
گرتا ہوا انسان سنبھل جاتا ہے
آجائے اگر نامِ محمدؐ لب پر
طوفان بلا کا رُخ بدل جاتا ہے

رباعیات کے علاوہ بالخصوص ندا خالدی کی جو نظمیں مختلف عنوانات کے تحت اس نعتیہ مجموعے "م ص" میں شامل ہیں گوکہ ان میں روایتی انداز کی عقیدت اور حسن وعشق کے فلسفے کی کافی حد تک فراوانی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان نظموں کو دور جدید کی تخلیق کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان میں شعریت بھی ہے اور فکری انگیزی بھی ہے۔ اس قسم کے رجحان کی ترجمانی ان نظموں کے چند اشعار سے ہوتی ہے۔ نظم اس عنوان کے تحت ہے۔
"صبح ولادت نبیؐ مکرم" کے ~~عنوان سے ہے~~۔

وہ پو پھٹی وہ نورِ خدا کا ہو ظہور
بدلا شب سیاہ کا انداز پُر غرور

اے لو وہ آسمان سے برسا زمیں پہ نور
پائی ہر ایک ذرے نے شان چراغِ طور

اک صبح پر بہار ضیا بار ہوگئی
دنیا تمام نیند سے بیدار ہوگئی

یہ صبح لے کے آئی ہے وہ نورِ انقلاب
جسکی کوئی نظیر نہ جسکا کوئی جواب

یہ ایک اور نظم "سید المرسلین" ہے اس کے اشعار سے بھی اردو نعت کے جدید رجحانات کی نشان دہی ہوتی ہے۔

نورِ حق الیقین
رشکِ ماہِ جبیں
شاہ دنیا دیں
سیدّ المرسلین سیدّ المرسلین

فخر کون و مکاں
حاصل دو جہاں
رہبر ہر زماں

سید المرسلیں سید المرسلیں

اور خاص طور سے اس نظم کا یہ حصہ عصر حاضر کی پریشان حال کی ترجمانی کرتا ہے جو آج کی نعت کا تقاضہ ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر انسانیت کی بقا اور فروغ کیلئے لکھا گیا ہے۔ ؎

چھا گئی تیرگی
تشنگ ہیں امتی
جا چھپی روشنی

سید المرسلیں سید المرسلیں

اُمتہ ہے تو ا
غم میں ہے مبتلا
کیجئے حق سے دعا

سید المرسلیں سید المرسلیں

جیساکہ اس نعتیہ مجموعے " م ص " کے جائزے کے تذکرے میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کی نعتیہ شاعری کے حصۂ نظم میں بھی مکمل طور پر اردو نعت کے جدید رجحانات کی عکاسی نہیں ملتی بلکہ یہ نعتیہ مجموعہ نعت کے قدیم رجحان کو ہی ظاہر کرتا ہے۔

"ثنائے خواجہ کونین"

درد اسعدی کا مرتب کردہ یہ نعتیہ مجموعہ ثنائے 'خواجہ کونین' کے نام سے انتخاب کی شکل میں پہلی مرتبہ 1404ھ میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کی ترتیب و تیاری میں جزبہ و لگن پہلی چیز ہے لیکن اس کاوش میں عصر حاضر کے جدید رجحانات کے نعتیہ کلام کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں خصوصاً شہر حیدرآباد سندھ کے شعرا و شاعرات کے نعتیہ کلام کے حوالے ملتے

ہیں ۔ لیکن اس کے برعکس اس کلام کے جائزے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اشعار کی تخلیق و ترکیب کسی معیاری اور نئے پن کی نشان دہی نہیں کرتی۔ اظہار میں روئیے اور لہجہ کی قدامت موجود ہے۔

مثلاً محسن علی شاہ کا یہ شعر اس کا تعلق جدید رجحان سے ہے لیکن اس کا تخلیقی رجحان قدیم محسوس ہوتا ہے۔ ؎

ہوا شیدا جو محبوب خدا کا
وہ پیکر بن گیا نُور و ضیا کا

اس دائرے میں ایک اور شعر بھی ہے۔ ؎

ممکن نہیں کہ اور کہیں مل سکے مثال
جیسا کمال صاحب شق القمر میں ہے

یہی وہ خیال ہے جس کو قدیم انداز کی نعتیہ شاعری میں بھی بارہا پیش کیا گیا ہے۔ اسی نوعیت کے کافی حد تک اشعار اس نعتیہ مجموعے میں نظر آتے ہیں جن میں کسی قسم کی ندرت و تازگی نہیں ہے۔ اسکی مثال چند اشعار میں ملتی ہے۔ ؎

محمد خیالوں میں آجا رہے ہیں
کرم قلب مضطر پہ فرما رہے ہیں

ہمیں روزِ محشر کا کچھ غم نہیں ہے
نبیؐ کی شفاعت پہ اِترا رہے ہیں

اس کے علاوہ اس نعتیہ انتخاب میں چند نعتیں ایسی ضرور ہیں جنکی اپنے مقام پر علمی و فنی حثیت ہے ان میں حنیف اسدی کی نعتیں ہیں جن سے جدید رجحان نکلتا ہے۔

منشور زندگی ہو کہ دستور بندگی
عنوان ہیں آپ ہی تو ہر اک سرنوشت کا

اگر ہے ان سے محبت تو حکم بھی مانو
امید ان کو یہ اپنے امسید وار سے ہے

ارتضا عزمی کی نعتیں جو غزل کے رنگ میں ہیں وہ بھی اس کتاب "ثنائے خواجہ کونین" میں شامل کی گئی ہیں ان کا فنی تاثر مجموعی طور پر عشق رسول کی سر شاری پر مبنی ہے مثلاً یہ

وہ سامنے روضہ ہے رسول مدنی کا
اے دورد کبھی وقت ہے درماں طلبی کا

یہ ساقی کوثر کی عنایت ہے کہ مجھکو
دنیا میں کوئی غم نہ رہا تشنہ لبی کا

جہاں تک اس نعتیہ انتخاب کے جائزے کا تعلق ہے تو نئی نسل کی نعت گوئی کیلئے یہ ایک اچھی اور کار آمد کاوش ہے۔

اس کیلئے مصنف نے جس محنت اور جذبے سے کام کیا ہے ان کا یہ کارنامہ لائق تحسین ہے رہا اس مجموعے میں شامل نعتیہ اشعار کا تعلق تو جدید عصری آگہی اور تبدل و تغیر جو اس دور کی نعتیہ شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس کی کمی اس مجموعے کی نعتوں میں سر فہرست نظر آتی ہے۔

"سیدنا"

سلیم گیلانی کا یہ نعتیہ مجموعہ "سیدنا" کے نام سے پہلی مرتبہ مارچ 1987ء میں اشاعت پزیر ہوا۔ اس کتاب کے آغاز میں مختلف علمی و ادبی ادبی شخصیتوں کی آراء ہیں جو اس کتاب کی نعتیہ شاعری کے بارے میں پیش کی گئی ہیں۔ ان میں قابل ذکر حضرات یہ ہیں۔ احمد ندیم قاسمی۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔ پروفیسر مرزا محمد منور۔ ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال اس کتاب کا مقدمہ مشفق خواجہ کا تحریر کردہ ہے تاہم پیشوائی کے عنوان سے جو مضمون اس کتاب کے آغاز میں ہی حفیظ تائب نے تحریر کیا ہے۔ وہ اس کتاب

کی نعتیہ شاعری کے بارے میں بڑا رتبہ اور علمی حیثیت کا حامل ہے۔ مثلاً اس مضمون کی چند ایسی ایسی سطریں پیش نظر ہیں ان سے اس قسم کے خیالات کی عکاسی ہوتی ہے جو بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

مثلاً :۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض نبوت زمان و مکاں
کی قیود سے آزاد ہیں۔ تمام آئندہ نسلیں بھی ان سے
بہرہ مند ہوتی رہیں گی۔ کائنات کا تمام حُسن و خیر آپ
کی عطا ہے عرفان ذات کی منزلیں آپ ہی کے دم قدم سے
روشن ہوئیں اور روشن رہیں گی۔

سلیم گیلانی کی جہانتک نعتیہ شاعری کا تعلق ہے تو اس میں ان موضوعات کو اپنی شاعری میں اسطرح شامل کیا ہے کہ یہ رویّہ اور یہ احساس بالکل منفرد نظر آتا ہے۔ ان کی نعت میں وہ سب موجود ہے جو اعلیٰ درجے کی نعت کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے ایک نعت کے چند شعر اس خیال کی ترجمانی کرتے ہیں۔

خورشید اُبھرتے ہیں ہر اک نقشِ قدم سے
آئینہ ادراک ہے تمثیل ترے دَم سے

تو وہ ہے کہ ہم کو تری عظمت کی شہادت
قرآن سے ملتی ہے کبھی لوح و قلم سے

قدیم طرز نگارش کی نعت کی طرح "سیدّنا" کی نعتیہ شاعری بھی اظہار کی عقیدت ، انکساری ، وابستگی اور مدّعا سے محروم نہیں ہے لیکن اس میں تشکیل کا دائرہ مختلف ہے جس کے زمرے میں سیرت رسول کریم کے ذریعے عقل انسانی کے فروغ و ارتقا کیلئے اس معلم اعظم کی تعلیم و تربیت کے بے شمار پہلو بڑے اعتماد اور وثوق کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ ان نظریات کی آئینہ داری گویا "اردو نعت کے جدید رجحانات" کی پیروی ہے اس خیال کی عکاسی سیدّنا سے ماخوذ چند شعروں پر محیط ہے۔

اس محسن عالم کی عطا سب کیلئے ہے
خورشید رسالت کی ضیا سب کیلئے ہے

ظلمت سرائے شب میں سحر آپ لائے ہیں
دنیا میں حسنِ فکر و نظر آپ لائے ہیں

سلیم گیلانی کی نعتیہ شاعری میں ایک اور جاذب توجہ پہلو یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات کی طرف بڑی خوبصورتی سے اشارے کئے ہیں جن سے تعلیمات محمدی کے اثرات واضح ہوتے ہیں - یہ مُرقّع نگاری شاعری کے ذریعے پیش کی گئی ہے- شاعری کو تاریخ نگاری بنانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے- جب مرقّع نگاری کا ذکر آتا ہے تو ذہن خود بخود شمائل نبیؐ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو نعت کا ایک مستقل موضوع ہے- عصرِ حاضر اور قدیم دونوں میں آنحضرت کے ظاہری جمال کے حوالے سے اردو میں بےمثال شعر لکھے گئے ہیں -

اس کی مثال اس خیال سے اخذ کی جاسکتی ہے جیسے یہ معجزہ شعرائے نعت کا محبوب ترین موضوع رہا ہے جس کے مطابق جسم اقدس کا سایہ نہ تھا - قدیم دور کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو شعرائے اردو میں امیر مینائی نے اس معجزہ کو اظہار کا ذریعہ بنا کر بہت خوبصورت شعر کہے ہیں-

لیکن موجودہ دور کے حوالے سے اس خیال کے بموجب کہنا بہت مشکل تھا کہ اس موضوع پر کوئی نئے رجحان کا مضمون پیدا ہوسکے گا یا نہیں ! لیکن سلیم گیلانی کی نعت اس موضوع پر بھی جدید رجحان کی عکاسی میں کامیاب رہی ہے ؎

کہیں وہ رنگ عطا کا نظر نہیں آتا
جہاں میں کوئی نبی سا نظر نہیں آتا

وہ رحمتیں ہیں کہ عالم تمام دستِ سوال

وہ رحمتیں ہیں کہ عالم تمام دستِ سوال
وہ روشنی ہے کہ سایا نظر نہیں آتا

مختصر یہ کہ "سیدنا" کی نعتیہ شاعری شعور ذات کی حقیقت سے آشنا فکر کے ساتھ عقیدتوں اور محبتوں کا حسین رنگ و رُخ پیش کرتی ہے۔

اس میں غزل کی کشش وجاذبیت قصیدے کا شکوہ۔ گیت کا ترنم اور نظم کی ... سے بھر پور تاثر بڑی باقاعدگی سے نظر آتا ہے۔ گویا سیدنا کے جائزہ سے یہ لفظ برآمد ہوتا ہے کہ ہر طرح کے شعری رویئے اور ... میں اردو نعت کے جدید رجحان کو ہی اظہار کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔

"مدحت خیر البشر"

راغب مراد آبادی کی کتاب "مدحت خیر البشر" کے نام سے ماہِ ربیع الاول 1399ھ فروری 1979ء میں شائع ہوئی اس کتاب کا شعری رجحان نعت کے جدید طرز میں اضافہ سمجھے جانے کے لائق ہے۔ چونکہ اس میں جس رجحان کی عکاسی کی گئی ہے وہ غالب کی زمینوں میں نعت لکھنا ہے۔ اس کتاب کے شاعر نے مرزا غالب کی زمینوں میں تریسٹھ نعتیں اس کتاب میں شامل کی ہیں ان نعتوں کے جائزے سے یہ نکتہ برآمد ہوتا ہے کہ اوّلاً نعت کی صنف مشکل کام ہے تاہم مرزا غالب کے انداز میں نعت کہنا بالخصوص اور مشکل نظر آتا ہے۔

مدحت خیر البشر کی تمام نعتوں میں بے پناہ عقیدت کے احساسات اور جذبے ملتے ہیں۔

اس کتاب کی چند نعتوں کے اشعار سے یہ رجحان بہ خوبی واضح ہے۔

اس کی نظر تھی محرمِ اَسرار دو جہاں
وہ رازدار عالم غیب و شہود تھا

دشمنانِ سنگ دل کا بھی رہا اکثر قیام
خانۂ بدرالدجیٰ کا بند کب دروازہ تھا

مجھے آپ کی شفاعت پہ یقین ہے ورنہ آتا
میں نجاتِ آخرت کا نہ امید وار ہوتا

نعت کے معاملے میں جو بصیرت اور مزاولت درکار ہوتی ہے اس کے لئے قلب کی پاکیزگی اور سرورِ کائنات سے بے پناہ عقیدت درکار ہے۔ اس نعتیہ مجموعہ کے ایک شعر سے اس عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ ؎

مثلاً:۔

میں کہ اے راغبؔ انہیں کا ہوں غلامِ کمترین
اُن کے قدموں سے لپٹ جاؤں تو ٹھکرائیں کیا

ایک اور اہم بات جو ان نعتوں کا نمایاں وصف ہے ان میں جو زبان اظہارِ مطالب کیلئے اختیار کی گئی ہے۔ اس سے مفہوم کا حق پورے طور پر ادا ہوتا ہے۔ اس کے تحت لفظوں کی مداح جو تناسی میں بڑے درک کا اندازہ ہوتا ہے۔

راغب مراد آبادی سے قبل غالب ہی کی زمینوں میں ساجد اسدی صاحب نے مرزا غالب کی تمام غزلوں پر نعتیں کہی ہیں۔ یہ ان کا انفرادی رجحان ہے۔ لیکن "مدحت خیرالبشر" کی نعتوں میں جو بلیغ ترکیبیں سامنے آتی ہیں ان کو دیکھکر یہ خیال آتا ہے کہ غالب کے فیض نے راغب کی نعتوں میں اپنی راہ بنائی ہے۔ مثلاً ؎

آگئے خُلدِ رسالت میں سفر ختم ہوا
کشتیٔ شوق کا لنگر سرِ ساحل باندھا

خُلدِ رسالت کی ترکیب میں ہمارا دور اور ہر آنے والا دور سمٹ آیا ہے۔ جسطرح کہ عبداللہ علیم نے حضور کے بارے میں کہا ہے۔ ؎

وہ آخری آدمی خدا کا ۔

موجودہ دور میں نعتیہ شاعری میں اس قسم کے جدید رجحانات ملتے ہیں جسکی ترجمانی علیم کا یہ مصرعہ بڑی کامیابی سے کرتا ہے۔ اور اسکی وضاحت یہ ہے کہ اب خدا کے اس آخری آدمی کا عہد ہے جس کا دامن روز محشر سے بندھا ہوا ہے۔ وہ آخری آدمی جو برزخ کبریٰ ہے۔ انسان اور خدا کے درمیان وہ عرش و فرش کے درمیان وسیلہ ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی تقدیر کا دوسرا نام ہے ۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہی تقدیر کائنات ہے۔

مثلاً وہ اک انسان تھا انسان کی تقدیر بھی تھا
موسّل فرش نشیں، عرش کی توقیر بھی تھا

اور یہ حقیقت ہے کہ وہ انسان کی تقدیر ہیں ان کی حیات کا کوئی لمحہ اور کوئی معجزہ ایسا نہیں ہے جس کا رشتہ اور علاقہ عالم انسانیت سے نہ ہو۔ مثلاً معراج مصطفیٰ کے پہلو کو کتنے مقامات پر اقبال نے نہایت بلیغ انداز میں پیش کیا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفٰے سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زَد میں ہے گردوں

راغب صاحب نے معراج کی حقیقت کو غزل کی زبان کے رجحان کے تحت استعارے میں پیش کیا ہے۔ وہ جنبش زنجیر در جو معراج کی شب پیدا ہوئی تھی وہ آج بھی اسی طرح ہے اس کی مثال اس شعر میں مرکوز ہے۔

ہے وہ جنبش زنجیر در اُب تک کہ جو تھی
شب معراج نبی ختم سفر ہونے تک

غزل کی ایمائیت اور رمزیت کے سہارے اس مجموعے کے بعض اشعار میں کسی مضمون کے کتنے ہی پہلو سمیٹے جانے کا انداز پایا جاتا ہے ان میں ایسے اشعار بھی ہیں جن میں موجود عہد سے لیکر کئی صدیوں کے آثار و شواہد کے نور کا انعکاس جھلکتا ہے ۔ مثلاً اس کی مثال یہ شعر ہے۔

روضہ احمد مرسل پہ نظر آتا ہے
اس کی رحمت کا ہم آغوش دعا ہوجانا

مدحت خیرالبشر میں ایک تو نعتوں پر غالب کے اثرات ہیں ۔ اسکے علاوہ یہ نعتیں سیرت کے حوالے سے اخلاقی مضامین کو بھی سلیقے سے غزل کے لہجے میں بعض بعض مقامات پر پیش کرتی ہیں ۔

"دارین"

احسان دانش کی طویل نعتیہ نظم مسدس کے انداز میں ہے۔ پہلی مرتبہ نظم "دارین" کے نام سے 1974 ۔ 1394 ھ میں شائع ہوئی ہے۔

"دارین" کی نعتیہ شاعری "اردو نعت کے جدید رجحانات" کو پیش کرتی ہے۔ اسکے تمام اشعار پرتاثیر ہیں ۔ اس میں الفاظ کا استعمال بھی جدید طرز سے عبارت ہے۔ اس کیلئے اچھی اور نادر تشبیہات اور استعارات سے کام لیا گیا ہے۔

اس نظم میں اسقدر اثر اور دلکشی ہے جو دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس نظم کا تمام تر متن حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی تلقین پر منحصر ہے۔ اس پیروی سے موجودہ دور محروم ہے اور آج کا انسان یہ سمجھنے سے غالباً قاصر ہے کہ حیات انسانی میں جو یہ اعلیٰ پیمانے کی سائنسی علمی وفنی ترقی نصیب ہے وہ کس کے علم و دانش کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ اس نظم کی تشکیل ہر قدم پر ہمیں باور کراتی ہے کہ تمام دنیا اسی کے علم و دانش سے مستنیر ہے۔ جو ہمارا ہادی بھی ہے اور رہبر بھی۔

اس کی مثال اس نظم کے چند اشعار میں ملتی ہے۔ ؎

تیرا بیاں لطیف ترا قول معتبر
پست و بلند ہر دو جہاں پرتری نظر
تیرا شعور و فکر ہے میزانِ خیروشر
تو آخری رسول ہے یا سیّد البشر

محراب سجدہ گاہ کو اکب ہے در ترا
جبریل خوش مثال ہے پیغام بر ترا

احسان دانش کی اس نظم کے نعتیہ اشعار جہاں ایک واردات قلبی کی کیفیات سے سرشار نظر آتے ہیں اس کے ساتھ گہر احساس و جذبے کی بھی ان میں کمی نہیں ہے۔ اس کے اشعار میں احساس سے عاری کوئی بات نہیں ہے۔

غالباً یہ درست ہے کہ مسدّس حالی بیسوی[30] صدی کی وہ پہلی نظم مانی گئی ہے جس نے اردو کی نعتیہ شاعری کی نہج اور رجحان کو بولا ہے۔

لیکن اس نظم "دارہن" کے اشعار میں جو رجحان ملتا ہے وہ مسلم قوم کے اندازِ نظر کو بدلنے کیلئے کافی ہے۔ مسلمان معاشرے کیلئے اس میں صداقت آمیز پیغام موجود ہے یہ اسی پیغام کی عکاسی ہے جس کا تعین حضور اقدس نے امت مسلمہ کیلئے بالخصوص اور عام معاشرے کیلئے بالعموم فرمایا گویا یہ موجودہ معاشرے کو سنوارنے اور سیدھا و گہرا رستہ دکھانے کی شعوری کوشش ہے۔ اگر اس ضمن میں غور فکر سے کام لیا جائے تو اس کے ذریعے آج بھی انسانی ذ ذہن میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ اس روئیے کے نقوش دیرپا ہوسکتے ہیں۔

اسی نظم "دارہن" کی تخلیق کا ایک مطمع نظر اور بھی ہے کہ وہ علم اوّل جو حضرت آدم کی معرفت خدا نے انسان اور صرف انسان کو عطا کیا غور کیا جائے تو " وحی تا اقراء " اسی علم اوّل کے استعارے کی باز گشت ہے۔ انہی خیالات کا اظہار اس نظم کے اشعار میں ملتا ہے۔ اسکے علاوہ ان میں دوسرا واضح نقطہ نگاہ یہ ہے کہ انسان بشریت کے اس مقام تک پہنچنے کیلئے وہ کوشش کرے جو " عبدیت " کا منتہا ہے۔ اور موجودہ معاشرہ حضور اقدس کے نقش قدم پر اپنے آپ کو قائم رکھکر ذلّت وپستی ، گمراہی اور نا انصافی جیسے گرداب سے بچ سکتا۔ ہے

اس نظم کے آغاز میں حضور پرنور کی تعریف کا حق بہ خوبی ادا کیا گیا ہے لیکن اسی نظم کے آخری حصے میں اس دور کے انسان کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور یہ تنقید بڑی کھری اور صاف ہے۔ اس میں بار بار یہ

جتانے اور باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان ہونے کے ناطے اس کے فرائض و حقوق معاشرے اور قوم کیلئے کیا ہیں۔

ان خیالات پر روشنی اس نظم کے چند اشعار کے ذریعے ڈالی ہے۔ سہ

دور زُبوں نے تم کو مراعات کیا دیئے
تم نے نقوش رُشد و ہدایت مٹا دیئے

سجدے کئے ہیں ترک مصلّے اٹھا دیئے
دین خدا کی راہ میں پھاٹک لگا دیئے

چونکہ گیو تم علیل ہو حالت سقیم ہے
قرآں کو کہہ رہے ہو کتاب قدیم ہے

یہ نظم "دارین" 74 صفحات پر مبنی ہے اور اس نظم کی تخلیق کا افادی پہلو یہی ہے کہ اگر اس قسم کی شاعری اکثر و بیشتر ظہور پزیر ہوتی رہے تو اس کا شمار اصلاحی ادب میں ہوگا۔ چونکہ ادب کی تخلیق کا یہ رجحان ہی وہ فعال قوّت ہے جس کے ذریعے معاشرے کی مکمل فضا کو خراب ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ اور بیمار ذہنیت سے نجات مل سکتی ہے۔

اب نظم کا وہ ٹکڑا آتا ہے جس میں امنگیں اور آرزوئیں امّت مسلمہ کیلئے دعاؤں کا رنگ اختیار کرلیتی ہیں۔ سہ

اللّٰہ تم کو صاحب سیف و سنا کرے
جسموں میں رُوح خالد و طارق رواں کرے
دے کر شعور لہیت ارادے جواں کرے
جو جم چکا ہے خون رگوں میں رواں کرے

تم کو راہ رسول پہ چلنا نصیب ہو
کب سے گرے پڑے ہو سنبھلنا نصیب ہو

"مرسل آخر"

سید نمر ہاشمی کی یہ کتاب "مرسل آخر" کے نام سے پہلی مرتبہ 1982ء میں شائع ہوئی۔ "مرسل آخر" اول تو یہ کہ مکمل مجموعۂ نعت نہیں ہے۔ اس کتاب کا نصف حصہ منقبتوں اور سلام پر مشتمل ہے۔ کتاب پر انتساب اور پیش نامہ خود مصنف نے تحریر کیا ہے جس میں پوری کتاب کا جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔ صرف طویل نعتیہ نظم "مرسل آخر" کا ذکر ہے۔ جبکہ پوری کتاب مرسل آخر پر مبنی ہے۔

طویل نعتیہ نظم "مرسل آخر" کے علاوہ اس مجموعے میں چند اور نوتیں مختلف عنوانات کے تحت ہیں ان میں ایک نعت سلام میں ہے۔ تاہم "مرسل آخر" کے نمایاں پہلو یہ ہیں کہ اس کی نظموں میں حضور اقدس کی حیات مبارکہ اور حالات و واقعات کا مختصراً بیان ہے۔ اور اسلامی تاریخ کے واقعات کی بھی مختصراً وضاحت اس میں نظر آتی ہے۔

جہاںتک "مرسل آخر" کا تعلق ہے یہ طویل نظم حمد میں نعت کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ بہ لحاظ طرز نگارش یہ انداز کوئی نیا پن ظاہر نہیں کرتا اکثر و بیشتر نعت نگار شعرا کے یہاں یہ انداز پایا جاتا ہے۔

یہ نظم اشعار کی ہیت اور ساخت کے لحاظ سے جدید رحجانات کی حامل نظم ہے چونکہ اس کی تشکیل میں الفاظ کا معیار اعلیٰ اور جدید ہے۔ گویا یہ بات ندرت خیال کی ضمانت ہے اس نظم کے جائزے سے جو نقطۂ نگاہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے بعض مقامات پر تو نظم مسلسل کا گمان ہوتا ہے اور اس کا کوئی حصہ نثری نظم کے مکالماتی انداز کو پیش کرتا ہے اس میں کہیں کہیں شعری غنائیت کی کمی نظر آتی ہے۔

طویل نعتیہ نظم "مرسل آخر" کے چند وہ اشعار جن میں حمد میں نعت کہنے کا انداز نمایاں ہے۔

خدا جلیل ہے بے شک
خدا عظیم بھی ہے
خدا جو زندہ و پائندہ ہے
قدیم بھی ہے۔

اسی نے اشرف و اعلیٰ بنایا انساں کو
اسی نے ارض و سماء رات کی کرائی سیر

مذکورہ نظم کا کافی حصہ حمد پر مشتمل ہے۔ اس کے نعتیہ اشعار کی چند مثالیں جو حاصل مطالعہ ہیں۔ سے

آئی ہے فضا سے تو موج نسیم
پیکر عزم و ایثار دُرِّ یتیم

دور تخریب میں آشتی کے رسول
جیسے شعلوں میں کھل جائے بیلے کا پھول

دشت آزار میں
راحتوں کی خبر
سر بلندیٔ نوعِ بشر

"موسل آخر" کے نعتیہ اشعار میں قرآن پاک کی آیات اور مضامین سے مرتب فکر و فلسفہ بھی نظر آتا ہے اس نظم میں گویا یہی اعلیٰ و ارفع جذبہ کارفرما ہے۔ جسکی وجہ سے یہ منفرد و ممتاز ہے۔ اس طرز فکر کی مثال چند اشعار میں ملتی ہے۔ سے

سنو یہ فاراں کی بلندی سے
کوئی راعی
نشان دہی کررہا ہے کلیے کی
آبشاروں کی طرح الفاظ بہہ رہے ہیں

یہی تو وہ رفیع العرب ہے
جو اپنی تبسم سے دھلی
نرم گفتگو کے سبب سے
اعرابیوں میں ساحر کہا گیا تھا
یہ اپنی پاکیزہ گفتگو میں
ارم کے بارے میں
اس طرح لب کشائی کرتا ہے

قرآن پاک کے مضمون و ترجمے سے عبارت فکر چند اور اشعار بھی ~~ملتے ہیں۔~~ ملاحظہ ہے

یہ رنگ زاروں میں کھلنے والا گلاب
نکہت فروز گیتی
مشام ذہن و خیال آسودہ کرنے والا
ہتھیلیوں پر اٹھائے
عظمت کے چاند سورج
فراز آدم کا پاسباں ہے
قُل انما کی مقدّس آیت
عروج انساں کی ترجماں ہے

اس کے علاوہ مختلف عنوانات کے تحت جو نعتیہ نظمیں ہیں اور خود "مرسل آخر" میں بھی ایک اور رجحان زیر بحث ہے کہ ذاتی کرب و انتشار اور غم و آلام کو رہنما بنا کی پوری انسانیت کے کرب و دکھ درد فکر و غم کو انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی ان نظموں میں بیان کیا گیا ہے ان نعتیہ نظموں میں بیان کیا گیا ہے۔ ان نعتیہ نظموں میں اس قسم کے نظریات کی نشان دہی موجود ہے۔ مثلاً۔ اسلامی معاشرے کی زبوں حالی۔ پستی سیاسی چپقلش۔ حقوق کا بے جا صرف۔ جاگیردارانہ نظام کی اجارہ داری۔

۱ قل انما انا بشر مثلکم انی ۔ القرآن الحکیم ۔

انفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرے میں روز بروز بڑھتی ہوئی بد اخلاقی ۔ خود غرضی اور مطلب پرستی ۔ لاقانونیت ۔ ظلم و استحصال سے بھرپور ماحول اس قسم کی بہت سی باتیں ان نظموں کی ترجماں ہیں ۔ "اردو نعت کے جدید رجحانات" کی تشکیل انہی احساسات و جذبوں کی عکاسی کرتی ہے کہ عصر حاضر کی نعتیہ شاعری آشوب ذات اور آشوب کائنات کا علاج حضور اقدس کی سیرت اقدس میں تلاش کرتی ہے گویا آج کی نعت کا سرچشمہ بھی فکر ہے اور تمام مسائل کا حل بھی اسی فکر کے دریافت کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال چند شعروں میں موجود ہے۔ ے

کار دنیا سے خوش نہیں ہیں دل
دست تاجر میں کار عشق بھی ہے
پھر مسلمان کی ہے کیا منزل

ایک لرزہ حضور ان پر بھی
ملک و ملت سے کیا غرض ان کو
ایسی آنکھوں پہ چھائی ہے چربی

کوئی سی شے ہو بیچ دیتے ہیں
یہ حقوق العباد کے غاصب
زر سے جنت خرید لیتے ہیں

صاحب خلق عظیم
انسانیت پامال ہے
زندگی کے درد سے
خود زندگی بے حال ہے
آپؐ میرے سامنے ہیں

میری آنکھوں کے ستارے ہوں نثار
میرے دل آپؐ اگر اتریں تو دیکھیں
کس قدر ماندہ ہے وہ
اس کے اپنے غم ہی کیا کم تھے
کہ اوروں کے بھی دکھ
زخموں کی صورت میں سمٹ کر آگئے

جہاں مرسل آخر کی نعتیہ نظموں میں مختلف قسم کے رجحانات نظر آتے ہیں۔ ان کے برعکس ایسے جذبوں اور قدروں کی عکاسی بھی اس میں کچھ عنوانات کی نعتوں سے ہوتی ہے اور وہ ہے عشق رسول سے مزیّن اور معمور فکر جو عام طور پر دور قدیم کی نعت کا اہم کردار رہا ہے۔ لیکن دور جدید میں بھی مسلمان ہونے کے ناطے سے "مرسل آخر" کے شاعر نے بھی اسی فکر کا دامن نہیں چھوڑا ہے۔

"خــــزینۂ نعــت"

بشیر رزمی کا یہ مجموعۂ نعت پہلی بار جون 1968ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کی ترتیب سات ابواب پر مشتمل ہے۔ حسب سابق اس کا پہلا باب حمد رب العلمین پر منحصر ہے۔ گ یہ قدیم رجحان کی نشان دہی ہے۔ چونکہ دور قدیم کی تمام تر شاعری کے مجموعے خواہ نعتیہ شاعری ہو یا شاعری اسی طرح آغاز کے مراحل طے کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ جہانتک "خزینہ نعت" کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے تو اس کا مکمل تاثر یہ بنتا ہے کہ دورِ جدید کے رجحانات کا اس میں بڑا فقدان ہے حتیٰ کہ نعتیہ شاعری کے پورے جائزے میں کسی مقام پر بھی وہ جدید فکری پہلو نہیں ہے جو کسی شعری جدید روایت اور فکر کی صف میں شمار ہوتا ہو۔ یہاں تک اس شاعری میں الفاظ، تشبیہات اور تراکیب بھی اس قسم کی نظر

نہیں آتیں - جن کے ذریعے نُدرتِ خیال ہی کی عکاسی نظر آسکے۔ حالانکہ نعتیہ شاعری کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے چونکہ حضور سرور کائنات کی سیرت کے اسقدر روشن اور متنوّع پہلو ہیں جن سے حیات و کائنات کیلئے قدم قدم پر روشنی اور تابندگی ملتی ہے۔" خزینۂ نعت" کی نعتیہ فکر ان احساسات اور جذبات کی عکاسی نہیں کرتی -

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ والہانہ عشقِ نبیؐ میں سرشار اور خلوصِ جذبات نے اس مجموعے کی شاعری کو وہ تاثیر عطا کی ہے جس میں جوشِ عقیدت بھی ہے اور سادگی بھی۔ اسطرح روایت اور عقیدت اس میں ہم پلّہ نظر آتی ہیں - اس رجحان کی چند مثالیں اشعار میں موجود ہیں - ؎

گر نقشِ پائے پاکِ نبی دیکھ پائیں ہم
دیوانہ وار دوڑ کے قربان جائیں ہم

کہاں ہم اور کہاں شہرِ مدینہ
شہۂ بطحہ تمہاری مہربانی

روضہ پاک پہ گذرے ہیں جو لمحاتِ بشیر
چشمِ تر میں وہی لمحات لئے پھرتا ہوں

عشقِ سرکار ہے جو سینے میں
یہ کہاں خُلد کے خزینے میں

روائتی نعت گوئی کے میدان میں یہ رویہ اچھا خاصہ تاثر پیش کرتا ہے ایسی نعتیں جہاں عاشقانہ جذبات سے لبریز ہیں ان میں حضور اقدس کی ذات گرامی سے گہری وابستگی بھی نظر آتی ہے۔

" خزینہ نعت" کے اشعار میں بشیر زوّاری نے روضۂ اقدس صلی اللہ وعلیہ وسلم پر حاضری کے نقوش کی وضاحت کی ہے اور مدینہ منوّرہ کے تمام مناظر کی

حرف بہ حرف اپنی نظموں کے تحت تصویر کشی کی ہے۔ بہر حال ان تمام احساسات اور جذبوں میں عقیدت و محبت رچی ہوئی ہے۔ اور حضور اقدس کی ذات بہ برکات سے وابستگی میں ہجر و وصال کے افسانے کو پورے قد کی نعتیہ شاعری یا فکر تصور کیا جائے ۔ گوکہ اب اس دور کے نہیں ایسا کیا جاسکتا ۔ تقاضے بالکل اس کے برعکس ہیں اب بات بہت آگے جاچکی ہے۔ اسکو خالصتاً ادبی نقطۂ نگاہ نہیں کہا جاسکتا یہ صرف دینی نقطہ نظر ہے جس کے تحت یہ نعتیہ شاعری لکھی گئی ہے۔ اس سے ایمان کو جلاء اور بقا تو مل سکتی ہے اور کار ثواب کے نتائج بھی بر آمد ہوسکتے ہیں ۔ لیکن دور جدید کی نعت کے رجحان کا ساتھ دینے کی سکت اس میں نظر نہیں آتی یعنی نعت گو شعراء کا دور جدید میں بھی یہی رجحان ہے کہ وہ روایت اور عقیدت سے ہٹ کر ایک شعر بھی نہیں لکھتے ۔ اور قدیم روّیہ اور اصول کی پابندی ہی ان کی پوری شاعری کا مزاج ہوتا ہے۔ بشیر زوآری بھی اپنے اسی مزاج کے پابند نظر آتے ہیں ۔

خزینہ نعت کے پورے جائزے سے یہی فکر اجاگر ہوتی ہے جس کی اس مضمون میں نشاندہی کی گئی ہے۔

" ماذ ماذ ؐ "

عبدالعزیز خالد کا یہ نعتیہ مجموعہ جس کا نام " ماذ ماذ ؐ " ہے دسمبر 1979ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا۔ اس کے نام کی وضاحت کچھ اسطرح ہے کہ " الماذ " کے معنی ہیں اچھی خصلتوں والا ہونا۔

" خوش طبع " ۔ مصباح اللغات میں اس کے یہ معنی درج ہیں۔

ماذ ۔ نیکو خود خوش طبع ، زیرک ۔ فرہنگ آنند راج میں یہ معنی ہیں :۔

موذ ۔۔ ماذ ۔ MERRY Good NATURED

(الفرائدُ الدّرّیہ)

توریت میں آپؐ کا نام مبارک "موذ موذ" انجیل میں (طاب طاب) دوسرے آسمانی صحیفوں میں "عاقب" زبور میں فارقلیط مذکور ہے۔ موذ موذ
ضم سیم اور اشمام ہمزہ کے ساتھ سہیلیؒ کہتے ہیں میں نے علمائے بنی اسرائیل
کے ایک شخص سے یہ لفظ سنا جو اسلام لایا تھا اس کے معنی طیب طیب کے ہیں۔

(المواہب)

شمائل رسول اردو ترجمہ

تالیف۔ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ

وہ بوعر آساف دیو عیص و شیلو

وہ سلطان دوراں جہاں بادشاہ ہے

مود ۔۔ قوت و قوی

ماذ ۔۔ طیب

ماذ د = کثیراً کثیراً = موذ

اس کے عدد بھی 92 ہیں = فارقلیط

(حاشیہ بشریٰ سے منقول ہے)

اس نعتیہ مجموعے کے نام اور معنیٰ کی وضاحت کے بعد اب اس کے نعتیہ کلام کا مختصر سا جائزہ پیش نظر ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ الفاظ و معنی کے لحاظ سے ندرت خیال کی اسقدر عمدہ مثال کہیں اور کم ہی ملے گی۔ اس کے علاوہ نعتیہ شعری رجحان جو ان کے یہاں کار فرما ہے وہ ان سے قبل اگر اس رجحان کو کسی نے پیش کیا ہے تو وہ ڈاکٹر اقبال ہیں جونکہ اقبال کے تمام نظریات اور فلسفیانہ افکار ان کی نعتیہ شاعری کے ذریعے تشکیل پذیر ہوئے کچھ یہی حال خالد صاحب کا ہے کہ ایسا لگتا ہے گویا وہ پیدا ہی نعت لکھنے کیلئے ہوئے ہیں ۔ ان کے کلام میں غور و فکر کا فلسفیانہ عنصر نظر آتا ہے اور اپنے اشعار میں وہ

اسقدر زیادہ زبانوں کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کے معنی اور مطالب کا سمجھنا اور جان لینا آسان نہیں ہے یہ بھی ان کا ایک انفرادی رجحان اور امتیاز ہے جو اردو کے دوسرے نعت گو شعرا کے یہاں کم ہے۔ اس کی مثال ایک نعت کے چند اشعار میں ملتی ہے۔

شمع سبل ۔ ختم رسل
عشق تمام و عقل کل

سرنامۂ کون و مکاں
پیمانۂ سود و زیاں
مسجود ع سرنہاں
اے خاتم پیغمبراں
اے مستفاث مرسلاں!

اے مظہر فیض اتم ۔ اے مطلع صبح ظہور
تو ہے زمین کی روشنی تو آسمانوں کا ہے نور
ہر تو ترے رخسارِ روشن کا فروغ نیرین

اے آمنہ کے نور عین
اے سرور کونین و سالار حنین!

دیکھا زمانے نے کہاں
اے مہرباں اے مہرباں

اے سبط اسماعیل اے جد حسین
تجھ سا عظیم العفود نیازمند آمنہ میں آ مبدیں
اے واسع القدر و عظیم الشکیں!
اے آشنائے رمز عشر المردئین!

محبوب رب مشرقین و مغربین
صاحب مقام قاب قوسین ۔ امام القبلتین
نقش کف پا ہے ترا ۔ کلیل فرق فرقدین

اشعار میں مشکل پسندی کی مثالیں ان کی نعتیہ رجحان کی جدّت اور ندرت کی عکاسی کے تحت گنجینے پیش نظر ہیں جو

گنجینے جو سرفون تھے ہوتے ہیں برآمد
/ کطلاق حسنٌ کیلئے آیا ہے محمدؐ

انسان کو انسان کی غلامی سے چھڑا کر
تخلیق دو عالم کا بتائے اِسے مقصد

اوہام خرافات کے پردوں کو کرے چاک
وہ تا طع ہر سلسلۂ روح مقیّد

یونہیں دکھی انسان کو وجود اس کا جیسے
تپتے ہوئے میداں میں خنک سایۂ ہرگو

خالد صاحب کے یہ نعتیہ اشعار ان خیالات کے ترجمان ہیں کہ دور جہالت میں انسان جس قسم کی گمراہی وہم، خرافات میں مبتلا تھا اور اس کو نیکی و بدی تک میں تمیز نہ رہی تھی گویا اس کے اوپر خیر و امن وآشتی کے دروازے بند نظر آتے تھے - حضور سرور کائنات کی آمد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان تمام برائیوں کا قلع قمع کیا گویا ان اشعار میں اسی رجحان کی ترجمانی ملتی ہے کہ آپ سرور کائنات ہر طرح سے مصلح اعظم ہیں اور قدم قدم پر انسانیت کو آپ کے طرز عمل سے رہنمائی اور روشنی ملتی ہے اور دکھی انسانیت کیلئے آپ کی ذات ہی سکون کا باعث اور رحمت کا سر چشمہ ہے - ماذ ماذ کی نعتیہ شاعری میں کچھ ایسے اشعار بھی ہیں جن میں آپ کے اخلاق کو پیش کیا ہے - ؎

عبدہ ہے رسولہٗ ہے کبھی
کوئی سمجھا نہ سمجھے اس کا مقام

ختم جس پر مکارم اخلاق
جس کی تقویم بہترین قوام

اس نے دنیا کو جو نظام دیا
ہے مثالی وہ بے مثال نظام

حضور ﷺ اقدس کو صاحب رشد و ہدایت ۔ مجسم اخلاق دنیا و انسانیت کیلئے عظیم ترین ناظم ۔ علم و فن کا مرکز و منبع جیسے خیالات کی وضاحت بھی ہے اور اس کے علاوہ ان نعتیہ اشعار بھی شامل ہیں ۔ مثالیں ۔ جن میں آپ ﷺ عرصہ ظلمات کیلئے چراغ شب ، انسان تہی مایہ کا سرمایہ ، دنیا میں انسان کے ہونے کا یقین ، روئے زمین پر نور خدا ، اقلیم ذوق و شوق جس کے زیرنگیں مملکت نیاز و ناز کا فرماں روا ۔ پیمبر اکرم امام رسل ، ہادی سبل ، سرور ہر دو سرا ہیں ۔ ؎

روئے زمین پہ پرتو نورِ خدا ہے تو
قدموں پہ چلنے والوں میں سب سے بڑا ہے تو

اقلیم ذوق و شوق ہے زیرنگیں ترے
ملکِ نیاز و ناز کا فرماں روا ہے تو

پیمبر اکرم ، امام رسل ، ہادئ سبل
شاہ دو کون و سرور ہر دوسرا ہے تو

ممکن کہاں بیاں تری ذات وصفات کا
بے حد و بے نہایت و بے انتہا ہے تو

رہتا ہے ترا تذکرہ قلب القلوب میں
شامل ہے ہم میں ہم سے مگر ماورا ہے تو

عبدالعزیز خالد کے نعتیہ اشعار میں سب سے اہم جو رجحان ملتا ہے وہ قرآن حکیم سے اخذ کردہ خیالات ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی عظمت میں " عبدیت " کا تعین اور اسکی اہمیت پر اصرار ہے ۔ قرآن کریم کے اس نکتہ کی ترجمانی اس نعتیہ شاعری کا امتیازی نکتہ ہے وضاحت یہ ہے کہ یہ عبدیت کا نقطۂ عروج ہے جو " معراج " کی معرفت " انسان " کو خدا کے قرب کی عظمت نصیب کرتا ہے ۔ یہی عظمت ہمیں اپنی عام زندگی میں غور کرنے اور اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ترغیب دیتی ہے علامہ اقبال نے اس نکتے پر مروجّہ مذہبی عقائد کے بجائے سائنسی انداز میں سوچا ہے اسی طرح

خالد صاحب نے مذہبی روائتی عقائد سے ہٹ کی بالکل نئے اور معیاری انداز میں انسان کو سوچنے کا حوصلہ دیا ہے اور یہ ایک ایسی نعتیہ فکر ہے جو شخصیت کے معنوی ادراک کے دریاز کرتی ہے اور یہی ان کی نعتیہ شاعری کے وہ جدید رجحانات ہیں جو ہمارے شعور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے نئے نئے افق روشن کرتے ہیں۔ گویا ان کی تمام کی تمام نعتیہ شاعری کا متن اس نوعیت کا ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں کیلئے اس کے ذریعے رشد و ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔

عبدالعزیز خالد کو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ایک طرح سے ادراک حاصل ہے چونکہ اس سے قبل بیشتر شعرا نے نعت میں جو کچھ کہا ہے وہ عموماً رسمی اور سطحی سا محسوس ہوتا ہے۔ اس میں خود غرضانہ اور جامد فردیت بھی ہے۔ ان چند اشعار میں خالد کی فکر فکر اقبال سے ہم آہنگ ہے۔ سہ

یوں دیکھنے کو آدم خاکی مگر اس کو
دیکھا شب اسریٰ نے سر چرخ زبرجد

نظارہ گیا جلوۂ نا دیدہ کا جس نے
وہ مظہر صورت کسریٰ نور مجرد

"حمد و ثنا"

ڈاکٹر تبسم رضوانی کی یہ مختصر کتاب "حمد وثنا" کے نام سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی یہ مجموعہ دو طویل نظموں پر منحصر ہے پہلی طویل نظم کا موضوع " دعائے حمد وثنا " ہے یہ خدائے بزرگ و برتر کی شان میں ہے دوسری طویل نظم کا عنوان ثنائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ بھی چھوٹی بحر کے اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم ہے۔ اس نظم کے تمام تر اشعار مصنف کے انفرادی رنگ و خیال کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ دور جدید کی نعتیہ شاعری کی نشان دہی بھی کرتے ہیں اس کے علاوہ اس نظم میں ایک

مختلف رجحان یہ نظر آتا ہے کہ پوری نظم میں ڈاکٹر تبسم رضوانی نے اشعار میں حضور صلی اللہ وسلم کے تمام کے تمام اسم با معنی سمونے کی سعی کی ہے۔ کتاب 16 صفحات اور ایک سو گیارہ گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔

یہ طویل نعت ایک طرف جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وابستگی کو ظاہر کرتی ہے تو دوسری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر ذات اقدس اور ان کے بے مثل اوصاف حمیدہ قرآنی آیات، روایات احادیث اسوۂ حسنہ تاریخ و سیرت کے واقعات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتی ہے اور ایمان و شریعت کی روشنی میں اظہار عقیدت اسطرح کیا ہے کہ عبد و معبود کی حدود کا فرق قائم رہے۔1

اس نظم کے رجحان شعری کی چند مثالیں اشعار میں ہیں جن میں حضور اقدس کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے کہ دونوں عالم آپ ہی کے زیر اثر ہیں۔ ؎

تخت ان کا ہے، تاج ان کا ہے
دونوں عالم میں راج ان کا ہے

جن کی خاطر ہوا جہاں تخلیق
جن کی سب انبیاء نے کی تصدیق

جن سے ایمان کا حصول ہوا
جن پہ قرآن کا نزول ہوا

جو ہیں امی مگر ہیں علم لیئے
علم کے درس کل جہاں کو دیئے

دنیا کے تمام علوم و فنون کا سر چشمہ اور تمام انسانیت کے عروج کا باعث حضورؐ پر نور ہیں۔ معراج جن کے زیر قدم ہے۔

جس طرف سے بھی وہ گزر جائیں
راستے سر بسر نکھر جائیں

ان کا فیضان ساری دنیا پر
روز نردا پہ۔ رُستنا عُقبیٰ پر

عادل آپ سید ابرار *** عدل و انصاف آپ کا معیار
آپ کی ذات ہے حکیم صفت*** صاحب عقل و دانش و حکمت

دنیا کے تمام قانون عدل و انصاف سب آپ ہی کی دانش و فکر کی بنیاد پر استوار ہوئے ہیں - اور ہوتے رہیں گے چونکہ آپ رہبر کامل بھی ہیں اور امت کے درد آشنا بھی - دور جدید کی نعتیہ شاعری اسی قسم کے رجحانات سے مزین و معمور ہے کہ اس کے ذریعہ انسانی حیات کو قدم قدم پر رہنمائی ملتی ہے- کوئی بھی شعبۂ زندگی ہو خواہ حکومت ہو یا ریاست - علم یا فلسفہ ، تاریخ ہو یا شاعری ، عدل ہو یا انصاف - معاشرے ہو یا خاندان سب کیلئے روشنی اسی ذات برکات سے ملتی ہے-

دور جدید کی نعتیہ فکر بالخصوص ان افکار پر ہی مشتمل ہے-

آپ ہی کو فصیح کہتے ہیں -
آپ دنیا میں پھیلے رہتے ہیں -

آپ مختار کُل زمانہ ہیں -
آپ کے حُکم جاودانہ ہیں -

آخر آپ حکم دیتے ہیں
ماننے والے مان لیتے ہیں -

آپ ہی کو سراج کہتے ہیں
آپ روشن سدا ہی رہتے ہیں-

قائم ہیں سدا رہیں گے آپ
سچّی باتیں سدا کہیں گے آپ

اس نظم کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طویل نعتیہ نظم کا پورا خلاصہ یہ ہے کہ حضور آخر الزماں کی سیرت کُل انسانیت کیلئے کامل نمونہ ہے-

----

" سراج منیر "

محمد بشیر اللہ صاحب کا یہ نعتیہ مجموعہ طبع اول کے لحاظ سے 27 رمضان المبارک مطابق 21 اگست 1979ء کو شائع ہوا۔ اس کے سرورق کے بعد مصنف موصوف نے اس کے نام کی تشریح کچھ اس طرح کی ہے۔

ان کے نام جن کی شان میں ارشاد ہوا۔

وداعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً ○

(الاحزاب 46)

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

مولانا ظفر علی خاں کا یہ شعر اس مجموعۂ نعت کے نام "سراج منیر" کی مکمل تشریح اور وضاحت کرتا ہے۔ اس سے قبل بھی بشیر اللہ صاحب کا مجموعۂ نعت "خزینۂ نعت" کے نام سے اشاعت پزیر ہو چکا ہے۔ اس مجموعہ میں قدیم انداز کی نعتیں ہیں۔ تاہم اس میں بھی عقیدت اور جذبوں کی صداقت قدم قدم پر نمایاں ہے۔

لیکن "سراج منیر" کی نعتیہ شاعری میں بالکل جداگانہ اور انفرادی شان نظر آتی ہے۔ اور اس شاعرانہ انفرادیت کی وجہ وہ عظیم فکر و احساس ہے جس کا مرکز و منبع قرآن پاک اور احادیث کے وہ مضامین ہیں لیکن قرآن پاک کی کثیر تعداد آیتوں میں سے صرف ان آیات کا انتخاب نظر آتا ہے جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں خصوصیات کا ذکر آیا ہے۔ اس احساس کی نشان دہی شعروں میں ہے اس کے علاوہ احادیث کے مضامین ہیں۔ احادیث کے مفہوم کو منظوم کرنے کے ساتھ چشم دید حقائق کو بھی نظم کیا گیا ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری کیلئے یہ شعری انداز بالکل جدید نوعیت کا حامل ہے۔

حضور سرور کائنات کی سیرت کے مختلف پہلو "سراج منیر" میں پیش

کئے گئے ہیں ۔ صحیح اور مستند روایتوں کا جمع کرنا ہی بڑا دشوار ہے چہ جائیکہ ان کو شعری لباس عطا کرنا خیال کی ندرت اور جدّت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی چند مثالیں اشعار میں موجود ہیں۔ اشعار با آیات قرآن حکیم ہیں ۔

کلام خدا ہے بڑا روح افزا
تخاطب ہے رَب کا بڑا پیارا پیارا

سراپا ہدایت ہیں اخلاق حسنہ
ہے قرآن کُل تذکرہ مصطفےٰ کا

کلام خدا ہے بیان ہے نبیؐ کا
ہے نور علیٰ نور ذکر سراپا

جہاں شاہ دیں کو کیا ہے اشارہ
بڑے خوب انداز میں ہے پکارا

مذکورہ اشعار حضور اقدس کی معراج کی جانب اشارہ کرتے ہیں ۔ بلکہ تمام کلام پاک آپ ہی کے ذکر اور اخلاق کے اور سیرت کے پہلوؤں کسی نشان دہی کرتا ہے۔

"سراج منیر" کے اس جائزے سے جو اہم نکتہ سامنے آتا ہے اس کے تحت مصنف موصوف نے احادیث نبوی سے مختلف مضامین کو نظم کی صورت میں پیش کیا ہے گو اشعار میں سادگی ہے تاہم احادیث کو صداقت اور جامعیت کے ساتھ پیش کرنا خاصہ دشوار توجہ طلب کام ہے۔ اردو میں سیرت کے صحیح طور پر اور بڑی چھان پرکھ کے بعد پیش کرنے کی مثال شبلی نعمانی کی سیرت النبی پیش کرتی ہے اور اس کے بعد دور جدید میں ڈاکٹر منظور کی کتاب سیرت کے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے۔ تاہم یہاں اس سے بحث مقصود نہیں ہے۔ احادیث نبوی کے ان مضامین کا تذکرہ "سراج منیر" کے بعض اشعار میں ملتا ہے۔

۱) خدا کی طرف سے فرشتہ اک آیا نبی کو خدا کا یہ مژدہ سنایا یہ	ایک فرشتے نے آسمان سے عرض کیا ہوکر (نازل) حضور کو سلام عرض کیا اور دو ایسے

یہ وہ نور ہیں جن کا تحفہ ہے بھیجا
ہے اک فاتحہ ایک بقرہ کا سورہ

نبی کی حدیث مبارک ہے یہ بھی
جو پایا ہے میں نے کسی نے نہ پایا

اگرچہ مسافت کا ہو اک مہینہ
دوم یہ کہ ہے سب زمیں میری مسجد

سوم یہ کہ انفال ہے مجھ کو بخشا
چہارم یہ حق شفاعت دیا ہے

ہے پنجم نبی ہوں میں سارے جہاں کا
صحیحین کی یہ حدیث مبارک
ہے گویا کہا لات حالی یہ گیا

نوروں کی بشارت دی جو حضور سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پانچ خصوصیات بیان فرمائی ہیں صحیحین میں ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں ابھی ایک ماہ کی مسافت ہوکہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ ساری زمین میرے لئے مسجد پاکیزہ بنادی گئی ہے۔ جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ غنیمت کا مال میرے لئے حلال کردیا گیا ہے۔ جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے پہلے کے نبی اپنی قوم کیلئے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کیلئے نبی ہوکر آیا ہوں۔

(2

نہیں ہوسکے گا کوئی شخص مومن
نہ جب تک محبت ہو میری زیادہ

بہن بھائی اولاد ماں باپ سے بھی
نہ ہوجاؤں اس کیلئے سب سے پیارا

اسے جا کے جلوت میں تم سب سے کہدو
جو خلوت میں دیکھو عمل تم ہمارا

تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری محبت اس کے والدین اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ نہ ہو۔

جو خلوت میں کرتے دیکھو اسکو جلوت میں بر ملا بیان کردو جو حجرہ

جو گھر میں سنو مجھ سے چھت سے پکارو
یہ اعلان ہے سیدّ الانبیا کا

میں کہتے سنوں اسکو چھتوں پر چڑھ کر پکارو۔

(3

نبی وجہ تخلیق ارض و سما ہیں
انہیں کیلئے حق نے سب کچھ بنایا

اگر ان کا آنا نہ مقصود ہوتا
خدا پھر تو افلاک پیدا نہ کرتا

یہ دنیا نہ ہوتی نہ یہ جن و انساں
نہ ہوتی زمین اور نہ یہ نہ کوہ و دریا

وہ آئے جہاں میں تو صدقے میں ان کے
ہوا ہے ہر اک شے کا دنیا میں آنا

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی باعث کائنات ہیں وہ نہ ہوتے تو کائنات پیدا نہ کی جاتی۔

لَولَاکَ لمَا خَلَقتُ
الافلاکَ

(4

کسی نے کبھی عائشہ سے یہ پوچھا
کہ پیارے نبی کا وہ تھا خلق کیسا

تو فرمایا سو بات کی بات یہ ہے
کہ قرآن مظہر خلق نبیؐ کا

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرتؐ کے اخلاق کریمہ کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا۔ "کان خلقہُ القرآن"

(5

یہ ارشاد بھی ہے حبیب خدا کا
کہ ربّ نے مجھے سب ادب ہے سکھایا

خود آنحضرت نے فرمایا۔۔
میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت اچھی طرح ادبی تربیت فرمائی۔

(6

ہمارے نبی انبیا کے نبی ہیں
کلام ان کا سردار ہے ہر بیاں کا

آپ نبی الانبیا ہیں آپ کا کلام سید الکلام ہے۔

(7

(7)

خلیل و کلیم اور رُوح خدا بھی لقب اس طرح سب نے کیا کیا نہ پایا	آپؐ حبیب اللہ ہیں۔ مگر شان محبوبیت ان کی دیکھیں حبیب خدا آپ ہی کا ہے رتبہ بڑی آنے کو آئے نبی ہر زماں میں مگر کوئی محبوب بن کر نہ آیا

----

(8)

وہ سونے کی حالت میں بھی جاگتے تھے وضو اس لئے ان پہ واجب نہیں تھا	نوم سے وضو کا واجب نہ ہونا۔
نبی کی ہے محبوبیت کا یہ عالم کہ معراج میں حق تعالیٰ کو دیکھا	معراج شریف میں حق تعالیٰ کا دیکھنا۔
وہ جس طرح تھے دیکھتے سامنے کو اسی طرح پیچھے کو بھی دیکھتا تھا	آپ کا پیچھے سے برابر دیکھنا۔
تمام امتیں جتنی پہلے ہوئی ہیں غلامان احمد ہیں ان سے زیادہ	ان کے متبعین کا سب انبیاء کے تابعین زیادہ ہونا۔

----

(9)

خدائے دو عالم نے دونوں جہاں میں نبی مکرم کو افضل بنایا	سب مخلوق سے آپ کا افضل ہونا۔

----

(10)

نبی کی ہے برکت سے ہر جا اجالا دلوں سے مٹا کفر کا اب اندھیرا	آپ کی برکت سے اللہ پاک نے کفر محو فرما دیا۔

مصنف موصوف نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل آیات و احادیث کو اردو کی نعتیہ شاعری کے لحاظ سے صنف نظم میں پیش کرکے ایک طرف جدت پیدا کی ہے تو دوسرے جانب اردو نعت کے وقار و معنویت میں ایک موثر اضافہ کیا ہے۔ جیساکہ "سراج منیر" کا یہ جائزہ ظاہر کرتا ہے۔

"ذکـر خیر صلی اللہ علیہ وسلم"

راسخ عرفانی کا یہ مجموعۂ نعت ذکر خیر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ۱۹۷۹ء 1979ء میں منظر عام پر آیا۔ اس سے قبل ان کے دو حمد و نعت کے مجموعے ایک "غبار حجاز" اور دوسرا ارمغان حرم" کے نام سے شائع ہوچکے ہیں۔

راسخ عرفانی کی نعتیہ شاعری ان تقاضوں کی تکمیل کی آئینہ دار ہے جو ارتفاع ذات اور تہذیب کائنات کی عنبر ضامن ہے۔ زندگی کے وسیع تجربات اور عمیق مشاہدات سوز و گداز بھی تاثر ان کی نعتوں کی جان ہے۔ ان کے اشعار دور حاضر کی تفسیر جس انداز سے کرتے ہیں اس سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے کہ یہ شاعری عروج انسانیت کی شاعری ہے۔

راسخ صاحب کو دیار رسالت مآب میں حاضری کا شرف دو مرتبہ حاصل ہوا۔ اسی وجہ سے ان کی نعتیہ شاعری میں جذبۂ ایمان کی پختگی والہانہ عشق رسول کے رنگ نظر آتے ہیں۔ ؎

عنبر فشاں ہے موج نسیم بہارِ فن
ذکر نبی سے مہکے ہیں بام و دیارِ فن
رشک مہ و نجوم ہیں الفاظ کے چراغ
ہمدوشِ کہکشاں ہے میری رہگذارِ فن

~~ہمدوش کہکشاں ہے میری رہگذار ف~~

ایک طرح سے "ذکر خیر" میں جدید رجحان کی منفرد فضا اس طرح نظر آتی ہے۔ حمد باری تعالے میں نعت ختم الرسل کو بھی یہ طریق احسن پیش کیا ہے۔ اس کی مثال ان کے اس شعر میں ملتی ہے۔ ؎

کون ہے جس کو معائب سے مبرّا کہیے
اکمل انسان مگر تیرا پیمبر دیکھا

ایک مقام پر نعت کی حدود میں دعا کا ماحول بھی الفاظ و جز بے کی بے ساختگی کے ذریعہ قائم رکھا ہے۔ ؎

گذرے تھے جو ربار رسالتماب میں
ذوق طلب کو پھر وہی لیل ونہار دے

ہر مسلمان کی طرح وہ حضور پاک سے نسبت کو حاصل حیات اور جز و ایمان سمجھتے ہیں اسی جذبے کے تحت کہتے ہیں۔ ے

خوشا یہ حسن تمنا کہ تا دم آخر
حضور پاک کا اسوہ نظر نواز رہے

اس شعر میں راسخ صاحب اور علاوہ اقبال کی نعتیہ فکر میں مماثلت نظر آتی ہے۔ ے

ایسے کب تک جیئے ترا راسخ
اس کی مٹی کہیں مدینے لگا

یہی وہ مقام ہے جہاں اقبال نے فرمایا ہے۔
اوروں کو دیں حضورؐ یہ پیغام زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمین حجاز میں

اس کے علاوہ "ذکر خیر صلی اللہ علیہ وسلم" کی نعتیہ شاعری میں فنی محاسن اور صوری خوبیاں بھی منفرد طور پر نظر آتی ہیں۔ اسمیں نہ صرف غزل کی سادہ زبان استعمال کی گئی ہے بلکہ جدید نعتیہ شعری رجحانات کی نشان دہی بھی کی ہے۔ اور ردیفیں بھی نئی نئی استعمال کی گئی ہیں ایک خوبی کی بات یہ ہے کہ فنی محاسن کے ساتھ حضورؐ کے مقام کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا گیا ہے۔ ے

سوز ایثار ملا فقر کے انوار ملے
اور کیا شمع رسالت کے فدائی مانگیں

اس نعتیہ شاعری میں اہم ترین جدید رجحانات کی عکاسی اس طرح کار فرما ہے کہ قوافی اور ردیفوں میں نئے تجربے کئے جانے کے باوجود نہ قافیئے معنویت سے محروم ہیں اور نہ ردیفیں محض آرائش کا سامان۔ قافیے اور ردیفیں جدت وندرت کی اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔ ردیفوں میں "صلی علیٰ محمد

"لوح وقلم کا سورج" "بہار کے پھول" اور "بیان اللہ" مخصوص کیفیتوں کی شاہد ہیں۔ ان کی مثالیں اشعار میں نظر آتی ہیں۔ ے

مہر عرب ہے جلوہ گر صلی علیٰ محمدؐ
کھل گئے رحمتوں کے در صلی علیٰ محمدؐ

فیض گستر جو ہوا لوح وقلم کا سورج
نکلا فاران کی چوٹی سے کرم کا سورج

زہے نصیب کہ طیبہ کا نامہ بر آئے
سجائے بیٹھا ہوں راہوں میں انتظار کے پھول

مہکتی ہوئی سی زبان اللہ اللہ
مرے لفظ ان کا بیاں اللہ اللہ

ان کے یہاں سیرت پاک کے کئی پہلو مخصوص انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ے ے

صبح ازل کا مہر درخشاں صلی اللہ وعلیہ وسلم
موجب رونق محفل امکاں صلی اللہ وعلیہ وسلم

مہکا مہکا رخ پہ پسینہ قطرہ قطرہ مثل نگینہ
چہرۂ تاباں خنداں خنداں صلی اللہ علیہ وسلم

"ذکر خیر" کے جائزے سے یہ خوبی وضاحت ہوتی ہے کہ مولانا کی نعتیہ شاعری فکر جدید کی بناض بھی ہے اور انسانیت کی اعلیٰ قدروں سے آشنا بھی ہے۔ ے

پایا بشر نے اشرف مخلوق کا لقب
اس عظمت و عروج کا عنواں حضورؐ ہیں

ایک طرح سے "ذکر خیر صلی اللہ علیہ وسلم" کی نعتیہ شاعری انسانیت

کا شعور اور فلسفہ رکھنے کی بناء پر مولانا ظفر علی خان نعتیہ شاعری سے کافی حد تک مشابہت رکھتا ہے۔

" بابِ حرم "

" بابِ حرم " مظفر وارثی کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے جو 1976ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا ۔ اس مجموعے کے تمام نعتیہ اشعار میں جدید نعتیہ شعری رجحانات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے تاہم قدیم شعری روایتوں سے بھی شعری رشتہ قائم ہے۔ اس کی مثال ان اشعار میں ملتی ہے۔ ؎

آج کی اقدار ہوں ماضی کی عظمت بھی تو ہوں
میں غزل گو شاعر بزمِ رسالت بھی تو ہوں

نقطہ کہلاؤں گا ، کٹ جاؤں لکیروں سے اگر
جدّتوں سے ہی نہیں ناطہ روایت بھی تو ہوں

مظفر وارثی نے اپنے عہد کیلئے اپنے اعلیٰ شعری احساس کے ذریعے ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور زندگی آموز کارناموں سے تقویت کا تلاش کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے اپنی نعتوں میں حضور کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے۔ آپ کی علمی زندگی کا وہ پہلو نعتیہ اشعار سے اجاگر ہوتا ہے۔ اور آپ کے اسی علم و آگہی کے سبب دورِ جدید کے علمی و ادبی شعری رجحانات میں ترقی رونما ہوئی ہے۔ ان میں سے چند اشعار حاصل مطالعہ ہیں۔ ؎

غارِ حرا سے پھوٹی ہوئی ضَو
حسنِ احد کی وہ ابدی لَو

اس کی پناہ میں خُلد کی راہیں
مشرق و مغرب اس کا ہی پَرتو

اس کی گواہی ، مہر الٰہی
دین مکمّل ، ختم نبوت

" حق موجود محمد صورت "

ایک نعتیہ نظم " خدا کا سفیر " میں شاعر نے اپنی بے بساطی اور کم فہمی کا اظہار کیا ہے لیکن اس اظہار میں بھی جدید شعری رجحانات ملتے ہیں جیسے بادل کو قلم سے تشبیہہ اور حضور کی مدح کو مثل سمندر قرار دیا گیا ہے۔ ے

میں اور وصف شاہ پیمبر رقم کروں
بادل قلم بنے تو سمندر رقم کروں

کیا کیا میں لوح ارض وسما پر رقم کروں
دنیائیں اور ہوں تو وہ پیکر رقم کروں

ایک اور نعتیہ نظم ہے جس کا عنوان "چہ نسبت خاک رابا عالم پاک" ہے اس نظم کا طرز نگارش نعت کے جدید رجحانات پر ہی منحصر ہے۔ یہ نظم چھوٹی بحر میں ٹکڑوں کے انداز میں ہے اور اس میں الفاظ کی ندرت اور خیال کی سادگی ہر قدم پر یہ احساس دلاتی ہے کہ شاعری میں بھی شعور کی رو در آئی ہے اور یہ انداز اپنا ایک انفرادی اسلوب رکھتا ہے۔ ے

حاصل مطالعہ اسی نظم کے چند اشعار ہیں۔ ے

تو امیر حرم
میں فقیر عجم

تیرے گن اور یہ لب
میں طلب ہی طلب
تو عطا ہی عطا
میں خطا ہی خطا
تو کجا من کجا

تو ابد آفریں میں ہوں دو چار پل
[illegible]

تو ہے محبوبیت
میں تری معصیت ، تو کرم میں خطا
تو کجا من کجا

جدید دور میں مظفر وارثی نے نعت گوئی میں بعض نئے اسالیب کا اضافہ کیا ہے انہوں نے آج کی زندگی کی مجموعی کیفیت سے اپنے اسالیب اور پیرانہ اظہر میں ندرت پیدا کی ہے۔ ے

خاک پر نُور خدا جسم میں ڈھل کر اُترا
ایک قرآن خدوخال بھی ہم پر اُترا

نئے رنگوں سے مرتب سحر و شام ہوئے
جشم کونین میں بینائی سا پیکر اُترا

(ص ۔۔ 43 ۔ باب حرم)

چند اشعار ایک اور نعتیہ نظم " میرا رسول " سے بھی قابل ذکر ہیں۔ ے

آپ چٹائی پر سویا بانٹی خیرات میں شاہی
چھوڑی کی جس کے پاؤں کو تاند کھلائی گمراہی

جس کی چوکھٹ پر انسان کی عظمت کرے بسیرا
وہ ہے رسولؐ میرا

اس کے یہاں مظفر وارثی وہ ہے رسول میرا موضوع کی اہمیت بڑی نمایاں ہے اور اس کے اظہار میں نئی تشبیہات اور نئے نئے استعاروں کے استعمال پر خاص توجہ دی گئی ہے ۔ نعت گوئی ایک مشکل فن ہے اس میں لطافت اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک اس میں لفظ اور جذبے کی خوشگوار ہم آہنگی نہ پیدا ہوجائے۔ لیکن " باب حرم " کی نعت لطافت سے محروم نہیں ہے۔ اس کی نعتوں میں جدّت کے ساتھ والہانہ پن شفتگی کا جو انداز ملتا ہے وہ بہت کمیاب ہے۔ اس عقیدت اور ادبیت کو یکجا کرکے ایسی نعتیں لکھی گئی ہیں جن کو اردو نعت گوئی کی تاریخ میں یقیناً نمایاں حیثیت حاصل

ہوگی ۔ اس کی مثال چند نعتوں کے اشعار میں ملتی ہے۔

ڈگمگاؤں جو حالات کے سامنے
آئے تیرا تصّور مجھے تھامنے

میری خوش قسمتی
میں ترا امتی ، تو جزا میں رکھا
تو کہا من کہا ۔

(ص ۔ 42 ۔ باب حرم)

صلّی علیٰ صلّی علیٰ

تخلیق دیوان سحر
کردار معراج نظر

پیغام ، حیّ علی الصلوٰۃ
صلّی علیٰ صلّی علیٰ

تربت ، حصار دوجہاں اخلاق ، سائبان سا
لہجہ ، چٹکی سی کلی جب رحل پر قرآن سا

جلووں کی کوئی حد نہیں
پرچھائیں ، احرام زر ہیں
اور چاپ ، دستار خلد
صلّی علیٰ ، صلّی علیٰ

یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ دور جدید میں نعت مخصوص طور پر شعرا کیلئے موضوعِ سخن بنی ہوئی ہے۔ لیکن "باب حرم" میں کئی نعتوں میں اشعار کی منفرد مثالیں ملتی ہیں۔

یہ کون ذہن کے روشن مکان میں اترا
خیال صورتِ جبریل دھیان میں اترا

نظم بولتا قرآن (ص۔43۔ باب حرم)

اس خیال کو جو مذکورہ اشعار میں پنہاں ہے اردو کے دوسرے نعت گو شعرا نے بھی اپنے اشعار میں پیش کیا ہے۔ لیکن مظفر وارثی کے نعتیہ اشعار میں الفاظ کا سادگی سے اور تسلسل کے ساتھ استعمال اور اس کے ساتھ معنیٰ و مفہوم کا کہیں بھی ختم نہ ہونا ان کی شعری انفرادیت کا غماز ہے۔

باب حرم کی نعتوں کے شعروں میں اکثر مقامات پر نئی نئی تشبیہات اور استعاروں کا استعمال نظر آتا۔

شوق ہوتا ہے جو بیتاب تلاوت کیلئے
رحلِ دل پر ترے جلووں کا صحیفہ دیکھوں

دل کو رحلؔ سے تشبیہہ دی ہے اور جلووں کی مناسبت سے صحیفہ لفظ کا استعمال شعر کی دلکشی میں اضافہ کررہا ہے

اصل معنو ں میں اس قسم کی شاعری کا مقصد یہی ہے کہ افکار عالیہ کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرے کی اصلاح ہوسکے۔ مختصراً یہ کہ جس ندرت و جدّت اور درد مندی کی مثالیں "باب حرم" کی نعتوں میں ملتی ہیں اسی وجہ سے یہ نعتیں اپنی حقیقی کشش اور جاذبیت بھی رکھتی ہیں۔ نعت کی صنف میں یہ تازہ کاری کم نظر آتی ہے جس کی مثال یہ اشعار ہیں۔

تو ہے احرامِ انوار باندھے ہوئے
میں درودوں کی دستار باندھے ہوئے

کعبۂ عشق تُو
میں ترے چار سو ۔ تو اثر میں دعا
تو کجُا من کجُا۔

"نعت محل"

اخترالحامدی کی کتاب نعت محل پہلی مرتبہ 1974/1394ء میں شائع ہوئی ۔ اختر الحامدی کی نعت گوئی اس "دبستان" سے تعلق رکھتی ہے

جس کو دبستان رضا کا نام دیا جاتا ہے جو اعلحضرت مجدّد اعظم مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نام نامی سے منسوب ہے۔ اس دبستان سے تعلق رکھنے والے شعرا کا کلام عشق مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پُر خلوص اظہار ہوتا ہے۔فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی الفت و محبت کا اظہار یہ حضرات مختلف طریقوں سے کرتے ہیں ان کے یہاں مختلف قسم کے رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے۔ کبھی نعت سے، کبھی عاشقان مصطفٰے کی مدح و منقبت سے اور کبھی گستاخان بارگاہِ نبوت کی ہجو و مذمت سے یا الفاظ دیگر ان کے کلام میں قرآن و حدیث کے منظوم رجحانات ملتے ہیں اور یہی رجحانات دور جدید کے شعرا کی نعت گوئی میں امتیازی حیثیت وشان کے حامل ہیں۔

اختر الحامدی اعلحضرت بریلوی کے خلف اکبر حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اسی قریبی تعلق کی وجہ سے ان کے کلام میں کلام رضا کی جھلک نظر آتی ہے۔ یعنی شدید خلوص، سوز و گداز ۔مولانا کی زندگی کا سرمایہ صرف یاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یاد نبی اور ذکر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عبادت ہے۔

دل میں یاد نبی رہے اختر
ہے یہی زندگی کا سرمایہ

اختر ہے شغل نعت عبادت مرے لئے
میری کتاب فکر کے عنوان ہیں مصطفٰے

زبان شستہ وصاف ہے تشبیہات ، استعارات کی ندرت ذیل کے اشعار میں نظر آتی ہے۔

صبح کی آغوش میں لیتی ہے سب انگڑائیاں
با خسم عارض پہ زُلف مشکفام مصطفٰے
دیکھ کر رنگینی حسن وجمال کائنات
آگیا بے ساختہ ہونٹوں پہ نام مصطفٰے

مقصد جتنا بلند اور نیک ہو عمل کو اسی درجہ تقدس حاصل ہوتا

ہے۔ مولانا اختر الحامدی نے نعت گوئی کو اپنا شعار بنایا خود موصوف کی زبانی ہے۔ ؎

نعت ہی کیلئے پائی ہے زباں اختر نے
آپکے گیت شب و روز نہ کیوں گائے حضورؐ

تخلیق کائنات کے ساتھ نوعِ انسانی کی پیدائش بھی ایک خاص مقصد کے تحت ہوئی اور پھر وہ انسان جو شرفِ انسانیت سے مزین ہے اسی مقصد کو حاصل کرنے میں سرگرداں اور حصول کامیابی کیلئے کوشاں رہتا ہے۔ مولانا کی نعتیہ شاعری میں اس قسم کے رجحانات بھی ملتے ہیں اس کی مثال حاصل مطالعہ اشعار ہیں۔ ؎

احاطہ ہو نہیں سکتا کبھی ادراکِ انساں سے
بہت آگے تری عظمت کی حد ہے حدِ امکاں سے

نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو یثرب کہنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ بخاری و مسلم میں آپ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے کہ یقولون یثرب ماھی المدینہ' یعنی لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم بہت بڑے محبِ رسول شمار ہوتے ہیں لیکن اس میدان میں وہ بھی بعض مقامات پر الجھ کر رہ گئے مثلاً موصوف کا ایک مشہور شعر ہے۔ ؎

تو اے مولائے یثرب آپ میری دستگیری کر
مری دانش ہے افرنگی ، مرا ایمان زناری

مرحوم کے جذبات کتنے قابل قدر لیکن لفظ "یثرب" کا استعمال ہے اسی طرح دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے پاکستان کے مشہور شاعر اور ادیب مولانا ظفر علی خان کا ایک شعر ہے۔ ؎

ارسطو کی حکمت ہے یثرب کی لونڈی
فلاطونِ طفلِ دبستانِ احمد

شعر دونوں حضرات نے واقعی عقیدت کے انداز میں کہے ہیں لیکن

شعوری یا غیر شعوری طور پر مدینہ منورہ کو یثرب کہہ گئے حالانکہ ایسا نہیں کہنا چاہئے۔

مولانا اختر الحامدی چونکہ احمد رضا خان کی روشن پر گامزن ہیں۔ اس لئے تشبیہوں ، استعاروں اور حسن تعلیل کے موقع پر ڈگمگانا یا پھسل جانا ان کے یہاں ممکن نہیں ہے۔ اس کامیابی اور مہارت کی مثال ایک نعت کے چند شعروں میں ملتی ہے۔ ؎

ہجوم انبیا میں یوں ہیں ختم المرسلین اختر
کہ جیسے جوہ ہوں کا چاند ہو روشن ستاروں میں

نبیؐ کی خاکِ پاکے شوخ ذرے اڑتے پھرتے ہیں
کہاں سے آگئیں تابانیاں ورنہ ستاروں میں

بہر حال مولانا نے اپنے نعتیہ اشعار میں حضور سرور کائنات کے محامد ظاہرو محاسن انفرادی شان سے بیان کئے ہیں ۔ یہ محبت بھرے دل کی نیاز مندانہ اور والہانہ آرزو ہے فنی مہارت اور قادر الکلامی سے پھکار کیا گیا ہے۔ ؎

گردش میں جس کے گرد ہے پرکار کائنات
وہ ایک خاص مرکز دوران ہیں مصطفٰی

اختر صاحب کے یہاں نعت گوئی میں فن تضمین کا رجحان بھی ملتا ہے ۔ اسی رجحان نے ان کی نعت کی شہرت کو بام عروج عطا کیا ہے۔ مثال کے طور پر ان کی تضمین کے اشعار پیش نظر ہیں۔ یہی تضمین بہار عقیدت کے نام سے علیحدہ بھی شائع ہوچکی ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے۔ ؎

مشہور ہے بہار عقیدت کے نام سے
اختر مرا سلام شہنشاہ دوسرا

مذکورہ تضمین کے چند اشعار جو حاصل مطالعہ ہیں ۔ ؎

اختر برج رفعت پہ لاکھوں سلام
آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جسکی شان قدرت پہ لاکھوں سلام

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اسی طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قصیدہ " نور " پہ تضمین بنام "انوار عقیدت " ان کے فن کا بہترین نمونہ ہے اس کی مثال چند اشعار میں ملتی ہے - ؎

مرحبا کیا روح پرور ہے نظارا نُور کا
فرش سے تا عرش پھیلا ہے اجالا نُور کا

تاجدار شرف سائل بن کے نکلا نُور کا
صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نُور کا

صدقہ لینے نُور کا آیا ہے تارا نُور کا

****

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابیات

1 - ابوالامتیاز ع س مسلم	حمد و نعت	ناشر مرشد پرنٹنگ پریس لاہور طبع دوم - 1984ء
2 - احسان دانش مرحوم	دارین	" حیات پرنٹرز 24 سرکلر روڈ لاہور - 1974ء
3 - اخترالحامدی	نعت محل	" مکتبہ دارالرضا - لاہور 1974ء
4 - ارتضا عزمی	چہرہ نما	احمد برادرز ناظم آباد کراچی 1988ء
5 - اعجاز رحمانی	پہلی کرن آخری روشنی	" عالمگیر پکچیز ناظم آباد کراچی 1982ء
6 - اقبال صلاح الدین	حدیث آشنا	1981ء
7 - اقبال عظیم	قاب قوسین	1977ء
8 - امید فاضلی	میرے آقا	" ناسیب پبلی کیشنز کراچی 1984ء
9 - انور فیروز پوری	مختار کل	1977ء
10 - بدی ساگری	القلم	" الائیڈ پریس حیدرآباد
11 - بیچین رجپوری	بزم حرم	مطبع آرآر پرنٹرز لاہور 1988ء
12 - پروفیسر اقبال جاوید	مخزن نعت	" منظور پرنٹنگ پریس لاہور مارچ 1979ء
13 - پیامی مراد آبادی	ثنائے حبیب	" مشہور آفسٹ پریس کراچی باراول 1983ء
14 - تابش دہلوی	تقدیس	" نوید پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی 1985ء
15 - تبسم رضوانی	حمد و ثنا	
16 - جمیل عظیم آبادی	وحدت و مدحت	" المحزن پرنٹرز کراچی 1980ء

17 ـ حافظ لدھیانوی	نشید حضوری	ناشر الحمرا آرٹ پرنٹرز لاہور 1400ھ
18 ـ حفیظ تائب	صلوعلیہ وآلہ	,, سیرت مشن پاکستان 1978ء
19 ـ حکیم روشن اجمیری	فیضان نظر	,, مشہور آفٹ پریس کراچی 1984ء
20 ـ حسن المرتضی خاور	جمال مدینہ	جولائی 1977
21 ـ خادمی اجمیری ضامن حسینی (مرتبیں)	کشکول عقیدت	,, نیو گرین پرنٹرز صدر حیدرآباد 1989ء
22 ـ خادمی اجمیری	نکہت نور	,, نیو گرین پرنٹرز حیدرآباد 1985ء
23 ـ خالد محمود خالد	قدم قدم سجدے	,, قادر پرنٹنگ کراچی 1982ء
24 ـ درد اسعدی	ثنائے خواجہ کونین	,, ناظم اعلی بزم اسد پاکستان الائیڈ پریس حیدرآباد 1404
25 ـ ذوقی مظفر وارثی	نجم سحر	,, مطبع ایشین آرٹ پریس میکلوڈ روڈ لاہور 1980ء
26 ـ راجا رشید محمود	حدیث شوق	
27 ـ راجا رشید محمود	ماہنامہ نعت لاہور	,, اظہر منزل مسجد اسٹریٹ نمبر 5 ـ نیو شالامار کالونی ملتان 1988ء
28 ـ راجا رشید محمود	ورفعنا لک ذکرک	,, نیو فائن پرنٹنگ پریس لاہور 1977ء
29 ـ راز کاشمیری	صلی اللّٰہ علیہ وسلم	1400ھ
30ـ راز کاشمیری	صلی اللّٰہ علیہ وسلم	
31 ـ راسخ عرفانی	ذکر خیر، صلی اللّٰہ علیہ وسلم	,, نور ادب ڈائمنڈ بلڈنگ 1979ء چوک مینائن گجرانوالہ
32 ـ راسخ عرفانی	حدیث جاں	,, مکتبہ چوک منائن نور ادب گجرانوالہ ـ 1981ء

33 - راغب مراد آبادی	مدحت خیر البشر	ناشر ایجوکیشنل پریس کراچی 1979ء
34 - رفیع الدین اشفاق	اردو میں نعتیہ شاعری	" باب الاسلام پرنٹنگ پریس کراچی 1976ء
35 - رفیع ذکی الدین قریشی	خورشید حرا	1984ء
36 - ساجد اسدی	پیامبر مغفرت ، گلزن نعت مقبول	1975ء
37 - ساجد صدیقی	جام حیات	" مکتبہ خیال لاہور 1964ء
38 - سرور بجنوری	حمد و نعت	1401ھ
39 - سلیم گیلانی	سید نا	" پرنٹ پلانٹ میکلین روڈ لاہور 1987ء
40 - سید قمر ہاشمی	مرسل آخر	" ماس پرنٹرز - کراچی 1982ء
41 - شفیق بریلوی	ارمغان نعت	" نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی طبع 1979 (بار سوم)
42 - شیخ صفدر علی مدیر	ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 - لاہور	کوہ نور پرنٹنگ پریس گینٹ روڈ لاہور
43 - صائم چشتی	خنک شہرے	" چوک مینار انار کلی لاہور 1399ھ
44 - ضامن حسنی	ضامن حقیقت	" نیو گرین پرنٹرز حیدر آباد 1986ء
45 - طفیل دارا	بعد از خدا	" طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور 1982ء
46 - طفیل ہشیار پوری	ماہنامہ محفل خیر البشر لاہور	" شیخ بلڈنگ رائل پارک مارچ 1981ء
47 - طفیل ہشیار پوری	ماہنامہ محفل نعت	" حیدری پریس لاہور ریلوے روڈ جون 1979ء
48 - عبدالعزیز خالد	ماذ ماذ	" ایم شفاعت اجالا طبع 1979ء تھارٹن روڈ لاہور

49۔ عبدالعزیز خالد	فار قلیط	ناشر غلام علی اینڈ سنز ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور بار سوم 1974ء
50۔ عبدالعزیز خالد	حمطایا	″ شاہ اینڈ سنز پریس پرنٹرز لاہور طبع دوم 1983ء
عبدالعزیز خالد	منحمنا	″ شیخ علی اینڈ سنز پبلشر لاہور طبع دوم 1975ء
52 ۔ عبدالعزیز خالد	طاب طاب	″ لاہور اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور ستمبر 1981ء
53 ۔ عبدالعزیز خالد	عبدہ	″ ماس پرنٹرز فیصل آباد طبع اول 1402ھ
54 ۔ عابد نظامی	صلی علی محمد	1985ء
55 ۔ عارف عبدالمتین	بیمثال	″ شی کت پرنٹنگ پریس لاہور 1975ء
56 ۔ عطا الحق قاسمی مدیر	معاصر نمبر 2 لاہور	″ مکتبہ معاصر 20۔ الفیصل پلازہ شاہراہ قائد اعظم لاہور
57 ۔ فدا خالدی	م - ص	″ اشتیاق پرنٹنگ پریس کراچی 1983ء - 1404ھ
58 ۔ فروغ احمد مدیر	ماہنامہ سیارہ لاہور	″ 8۔ اے زیلدار پارک اچھرہ لاہور
59 ۔ فروغ احمد مدیر	ماہنامہ سیارہ	″ 18۔ اے زیلدار پارک اچھرہ لاہور۔ اشاعت 1984ء
60 ۔ قمرالدین انجم	حسنت جمیع وخصالہ	″ پاکستان نعت کونسل کراچی
61 ۔ قمر وارثی	شمس الضحی	″ میتھو آرٹ پریس ناظم آباد کراچی طبع ربیع الاول 1407ھ
62 ۔ کرم حیدری	نعم	″ تاج آرٹ پریس منگو پیرروڈ کراچی - 1400ھ
63 ۔ کریم بخش خالد	ماہنامہ اظہار کراچی سیرت نمبر	″ سندھ سینٹر اسٹیشن روڈ کراچی نمبر 11۔ نومبر۔ دسمبر 1983ء

64 - محمد احمد شاد	صلی علی	ناشر منظور پرنٹنگ پریجن لاہور طبع 1980ء
65 - محمد اکرم	ابر کرم	" 64-آر شریف آباد فیڈرل بی ایریا کراچی 1979ء
66 - محمد ایوب قریشی صابر سگجوری	قندیل نور	1982ء
67 - محمد ایوب ناظم بزمی	کاروان شوق	1984ء
68 - محمد بشیر اللہ	سراج منیر	" اسرار پرنٹنگ پریس کراچی نمبر18 - 1979ء
69 - محمد بشیر زواری	خزینہ نعت	" ایجوکیشنل پریس کراچی 1968ء
70 - محمد عاشق	عقیدت کے پھول	" عارف پبلیشرز بی /163 این سمن آباد لاہور 1979ء
71 - محشر رسول نگری	فخر کونین (حصہ اول)	" البرٹ پریس (کوئٹہ) جنوری 1961ء
72 - محشر رسول نگری	فخر کونین (حصہ دوم)	" البرٹ پریس کوئٹہ جولائی 1961ء
73 - محمد علی حسین آباد	میخانہ تصور	1983ء
74 - محمد ممتاز اقبال	ہفت روزہ ہلال (خصوصی) 12 ربیع الاول	" ہلال روڈ راولپنڈی 1985ء
75 - محشر بدایوانی	حرف ثنا	" مرشد پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت 1985ء
76 - سرور بدایوانی	آیہ رحمت	1984ء
77 - سرور کیفی	چراغ حرا	" عروج ادب رمضان اسٹریٹ کراچی نمبر2- 1978ء
78 - سرور کیفی	ملجا و ماوا	" شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی 1980ء
79 - مظفر وارثی	باب حرم	" آئینہ ادب لاہور 1976ء
محشر بدایوانی	منور نعتیں	" سلطان حسین اینڈ سنز بندر روڈ کراچی - 1983ء

81 ـ منیر قصوری	چادر رحمت	ناشر نفیس پرنٹرز لمیٹڈ 1983ء
82 ـ میر واصف علی	صلی علی محمد	، شکیل برادرز ایجوکیشنل پبلیشرز اینڈ اسٹیشنرز لیاقت آباد
83 ـ نثار احمد	نوائے سروش	، نئی روشنی آفٹ پریس کراچی 1317ھ
84 ـ نعیم صدیقی	نور کی ندیاں رواں	، شرکت پرنٹنگ پریس چوک بسنت روڈ لاہور نومبر 1987ء
85 ـ ممتاز حسن	خیرالبشر کے حضور میں	، نقوش پریس لاہور 1975ء
86 ـ یزدانی جالندھری	صبح سعادت	1983ء